جناب مالک رام صاحب کا یہ نسخہ
میں نے اپنے قلم سے صحیح کیا ہے، اور مجھے
خوشی ہے کہ موصوف جیسے فاضل نے اس
حقیر ترجمے کو مطالعے کے لیے منظور فرمایا۔
خاکسار
ملیح آبادی
دہلی - ۲۰-اپریل ۵۵ء

سلسلہ ندوۃ المصنفین
(۵۲)

# العلم والعلماء

علامہ ابن عبد البر کی مشہور کتاب

## جامع بیان العلم و فضلہ

کا

ترجمہ

علم، فضیلت علم اور اہل علم کی عظمت
اور ذمہ داریوں کا جامع اور مکمل بیان

از

مولانا عبد الرزاق صاحب ملیح آبادی

ندوۃ المصنفین اردو بازار دہلی

طبع اوّل

| | |
|---|---|
| قیمت | چار روپے آٹھ آنے |
| " مجلد | پانچ روپے آٹھ آنے |



رمضان المبارک ۱۳۷۲ھ جون ۱۹۵۳ء

یونین پرنٹنگ پریس دہلی

# فہرست مضامین

# کتاب اور مؤلف کتاب

عربی ادب میں "جامع بیان العلم وفضلہ" بڑے پائے کی کتاب مانی جاتی ہے۔ علم اور فضیلت علم پر اس سے بہتر اور جامع کتاب دیکھی نہیں گئی۔ اسلامی نقطۂ نظر سے علم، اہلِ علم اور طالبانِ علم کے بارے میں آدمی جو کچھ جاننا چاہے اس کتاب میں موجود ملے گا۔

کتاب کی تالیف، محدثین کرام کے دل نشین طریقے پر ہوئی ہے۔ ابواب قائم کئے گئے ہیں اور ہر باب میں روایتیں کچھ اس طرح جمع کر دی گئی ہیں کہ موضوع کے خشک ہونے پر بھی کتاب دلچسپ بن گئی ہے مگر اسانید کے بیان اور روایتوں کی تکرار سے کتاب اتنی طویل ہو گئی تھی کہ دو جلدوں میں چھپی ہے۔ یہ طوالت، موجودہ مذاق پر گراں تھی اسی لئے بعض مصری علماء نے کتاب کا اختصار شائع کر دیا اور کتاب پہلے سے زیادہ دلچسپ و مفید ہو گئی۔

۱۹۲۷ء میں جناب مولانا ابو الکلام صاحب آزاد کے ایماء سے میں نے اس اختصار کا اردو میں ترجمہ کیا، مگر صحافتی مصروفیتوں کی وجہ سے وہ پڑا رہ گیا اور شائع نہ ہوا۔ اب ملک کی آزادی کے بعد علمی دنیا میں واپس آنے کا موقع ملا اور ایک روز جناب مولانا مفتی عتیق الرحمان صاحب سے باتوں باتوں میں اس ترجمے کا تذکرہ ہوا تو موصوف ندوۃ المصنفین کی طرف سے شائع کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

ترجمے میں میرا مسلک یہ ہے کہ اصل مفہوم کا ساتھ دیتے ہوئے اور اپنی زبان کا اسلوب برقرار رکھتے ہوئے حتی الوسع لفظی ہی ترجمہ کیا جائے یہ ترجمہ بھی اسی مسلک کے مطابق ہے اور اصل عربی کو سامنے رکھکر اسے پڑھنے سے طالب علموں کی نہ صرف عربی قابلیت بڑھیگی بلکہ ترجمے کرنے کی صلاحیت میں بھی اضافہ ہو گا۔

"جامع بیان العلم وفضلہ" کے مؤلف شہرۂ آفاق امام حدیث، ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر ہیں وطن مدینۃ العلم "قرطبہ" ہے جو اندلس مرحوم کا پایۂ تخت اور عروس البلاد تھا۔ ۳۶۸ھ میں پیدا ہوئے خداداد ذہانت کے مالک تھے۔ جلد جلد علمی منزلیں طے کر کے امام وقت بن گئے۔ حق پسند و حق گو تھے۔ حکام سے نہ بنی اور جلا وطن کئے گئے۔ پھر ایک مدت بعد اشبونہ کے قاضی بنائے گئے ۴۶۳ھ میں وفات پائی۔ بہت سی مفید کتابیں تصنیف کیں کچھ تلف ہو گئیں کچھ باقی ہیں لیکن تمہید کے علاوہ جو اب تک چھپی ہوئی نہیں ہے ان کی تصانیف میں سب سے زیادہ شہرت اسی کتاب "جامع بیان العلم وفضلہ" نے اور کتاب الاستیعاب فی اسماء الصحابہ نے حاصل کی ہے۔

# مقدمۂ مترجم

## حامداً و مصلیاً

## اسلام سے پہلے دنیا کے علوم

اسلام سے پہلے چین، ہندوستان، مصر، بابل، اشوریا، یونان، اور روما، علم کے مرکز مانے جاتے تھے، مگر یہ واقعہ ہے کہ یونان کے علاوہ باقی ملکوں کے علوم کو علوم کہنا، علم سے ناانصافی کرنا ہے۔

بابل، اشوریا، اور مصر کے علوم، زیادہ تر خرافات و توہمات، سحر اور جادو کا مجموعہ تھے چین اور ہندوستان بھی سحر و طلسم کی فضا میں سانسیں لے رہے تھے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ چین نے اخلاقیات میں اور ہندوستان نے الٰہیات، ہیئت، اور طب میں کچھ قدم آگے بڑھائے تھے روما کا رشتہ، علم سے برائے نام رہا، اور صرف یونان کے علم سے رہا۔ رومن قوم کا مزاج، علمی نہ تھا۔ یہ مادہ پرست قوم تھی، ملک گیری شہنشاہی، سلب و نہب اور قوموں کو غلام بنانا اس کا من بھاتا مشغلہ تھا۔

یونان میں بلاشبہ بلند پایہ علماء و فلاسفہ پیدا ہوئے اور انھوں نے انسانی ذہن و دماغ کیلئے نہایت قیمتی مواد بہم پہنچایا۔ در اصل یونان، تمام پیش رو متمدن ملکوں کے علوم کا لائق وارث تھا، خاص طور پر مصر، بابل، اشوریا کے علوم اسی کو منتقل ہو گئے تھے اسی لئے قدیم علمی دنیا میں یونان، آفتاب بن کر چمکا، حتیٰ کہ مسلمانوں کے عقلی علوم کا سرچشمہ بھی یونان ہی بنا، مگر یونان میں بھی علم کا دائرہ، مدتوں چند افراد میں محدود رہا، اور جب وسعت پیدا ہوئی، تو علم کی جگہ ایک قسم کی ذہنی عیاشی نے لے لی۔ یونان کے حکماء و فلاسفہ، لائق تعظیم سہی مگر اس واقعہ سے کون انکار کر سکتا ہے کہ دوسرے ملکوں کی طرح یونان میں

بھی علم نہ کبھی عام ہوا، نہ روزمرہ کی زندگی میں کبھی انسان کا رہنما بن سکا۔

قدیم دنیا میں علم کے عام نہ ہونے کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ تحریر و کتابت کو ہر ملک میں ایک خاص گروہ نے اپنے لئے مخصوص کر لیا تھا اور دوسروں پر اس کا دروازہ بند تھا مصر کا ہیروگلیفی خط، بابل کا میخی خط، اور چین کا طلسماتی خط، عام نہ تھا۔ تھوڑے سے آدمی، جو ایک خاندان یا ایک طبقے کے ہوتے تھے، اسے جانتے اور برتتے تھے۔ علم سینہ بسینہ چلتا تھا کتابیں لکھی نہیں جاتی تھیں یاد کر لی جاتی تھیں اور یاد کرا دی جاتی تھیں، کیونکہ علم خاص خاص طبقوں کی میراث تھا اور دوسروں میں اس کی اشاعت ممنوع تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو کچھ علم تھا، چند نفوس میں محصور ہو کر رہ گیا تھا اور ایک قسم کا طلسمی راز بن گیا تھا۔

دنیا کی تمام قدیم تہذیبیں، دین و مذہب کی بنیادوں پر استوار ہوئی تھیں، مگر اسلام کے علاوہ کسی دین نے بھی اپنی دعوت کی اساس علم و عقل پر نہیں رکھی۔ تمام دینوں نے اپنی دعوت میں عقل و استدلال سے نہیں، صرف معجزات و خوارق سے کام لیا۔ عقل انسانی کو مخاطب نہیں کیا۔ عقل سے کام لینے کا بھی حکم نہیں دیا، اسی لئے قدیم دنیا میں علم کی اہمیت بھی تسلیم نہ کی گئی، اور اہل ادیان و مذاہب، اندھی تقلید جمود، توہمات، خرافات کی دلدلوں میں پڑے دھنستے چلے گئے۔

یونان، ایک ایسے دین کا پیرو تھا، جو روحانیت سے زیادہ مادیت کا دین تھا، اسی لئے یونان میں علم کو سانس لینے اور پھولنے پھلنے کا موقعہ ملا، لیکن اس عملی آزادی کے باوجود یونان بھی ایسے علم و علماء کو برداشت نہیں کرتا تھا، جو اس کے دینی توہمات کا ساتھ نہ دیں وہ یونان ہی تو تھا، جس نے سقراط جیسے جلیل القدر حکیم کو زہر کا پیالہ پلایا! وہ یونان ہی تو تھا جہاں افلاطون، مخصوص شاگردوں کے علاوہ کسی کے سامنے اپنے علمی خیالات ظاہر نہیں کر سکتا تھا! وہ یونان ہی تو تھا، جہاں سے یوریپیڈیز کو بھاگنا پڑا تھا! وہ یونان ہی تو تھا، جہاں انتقلس، سنگسار ہوتے ہوتے بچا! اور وہ یونان ہی تو تھا جس کے رئیس الفلاسفہ ارسطو کو محض اس لئے وطن سے فرار ہو جانا پڑا کہ اس کا علم، اس کے ہم وطنوں کے توہمات کا ساتھ نہ دے سکتا تھا!

# مسیحیت کا عروج

مسیحی دین اپنے وطن ایشیا سے کہیں پہلے یورپ میں پھولا پھلا، مگر مسیحی دین، یورپ کو لے بھی ڈوبا۔ روما کی سلطنت، جہانگیر و جہاں دار تھی، لیکن مسیحی دین قبول کرتے ہی سلطنت کو گھن لگنا شروع ہو گیا اور یہ گھن سلطنت کو تباہ ہی کر کے دور ہوا۔ مسیحیت کا چنگل جب تک مضبوط رہا، یورپ جہل و جمود کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارتا رہا، لیکن مسیحیت کو بالائے طاق رکھ کر جب یورپ نے اٹھارویں اور انیسویں صدیوں میں حیرت انگیز ترقی کی، تو دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔ یہی زمانہ مسلمانوں کے انتہائی سیاسی و علمی انحطاط کا زمانہ ہے۔ یہ دیکھ کر دنیا اس دھوکے کا شکار ہو گئی کہ یورپ کی ترقی اس کی مسیحیت کی وجہ سے ہے اور مسلمانوں کا تنزل، ان کے اسلام کی وجہ سے ہے، حالانکہ یہ دنیا کی سب سے بڑی غلطی تھی، ایسی غلطی جسے تاریخ اور حقیقت سے دور کا بھی لگاؤ نہیں۔

یورپ میں مسیحیت کو دوسری صدی عیسوی میں عروج حاصل ہو چکا تھا۔ رومن شہنشاہ، قسطنطین اول نے محض سیاسی مصلحتوں سے ۳۲۳ء میں اپنے عیسائی ہونے کا اعلان کیا، اور عیسائیت رومن دنیا کا سرکاری مذہب قرار پا گئی۔ اس واقعہ سے پہلے عیسائیت، یورپ میں بہت مظلوم تھی۔ اب دفعتاً اقتدار پا کے خود ظلم و جور کا نمونہ بن گئی اور دوسرے دینوں ہی کی نہیں، بلکہ تمام قدیم علوم و فنون کی جڑ بھی اکھاڑ کر پھینکنے کی اس نے پوری کوشش کی۔

سکندر مقدونی کی سلطنت اس کے تین سپہ سالاروں میں تقسیم ہو گئی تھی، مصر، بطلیموس کے ہاتھ آیا۔ بطلیموسی خاندان کے بادشاہ، بڑے علم دوست تھے۔ انھوں نے اپنے پایۂ تخت، اسکندریہ میں ایک ایسا کتب خانہ قائم کیا جس کی نظیر چشمِ فلک نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اس کتب خانہ میں سات لاکھ کتابیں تھیں، اور ان کتابوں میں قدیم دنیا کے علوم محفوظ تھے۔ کتب خانہ کی آدھی کتابیں، جولیس سیزر جلا چکا تھا، اور باقی کتابیں، عیسائیوں نے برسرِ اقتدار آ کر تہس نہس کر ڈالیں کہ ان کے خیال میں کفر و الحاد کا خزانہ تھیں![1]

---

[1] دشمنانِ اسلام نے اس کتب خانہ کی بربادی کا الزام حضرت عمر فاروق پر لگا دیا ہے، حالانکہ ظہورِ اسلام سے بھی پہلے یہ کتب خانہ (بقیہ حاشیہ)

# مسیحیت کی علم دشمنی

یورپ، ایشیا، افریقہ، تینوں براعظموں پر روما کی سلطنت پھیلی ہوئی تھی، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ چین، ہندوستان، ایران، اور عرب کو چھوڑ کر باقی سب معلوم دنیا، شہنشاہ روما کی غلام تھی۔ مسیحیت یا تو انتہائی مظلوم تھی، اور یا رومن شہنشاہ کے سر چڑھتے ہی دیوانی ہو گئی اور اس نے ہر غیر مسیحی چیز کو، دین و مذہب ہو، مایۂ ناز یادگاریں ہوں، فنون جمیلہ کے بے نظیر نمونے ہوں، سب کو یک لخت مٹا ڈالنا، اپنا مذہبی فرض سمجھ لیا۔ قدیم عمارتیں ڈھا دی گئیں اور علوم و فنون کے تمام خزانے تباہ کر ڈالے گئے۔ قدیم مصر کے لاثانی پایۂ تخت منفس، تھیبا اور عین الشمس کے کھنڈر آج بھی مسیحیوں کے مذہبی جنون پر واویلا کر رہے ہیں۔

یہ سلوک، بت پرستوں ہی سے نہ تھا۔ یہودیوں سے بھی تھا۔ یہودی متمدن قوم تھے اور کئی تہذیبوں کے وارث۔ حضرت مسیح یہودیوں ہی میں پیدا ہوئے تھے اور یہودیوں کو راہ راست دکھانا ہی ان کا مشن تھا۔ حضرت کے نزدیک یہودی، گمراہ سہی، مگر گردن زدنی ہرگز نہ تھے، لیکن حضرت کے نام لیوا عیسائیوں نے یہودیوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالنے کا بیڑا اٹھا لیا۔ یہودی علوم کی تخریب پر کمر بستہ رہے۔ شہرۂ آفاق یہودی مورخ، جوزیفس ایک انمول تاریخ، دنیا کے لیے چھوڑ گیا تھا، اور یہ تاریخ، مسیحیت کے وجود سے پہلے ہی یونان میں اور رومن دنیا میں پھیل کر مقبول ہو چکی تھی، اس لیے معدوم نہیں کی جا سکتی تھی، تاہم عیسائیوں نے یہ کیا کہ کتاب میں ایسی تحریف کر دی کہ وہ اپنی قدر و قیمت کھو بیٹھی۔

مصر اور یونان، دونوں ملک روما کے غلام بن چکے تھے۔ اس پر بھی یونان کے پایۂ تخت، ایتھنز میں اور مصر کے پایۂ تخت، اسکندریہ میں فلسفہ کا درس و تدریس کا سلسلہ جاری تھا۔ علم کے یہ ٹمٹماتے چراغ بھی مسیحیت برداشت نہ کر سکی۔ ایتھنز میں فلسفہ کی تعلیم عیسائی شہنشاہ جسٹینین نے ممنوع قرار دے دی اور اس شہر کے تمام مدرسے

---

بقیہ حاشیہ صہ: ایک مورخ، اوروسیس نے سنہ ۴۱۳ء میں افریقہ کی سیاحت کی اور اسکندریہ بھی آیا۔ اس نے صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ میں نے کتب خانہ دیکھا۔ وہاں الماریاں تو موجود تھیں، مگر سب کی سب خالی تھیں۔ ان میں کوئی ایک کتاب بھی موجود نہ تھی۔ یہ کتابیں، اسکندریہ کے پادری، بیس برس پہلے ہی ضائع کر چکے تھے۔

بند ہو گئے۔

اسکندریہ میں مسیحیوں کے ہاتھوں علم کا خاتمہ جس طرح ہوا اُس کی داستان دردناک بھی ہے اور شرمناک بھی، مصر قدیم تہذیب اور قدیم علوم کا بڑا مرکز تھا اسی لئے مسیحیت اس ملک کو علم کی روشنی سے ڈھکیل کر جہل کی دلدل میں گھسیٹ لانے پر تلی ہوئی تھی۔ بے بس مصر اس بے رحم دشمن کے سامنے چاروں شانے چت پڑا تھا، کیونکہ روما کا غلام تھا اور مسیحیت، روما کا سرکاری مذہب بن چکی تھی۔ اس بے بسی پر بھی مصر کے پایۂ تخت اسکندریہ میں علم کا دیا جلے ہی جا رہا تھا علم کی یہ دھندلی سی شمع، محض ایک عورت، ہائی پیشیا کے دم سے فروزاں تھی۔ ہائی پیشیا اپنے وقت کی علامہ تھی۔ اس کے بیت الحکمت ڈیوڑھی پر امراء و اعیان کی رتھوں کا ہجوم رہتا تھا اور اسکندریہ کے ادنٰی و اعلٰی، سبھی اس کی شاگردی کا دم بھرتے تھے۔

مسیحیت اس عالم عورت کا وجود بھی برداشت نہ کر سکی۔ ایک دن ہائی پیشیا اپنے مدرسے جا رہی تھی کہ پادریوں اور ان کے پیروغوغائیوں نے گھیر لیا۔ بیچ بازار میں کپڑے پھاڑ کر اُسے بالکل برہنہ کر دیا۔ پھر گھسیٹتے ہوئے ایک گرجا میں لے گئے اور یہاں مقدس عصائے پطرس کی متواتر ضربوں سے اس کا سر پاش پاش کر ڈالا۔ لاش ٹکڑے ٹکڑے کر دی گئی۔ گوشت و پوست کو سیپیوں سے چھیلا گیا اور ہڈیاں آگ میں جھونک کر بھسم کر دی گئیں۔ اس واقعے کے ساتھ ہی اسکندریہ سے یونانی فلسفے کا چرچا بھی اٹھ گیا!۔

## مجالسِ تفتیش و احتساب

پوری مسیحی دنیا پر جہل و بربریت کی تاریکیاں چھائی ہوئی تھیں کہ اسپین اور سسلی پر عرب تمدن کا آفتاب چمکا اور یورپ میں بھی کہیں کہیں اُجالا ہونے لگا۔ ابن سینا، ابن رشد فارابی وغیرہ علمائے اسلام کی کتابیں لاطینی زبان میں ترجمہ ہوئیں اور مستعد ذہن ان سے روشنی حاصل کرنے لگے۔ مسیحیت اس عقلی بیداری کو بھلا کیسے گوارا کر سکتی تھی، علم و علماء کے مٹانے پر فوراً کمربستہ ہو گئی۔

مسیحیت کے پیشوائے اعظم اور حضرت مسیح کی خلافت کے مدعی، پاپائے روم نے دین کے نام پر علم اور علماء کی بیخ کنی کے لئے جو مظالم ڈھائے اور صدیوں جاری رکھے، وہ انسانی تاریخ کی سب سے زیادہ

گھنونی وحشت و بربریت کا باب ہے۔ یہاں تاریخ کے ان بھیانک صفحوں کے کھولنے کا موقع نہیں۔ مختصر طور پر یوں سمجھ لیجئے کہ جب ہر قسم کے مظالم بھی عربی علوم کی یلغار نہ روک سکے، جو اسپین اور سسلی سے چلی تھی، تو پوپ نے ۱۲۱۶ئہ میں مجالس تفتیش و احتساب (ENQUISITION) قائم کر دیں۔ ان مجلسوں یا عدالتوں کا کام، جلادی کے کام سے بھی زیادہ جلادانہ و سفاکانہ تھا۔ جس آدمی پر شبہ بھی ہو جاتا کہ دل میں نور علم رکھتا ہے اُسے فوراً گرفتار کر لیا جاتا، اور جرمانے سے لے کر عمر قید، قتل، اور زندہ جلا ڈالنے تک کی سزائیں دی جاتیں اس محکمے کی گرفت پوری طرح مضبوط کرنے کے لئے پوپ نے یہ فرمان بھی جاری کیا کہ ہر مسیحی اپنے حلقے کے پادری کے سامنے روز اپنے گناہوں کا، بُرے خیالات کا، اور خلاف مذہب معلومات کا اعتراف کیا کرے، اور جو کوئی اعتراف میں پوری سچائی سے کام نہ لے گا، مسیح کی برکتوں سے قطعی محروم اور دائمی جہنم کا حتمی مستحق بن جائے گا! اس حکم کا نتیجہ یہ نکلا کہ بیوی شوہر کی، شوہر بیوی کا، باپ بیٹے کا، بیٹا باپ کا، اور بھائی بھائی کا مخالف جاسوس بن گیا۔ جو کوئی کسی کی زبان سے ایسی بات سن لیتا، جسے مذہب کے خلاف سمجھتا، فوراً پادری سے مخبری کر دیتا اور وہ شخص بغیر کسی تحقیق کے محکمۂ احتساب کے بے رحم چنگلوں میں پھنس جاتا۔

محکمۂ احتساب کی سفاکیوں کا اندازہ اسی ایک واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ ۱۴۸۱ئہ سے ۱۸۰۸ئہ تک اس نے تین لاکھ چالیس ہزار آدمیوں کو مختلف سزائیں دیں۔ ان بدنصیبوں میں بتیس ہزار انسان ایسے تھے، جنھیں زندہ جلا ڈالا گیا! اسپین کے محکمۂ احتساب نے اپنی پہلی سالگرہ اس کارنامے سے منائی کہ بارہ مہینے میں دو ہزار آدمیوں کو زندہ جلایا اور سترہ ہزار کو بھاری جرمانے اور حبس دوام کی سزائیں دیں!

پادری تارکوئی میڈا، کیسٹیل اور لیان کا صدر محتسب تھا اور حضرت مسیح کے دین امن و محبت کا علم بردار تھا۔ اس شخص کا کارنامہ انسانی تاریخ کبھی نہیں بھول سکتی۔ امن و محبت کے اس زندہ پتلے نے اپنے اٹھارہ سالہ دور احتساب میں —— آپ سوچ بھی سکتے ہیں، کتنے "کافروں" کتنے "ملحدوں" کا قلع قمع کیا؟ اندازہ کرنے میں آپ لاکھ مبالغہ کریں، اصلیت تک پہونچ نہیں سکتے —— اس شخص نے اٹھارہ برس کے اندر دس ہزار دو سو بیس آدمیوں کو زندہ جلایا اور ستانوے ہزار تین سو اکیس انسانوں کو دوسری بھیانک سزائیں دیں۔

# مسیحی تعصب اور ابن رشد

مسیح کا یہ نام لیوا امن و محبت کا ایسا شیدائی تھا کہ زندہ انسانوں ہی کو سزائیں نہ دیں، جو اس کے خیال میں کافر و ملحد تھے، بلکہ مر کھپ جانے والے "لامذہب" بھی اس کی آتش ایمان سے بچ نہ سکے، سڑی گلی ہڈیاں اکھاڑی جا سکتیں، یا مٹی میں مل کر خاک ہو جانے والے مُردے پابہ جولاں طلب کئے جا سکتے، تو یہ شخص یہی کرتا، مگر یہ ممکن نہ تھا، اس لئے چھ ہزار آٹھ سو ساٹھ قدیم علماء و حکماء کی مورتیں اس نے بنوائیں اور انھیں آگ میں بھسم کر کے اپنے دل کو ٹھنڈا کیا!

یہ شخص ابن رشد کا خاص طور پر دشمن تھا اور ہر اس خیال کو، جسے الحاد سمجھتا، ابن رشد سے منسوب کر دیتا صرف یہی ایک شخص نہیں، بلکہ پورے کلیسا نے ابن رشد کو لعن طعن کرنا اور گالیاں دینا دین کی سب سے بڑی خد سمجھ لیا تھا۔ بار بار دینی کونسلیں منعقد ہوتیں اور ابن رشد کی تصانیف کے تراجم پڑھنے پڑھانے کو بدترین کفر قرار دیتیں۔ اس قسم کی آخری کونسل ۱۵۱۲ء میں بیٹھی تھی۔

اسی قدر نہیں، سولھویں صدی عیسوی تک مذہبی تصویروں میں یہ بھی دستور ہو گیا تھا کہ دجال اور شیطا کے ساتھ ابن رشد کی تصویر بھی ضرور بنائی جاتی تھی، اور سینٹ تھامس کی ہر تصویر کے ساتھ تو ابن رشد کا ہونا ضروری سمجھ لیا گیا تھا۔ تصویر میں دکھایا جاتا کہ ابن رشد چاروں شانے زمین پر چت پڑا ہے اور سینٹ مس سینے پر سوار ہے!

کلیسا کے وحشیانہ مظالم جاری رہے، مگر علم کی روشنی گل نہ کر سکے۔ وہ پھیلتی ہی چلی گئی۔ یہ دیکھ کر پوپ نے سوچا کہ کفر اس لئے پھیل رہا ہے کہ کتابیں لکھی اور شائع کی جاتی ہیں، لہٰذا ۱۵۱۵ء میں حکم دے دیا کہ کلیسا کی منظور کے بغیر کوئی کتاب نہ چھاپی جا سکتی ہے، نہ شائع ہو سکتی ہے۔ جو کوئی ایسی کتاب چھاپے گا، بیچے گا، پڑھے گا، اس کی سزا موت ہے!

اس حکم پر یورپ بھر میں بڑی سختی سے عمل کیا گیا، لیکن علم کی شمع برابر جلتی ہی رہی اور روشنی پھیلاتی رہی۔

سترھویں صدی کے اوائل میں فلورنس کے علامہ گلیلیو نے عربوں کے علوم سے استفادہ کر کے دوربین،

ایجاد کی اور زمین کے گول ہونے کا اعلان کیا۔ کلیسا یہ اعلان کیونکر برداشت کر سکتا تھا؟ گلیلو کو گرفتار کیا گیا اور خوفناک سزاؤں کی دھمکی دی گئی۔ وہ ڈر گیا اور علم کی امانت کے مقابلے میں ناپائیدار زندگی اس کی نگاہ میں زیادہ پیاری ثابت ہوئی "کفر" سے توبہ کر لی۔ اور گوشۂ عافیت میں بیٹھ گیا، لیکن علم کا معصوم تقاضا ایسا نہ تھا کہ ضمیر کو چین لینے دیتا۔ آخر نہ رہا گیا اور سولہ برس کی خاموشی کے بعد اپنی کتاب "نظام عالم" شایع ہی کر دی۔ اس کتاب میں زمین کا گول ہونا ثابت کیا گیا ہے۔" اس کافرانہ "گستاخی پر مغرور کلیسا بھپر ہی تو گیا گلیلو کو قید خانے میں ڈال دیا گیا جو جہنم سے کم دردناک نہ تھا۔ بار بار مطالبہ کیا جاتا تھا کہ گھٹنوں کے بل کھڑا ہو۔ کفر و الحاد کا اقرار کرے، اور انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ توبہ کا اعلان کرے، مگر اس دفعہ علم کا نشہ ایسا نہ تھا کہ سزا کی ترشی اسے اتار دیتی علامہ اپنے مسلک پر استوار رہا اور قید خانہ کے بھیانک عذاب سسک سسک کر جھیلتا ہوا ملک بقا کو سدھارا۔ کلیسا نے اس "ملحد" کی لاش بھی مسیحی قبرستان میں دفن نہ ہونے دی!

اٹلی کے علامہ برونو کو اس "جرم" میں پکڑا گیا کہ تعدد عوالم کا قائل ہے، اور عدالت احتساب نے فیصلہ کر دیا "اس شخص کو انتہائی نرمی سے سزا دی جائے اور خیال رکھا جائے کہ خون کی ایک بوند بھی زمین پر گرنے نہ پائے!"

اس "رحم دلی" اور "رعایت خاص" کا مطلب کیا تھا؟ لاکھ خیال دوڑایئے تصور بھی نہ کر سکیں گے، مطلب یہ تھا کہ بے گناہ علامہ کو جیتے جی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جائے!

یہ سفاکانہ حکم سن کر علامہ برونو نے عدالت کو جن لفظوں سے مخاطب کیا، تاریخ نے یاد رکھے ہیں اس فدائی علم نے کہا "یقین کرو، تمہارا حکم سن کر میرے دل پر اس خوف کا عشر عشیر بھی طاری نہیں ہوا جو خود تمہارے دلوں میں اسے صادر کرتے وقت پیدا ہوا ہوگا!"۔۔۔ ۱۶ فروری ۱۶۰۰ء میں اس پروانۂ علم کو نذر آتش کر دیا گیا!

کلیسا کے ایسے ہی مظالم پر گلیا ریسائی چیخ اٹھا تھا اور اس کی چیخ، تاریخ نے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لی، کیونکہ ان گنت دلوں کی آہ تھی ــــ "ممکن نہیں کوئی شخص مسیحی ہو اور اطمینان سے اپنی موت مرے!"

## پروٹسٹنٹ فرقہ بھی علم دشمن تھا

ایک طرف کلیسا کی یہ انتہائی تنگ نظری، رجعت پسندی، علم دشمنی اور وحشیانہ بربریت جاری

تھی، اور دوسری طرف مسلمانوں کے روح پرور علوم و فنون کی روشنی، یورپ میں ہر طرف پھیل رہی تھی علم و جہل کے اس ٹکراؤ نے لوتھر کو پیدا کیا، اور پوپ کے خلاف پروٹسٹنٹ فرقہ نے جنم لیا۔ پروٹسٹنٹ تحریک کے لیڈر، مسلمانوں کے بعض دینی خیالات سے متاثر ہوئے تھے۔ انھوں نے یہ نامعقول اصول ماننے سے صاف انکار کر دیا کہ آسمانی صحیفے سمجھنے اور ان کے معنی قرار دینے کا حق صرف پوپ کو ہے، اور یہ کہ پوپ، معصوم ہے اور اس کی ہر بات واجب الاطاعت ہے۔ مسلمانوں کی طرح پروٹسٹنٹوں نے بھی کہا کہ کتاب اللہ، تمام انسانوں کی رہنمائی کے لیے آئی ہے، اور ہر ذی علم انسان کو کتاب اللہ پڑھنے، سمجھنے، سمجھانے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔

لیکن پروٹسٹنٹ رہنما بھی پادری ہی تھے۔ وہ مسلمانوں کی صرف دینی آزادی سے متاثر ہوئے تھے، مگر علم کی دشمنی میں پوپ اور اس کے ماننے والوں سے پیچھے نہ تھے۔ خود اس فرقے کے بانی، لوتھر نے ارسطو کے بارے میں جو کچھ کہا ہے، اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ پروٹسٹنٹ بھی اپنی دینی آزادی اور پوپ کے جاہلانہ و جابرانہ اقتدار سے بغاوت کے باوجود، علم سے کس قدر متنفر تھے۔

لوتھر لکھتا ہے "ذرا شک نہیں کہ یہ ملعون ازلی اور نتفتی ابدی، یعنی ارسطو، بڑا خناس ہے۔ افتراپردازی میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ خبیثانہ ہرزہ سرائی کے فن کا موجد ہے۔ شیطانوں کا سرغنہ ہے۔ فلسفہ کا ایک حرف نہیں جانتا۔ جھوٹا ہے۔ فریبی ہے۔ دغاباز ہے۔ بھٹکتا ہے۔ بکرا ہے۔ نفس پرست ہے عیاش ہے!"

اور طریقہ مشائیہ کے فلاسفہ، لوتھر کے نزدیک کیسے ہیں؟ ارشاد فرماتا ہے "ٹڈیاں ہیں۔ رینگنے والے کیڑے ہیں۔ مینڈک ہیں۔ جوئیں ہیں!"

لیکن علم دشمن ہونے پر بھی اس فرقے کے ظہور سے کلیسا تھرا اٹھا، کیونکہ جانتا تھا، جمود کی ایک سل ہٹی نہیں کہ توہمات کی پوری عمارت دھڑام سے زمین پر آ رہے گی، اسی لیے پوپ نے اس دشمنِ علم فرقے کو مٹانے کے لیے اپنی تمام سفاکانہ قوتیں جمع کیں، اور یورپ مدتوں خون کے سمندر میں تیرتا رہا!

پوپ اور پروٹسٹنٹوں میں جو بھیانک لڑائیاں ہوئیں، ان کا تذکرہ یہاں ممکن نہیں۔ لیکن پروٹسٹنٹ ہونے کے جرم میں جن بے شمار انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا، ان میں سے انگلستان کے آرچ بشپ

کرین مر اور اس کے دو ساتھیوں کا واقعہ قابل ذکر ہے۔

کرین مر کو ۱۵۵۵ء میں دو اور بہت بڑے پادریوں: لیٹیمر اور ریڈلے کے ساتھ "کفر" کے الزام میں گرفتار کیا گیا۔ کرین مر آزمائش کے پہلے مرحلے میں کمزور ثابت ہوا اور توبہ کر کے جان بچا لے گیا، مگر ضمیر کی زجر و توبیخ جاری رہی۔ آخر توبہ توڑ کے اعلان کر دیا "میں پروٹسٹنٹ ہوں اور پروٹسٹنٹ ہی مروں گا!" دوبارہ پکڑا گیا اور آگ میں زندہ بھسم کر دینے کی سزا تجویز ہوئی، لیکن جب اسے جلانے لگے تو اس نے سب سے پہلے اپنا سیدھا ہاتھ یہ کہتے ہوئے آگ کے سپرد کیا "یہی وہ گنہ گار ہاتھ ہے جس سے میں نے وہ غلط اور بزدلانہ توبہ نامہ لکھا تھا!"

اسی موقعہ پر کرین مر کے ساتھی، لیٹیمر نے جو لفظ اپنے دوسرے رفیق، ریڈلے سے کہے، وہ آزادیٔ فکر کی تاریخ میں ہمیشہ سنہرے حرفوں میں لکھے رہیں گے۔ اس نے کہا تھا: "ریڈلے یہ کام ہمیں مردانہ وار کرنا چاہیے آج ہم خدا کے فضل سے انگلستان میں وہ شمع روشن کر رہے ہیں، جو ہمیشہ فروزاں رہے گی اور کبھی نہ بجھے گی!"

## مسیحی یورپ کی اخلاقی حالت

مسیحیت کی علم دشمنی اور جہل کی عمومیت کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ یورپ، اخلاقی، اجتماعی، معاشرتی لحاظ سے اسفل سافلین میں پہونچ گیا۔ اخلاقی گراوٹ کا یہ حال تھا کہ راہبوں کی خانقاہیں، زہد و تقویٰ کے بدلے فسق و فجور کا مرکز بن گئیں اور امراء کو کلیسا نے آزادی دے دی کہ پوپ کا خزانہ اگر بھرتے رہیں، تو جو جی میں آئے، دل کھول کے کرتے رہیں۔

اس عہد کے انگلستان کی حالت، ایک مصنف کی زبان سے سنئے:

"اس قوم کے امراء، پیٹو اور عیاش تھے، اور کبھی گرجا نہیں جاتے تھے۔ نماز فجر اور صلاۃ اقدس کے ادا کرنے کا انھوں نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا تھا کہ پادری، جسے چاپلوسی نے ان کی نگاہوں سے گرا رکھا تھا، ان کی خوابگاہ میں جا کر بیدار ہونے سے قبل جلد جلد نماز کے الفاظ دھرا جاتا تھا اور ان کے کانوں میں ایک لفظ بھی نہ پڑتا تھا عام باشندے ان طاقتور امراء کے پنجۂ ظلم میں پھنسے ہوئے تھے۔ ان کی جائدادیں چھین لی جاتی تھیں۔ وہ دور دراز ممالک میں جبراً بھیج دئے جاتے تھے۔ ان کی لڑکیوں کو بیچ ڈالا جاتا تھا۔ دن رات شراب کے دور چلتے

تھے اور جو برائیاں بدمستی کی رفیق ہیں، وہ ظاہر ہو ہو کر مردوں کو نامرد بناتی جاتی تھیں "۔

یورپ کی اخلاقی پستی کا اندازہ اِسی ایک واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ جب کولمبس کے ساتھی، جزائر غرب الہند سے آتشک کی بیماری اپنے ساتھ لگا لائے، تو یہ مکروہ بیماری، حیرت انگیز سرعت سے یورپ بھر میں پھیل گئی ادنیٰ، اعلیٰ، امیر غریب، اس شرمناک مرض میں مبتلا ہو گئے اور تو اور علامہ ڈریپر کے لفظوں میں "خود پاپائے مقدس حضرت لیو دہم بھی تو تاپال بیٹھے اور نیم کی ٹہنی ہلاتے ہوئے پائے گئے !"

# مسیحی یورپ کی اجتماعی حالت

رومانے اپنی جمہوریت اور شہنشاہیت، دونوں زمانوں میں ہمیشہ اس اصول پر عمل کیا تھا کہ مستحکم پلوں اور پختہ سڑکوں کے ذریعہ اپنے دور دست صوبوں کے ساتھ سریع السیر تعلقات قائم رکھے جائیں، لیکن مسیحی اقتدار کے زمانہ میں حالت یہ ہو گئی کہ یورپ بھر میں کوئی سڑک ایسی نہ تھی جو سال کا اکثر حصہ بند نہ رہتی ہو نقل و حرکت کی یہ زحمتیں اس گھٹا تاریکی اور جہالت کو اور بھی بڑھاتی اور پختہ کرتی رہیں، جس میں مسیحیت کے نام لیواؤں نے دنیا کو ڈال دیا تھا۔ حالت یہ تھی کہ اکیلا دکیلا مسافر، جان جوکھوں میں ڈالے بغیر سفر ہی نہ کر سکتا تھا، اس لئے کہ کوئی دلدل یا جنگل ایسا نہ تھا، جہاں ڈاکو اور لٹیرے موجود نہ ہوں !

مسیحی اقتدار کے زمانے میں لندن اور پیرس جیسے مرکزی شہروں کا یہ حال تھا کہ مکان، لکڑی کے تھے، جن کی درزوں پر گارا لیسا ہوتا تھا اور چھتیں، پیال یا سرکنڈوں کی تھیں۔ مکانوں میں روشن دان اور کھڑکیاں نہ ہوتی تھیں اور بہت کم مکان ایسے تھے، جن کا فرش چوبی ہو۔ دری یا قالین ایسا سامان آرائش تھا، جسے کوئی جانتا نہ تھا۔ اس کا قائم مقام، پیال تھا جس کی کچھ مقدار فرش پر بچھا دی جاتی تھی۔ گھروں میں دود کش بھی نہ ہوتے تھے۔ چولھے کا دھواں چھت کے ایک سوراخ سے باہر نکل جاتا تھا۔ بدرو ویں بالکل موجود نہ تھیں اور صفائی کا مطلق انتظام نہ تھا۔ سڑے ہوئے فضلے اور کوڑے کرکٹ کا ڈھیر دروازے پر لگا رہتا، مرد عورت اور بچے ایک ہی کوٹھری میں سوتے تھے، اور گھر کے جانور بھی اکثر اسی حجرے میں ٹھونس دئے جاتے تھے اس طوفانِ بدتمیزی میں ممکن نہ تھا کہ شرم و حیا اور اخلاق قائم رہ سکے۔ بستر بالعموم پیال کا ایک تھیلا ہوتا تھا

اور لکڑی کا ایک گول کندہ تکیے کا کام دیتا تھا!

جسمانی صفائی سے لوگ مطلق ناآشنا تھے۔ بڑے بڑے ارکان سلطنت، یہاں تک کہ کنٹربری کے لاٹ پادری کے جیسے جلیل القدر حکام اس درجہ گندے ہوتے تھے کہ ہمارے زمانے میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ عام لوگوں کا لباس چرمی ہوتا تھا، جو سالہا سال تک کام دیتا تھا اور جس میں میل برابر جمع ہوتا رہتا تھا۔ ہفتے میں جس شخص کو کھانے کے لئے ایک دفعہ گوشت مل جاتا تھا، وہ فارغ البال اور آسودہ حال سمجھا جاتا تھا۔ سڑکیں نہ تو کٹی ہوئی ہوتی تھیں نہ ان پر روشنی کا انتظام ہوتا تھا۔ رات کے وقت کوٹھریوں کے دروازے کھول دئے جاتے تھے اور کوڑا کرکٹ، ڈھول کی مت بلا تکلف باہر پھینک دیا جاتا تھا۔ جو بے چارہ شامت کا مارا رہ گزر تنگ و تاریک گلی میں سے ہاتھ میں مدھم ٹمٹاتی ہوئی لالٹین لیے گزر رہا ہوتا تھا، وہ اس لاٹش کے سیلاب سے لت پت اور شور بور ہو جاتا تھا۔

۱۴۳۰ء میں اینٹیس سلوئیس نے، جو آگے چل کر پایس دوم کے نام سے پوپ ہوا، جزائر برطانیہ کی سیاحت کی تھی۔ وہ لکھتا ہے "کسانوں کے مکان خشک چنائی کے پتھروں کے تھے، جن میں چونا نہیں لگایا گیا تھا، چھتیں، گھاس پھونس کی تھیں اور بیل کی ایک اینٹھی ہوئی کھال، دروازے کا کام دیتی تھی۔ خوراک کی قسم سے وہ ساگ پات، موٹھ مٹر یہاں تک کہ درختوں کی چھال تک کا استعمال کرتے تھے۔ بعض مقامات کے باشندے، روٹی کے نام تک سے ناواقف تھے۔ گارے سے لپے ہوئے سرکنڈوں کی کوٹھریاں، بھدے اور بے ڈھنگے ٹٹروں کے گھر، بے دود کش کی بے رونق دھواں دھار انگیٹھیاں، جوؤں، کھٹملوں اور پسوؤں سے بھرے ہوئے جسمانی و اخلاقی غلاظتستان کے بھٹ، سردی سے بچنے کے لئے اعضا کے گرد پیال کے لپٹے ہوئے مٹھے، بخار سے سسکتے ہوئے کسان کے لئے عاملوں اور سیانوں کی چارہ گری کے سوا اور کسی تدبیر کا نہ ہونا، ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے کیونکر ممکن تھا کہ آبادی ترقی کر سکے؛ اس گندگی کا نتیجہ یہ تھا کہ موت کی ہر طرف گرم بازاری تھی۔ ۱۰۳۰ء کے قحط میں انسانوں کا گوشت بیچا اور پکایا گیا ۱۲۵۸ء کے قحط میں لندن کے پندرہ ہزار باشندے بھوکوں مر گئے اور ۱۳۴۸ء کی وبا میں فرانس کی ایک تہائی آبادی موت کے گھاٹ اتر گئی۔

کلیسا کی علم دشمنی نے یورپ کو جس اسفل سافلین میں ڈھکیل دیا تھا یہ اس کی دھندلی سی تصویر ہے، لیکن کلیسا کی یہ علم دشمنی اسی زمانے ہی تک نہیں رہی، جسے بجا طور پہ یورپ کا عہد تاریک کہا جاتا ہے اور جس میں پوپ کو دنیاوی اقتدار بھی حاصل تھا، بلکہ علم کی روشنی پھیل جانے اور پوپ کے اختیارات سلب ہو جانے کے بعد بھی کلیسا علم کی بیخ کنی پہ ہمیشہ کی طرح کمر بستہ رہا، چنانچہ ۸ ستمبر ۱۸۶۴ء میں پوپ کی طرف سے ایک "مکتوب عمومی" شایع کیا گیا تھا، جس میں لکھا تھا "یہ عقیدہ نہایت ہی خطرناک بلکہ مجنونانہ ہے کہ ضمیر اور عبادت کی آزادی کا حق ہر شخص کو حاصل ہے، اور یہ کہ ہر شائستہ سلطنت میں اس فرضی حق کے اعلان وحفاظت کا ذمہ دار قانون ہونا چاہیئے!"

## اسلام کا علم سے برتاؤ

علم اور آزادئ فکر وضمیر کے ساتھ یہ مسیحیت کا برتاؤ تھا، جو پندرہ سولہ سو سال جاری رہا۔ اس کے مقابلے میں اسلامی دنیا کا کیا حال تھا؟ کیا اسلامی دنیا میں بھی علم وحکمت اور علماء وفضلاء کی بیخ کنی کا سلسلہ جاری تھا؟ کیا اسلامی دنیا میں بھی ضمیر پہ قفل چڑھائے جاتے تھے اور فکر انسانی کو جکڑ بند کیا جاتا تھا؟ کیا اسلامی دنیا میں بھی علماء وحکماء کے پیچھے خفیہ پولیس رہتی اور انھیں زندہ جلا ڈالنے کیلئے احتسابی عدالتیں بیٹھا کرتی تھیں؟

ہرگز نہیں، بلکہ اس کے برعکس اسلامی دنیا میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک مدرسوں اور کتب خانوں کا غیر منقطع سلسلہ چلا گیا تھا۔ ان گنت مسجدیں تھیں، ان گنت مسجدوں میں ان گنت مدرسے تھے، اور ان گنت مدرسوں کے ساتھ ان گنت کتب خانے تھے، کیونکہ ہر مدرسے کے لیے چھوٹے یا بڑے کتب خانے کا ہونا ضروری سمجھا جاتا تھا۔ مسجدوں میں درس وتدریس کے علاوہ علمی حلقے بھی جما کرتے تھے، اور ان حلقوں میں ہر قسم کی بحثیں پوری آزادی سے ہوا کرتی تھیں۔ دین مذہب کے نام پہ نہ کسی کو بولنے سے روکا جاتا تھا، نہ کسی کو عدالت میں گھسیٹا جاتا تھا۔ ہر عالم اپنی جگہ ایک دار العلوم تھا۔ سفر میں، حضر میں، مسجد میں، گھر میں، ہر جگہ طالبان علم اسے گھیرے رہتے تھے۔ اور وہ اپنے علم سے بےخوف وخطر سب کو پوری آزادی د

دفیاضی سے سیراب کیا کرتا تھا۔

ہاں، اسلامی تاریخ میں بھی ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ لوگوں کو الحاد و زندقہ کے الزام میں موت کے گھاٹ اتارا گیا، لیکن اول تو یہ مثالیں اتنی کم ہیں کہ انگلیوں پر گنی جا سکتی ہیں، پھر عام طور پر ایسے واقعات کے اسباب سیاسی ہوا کرتے تھے نہ کہ علمی و دینی، اگرچہ انھیں دینی رنگ ہی دے دیا جاتا تھا۔ پھر اس قسم کے تمام واقعات کا تعلق، شاعروں سے ہے یا مدعیان تصوف سے۔ علماء و حکماء سے نہیں ہے۔

اس طرح کے معدودے چند واقعات اس عام و مسلم حقیقت پر پردہ نہیں ڈال سکتے کہ مسلمان اپنی علمی رواداری میں ایسے تھے کہ آج اس "تہذیب و نور" کے زمانے میں بھی دنیا ان کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ آج وہ کون ملک ہے، جو اپنے قومی و وطنی و آئینی عقائد و مسلمات کے خلاف کوئی صدا برداشت کر سکتا ہے؟ لیکن مسلمانوں نے اپنے عقائد و مسلمات کے خلاف صدائیں ہمیشہ برداشت کیں۔ اسلامی دنیا کی حکومت، اسلام کی بنیاد پر استوار تھی۔ مسلمان ہر زمانے میں اسلام اور نبیِّ اسلام کی حرمت پر قربان ہوتے رہے ہیں، لیکن یہ کیسی عجیب رواداری ہے کہ جب مسلمان، حدیث جمع کرنے بیٹھے، تو ایسی باتیں بھی اپنی کتابوں میں جمع کر لیں، جو اسلام اور پیغمبر اسلام کی شان کے قطعی خلاف تھیں، مگر ان کے سامنے "حدیث" کے نام سے آئی تھیں، اس لئے فراخ دلی سے انھیں بھی درج کر لیا، حالانکہ ان کے کذب و بطلان سے کماحقہ، واقف تھے۔ "یہ حدیثیں" دشمنان اسلام نے گڑھی تھیں، مگر آج بھی اسلامی کتابوں میں موجود ہیں، اور بدنیت مستشرق ان سے ناجائز فائدہ اٹھانے میں برابر سرگرم ہیں!

# اسلام کے ہاتھوں علم کی سربلندی

مسلمانوں کا علم سے کیا برتاؤ رہا۔ اور مسلمانوں نے علم کی کیا خدمت کی؟ اس داستان کو، جو نہایت شاندار داستان ہے، عرب سے شروع کرنا پڑے گا، جو اسلام کا منبع اور مسلمانوں کا پہلا گہوارہ ہے۔ تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ اسلام سے پہلے عرب میں علم کا مطلقاً کوئی چرچا نہ تھا۔ بعثت کے وقت پورے عرب میں گنتی کے چند ہی آدمی معمولی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ خود پیغمبر اسلام بھی امّی محض تھے۔

لکھنا پڑھنا بالکل نہیں جانتے تھے۔ اولین مسلمانوں کی بھی یہی حالت تھی کہ ایک دو شخصوں کے سوا کوئی حرف شناس تک نہ تھا۔ ۲ھ میں جنگ بدر ہوئی اور غیر مسلم قیدیوں کی رہائی کا ایک فدیہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قرار دیا کہ چند مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔ یہ مسلمانوں کا پہلا مدرسہ تھا اب دروازہ کھل گیا دیکھتے دیکھتے پوری اسلامی دنیا ایک یونیورسٹی بن گئی اور علمی چرچوں سے گونج اٹھی۔

اسلام سے پہلے عربی زبان میں علوم کیا معنی، کوئی چھوٹی سی چھوٹی کتاب بھی موجود نہ تھی، لیکن مسلمانوں نے بہت ہی قلیل مدت میں اِس زبان کو اوّل درجے کی علمی زبان بنا دیا۔ صرف و نحو تیار کی فصاحت و بلاغت کے اصول وضع کیے، لغات مرتب کیے اور بے شمار تصنیفوں سے اِس زبان کو مالا مال کر دیا۔ یہ واقعہ ہے اور اس واقعہ سے کوئی ذی علم انکار نہیں کر سکتا کہ اٹھارھویں صدی عیسوی کے آخر تک دنیا کی کوئی زبان قدیم ہو یا جدید علمی سرمائے میں عربی زبان کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ یورپین زبانوں کی جتنی بھی پونجی ہے آخری ڈیڑھ سو سال کی پیداوار ہے۔ اس سے پہلے یورپین زبانیں فقیر تھیں، اور جو کچھ علمی سرمایہ ان کے پاس تھا عربی کتابوں کے تراجم ہی تھے۔ بلا خوفِ تردید کہا جا سکتا ہے کہ اکیلی عربی زبان میں جتنی تصانیف موجود تھیں اٹھارھویں صدی کے آخر تک دنیا بھر کی زبانوں کی مجموعی تصانیف سے کہیں زیادہ ان کی تعداد تھی!

مسلمان اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے، اور خود ان کے رسولِ حق نے اِس حقیقت کی طرف ان کی رہنمائی کی تھی کہ علم کا نہ کوئی وطن ہوتا ہے نہ دین، نہ قومیت، بلکہ علم تمام انسانوں کی عام میراث ہے اور جہاں کہیں ملے مسلمان اسے اپنی متاعِ گم گشتہ سمجھے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے علم کے لینے اور دینے میں کبھی تعصب کو راہ نہ دی۔ غیر مسلم ہندوستان، ایران، یونان کے علوم ہاتھوں ہاتھ لیے، اور یونان کے حکیم اکبر ارسطو کو "معلم اول" کا خطاب دے دیا!

## غیر مسلم محققین کی شہادتیں

لیکن مناسب ہے کہ علم سے مسلمانوں کے تعلق کا، اور مسلمانوں کی علمی خدمتوں کا بیان ہماری زبان سے نہیں بلکہ کسی غیر مسلم کی زبان سے ہو، جس پر جانب داری کا شبہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ہم یہاں مشہور

امریکن علامہ ڈریپر کی کتاب "معرکۂ مذہب وسائنس" سے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں۔ اقتباس طولانی ضرور ہے مگر نہایت مفید و دلچسپ بھی ہے:۔

"محمدؐ کی رحلت پر ایک صدی بھی نہ گذرنے پائی تھی کہ مشاہیر حکمائے یونان کی کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں ہوگیا۔ "ایلیڈ" اور "اوڈیسی" جیسی نظموں کو جو بت پرستانہ تلمیحات کی وجہ سے علم کے لئے موجب گمراہی ہوسکتی تھیں، علم دوست لوگوں کے شوق نے سُریانی زبان کا لباس پہنا دیا۔ المنصور نے اپنے عہد خلافت (۷۵۳ء ۔ ۷۷۵ء) میں حکومت کا مرکز دمشق سے بغداد میں منتقل کیا، اور نئے دار الخلافہ کو عروس البلاد بنا دیا۔ خلیفہ کا بہت سا وقت علم ہیئت کے مطالعۂ و ترقی میں صرف ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے سلطنت میں جا بجا طب اور قانون کے مدارس قائم کئے۔ اس کا پوتا، ہارون رشید ۷۸۶ء بھی اسی کے نقش قدم پر چلا چنانچہ اس کے حکم سے دولت عباسیہ کی ہر مسجد کے ساتھ ایک مدرسہ قائم کیا گیا۔ لیکن علم و حکمت کا سب سے زیادہ روشن زمانہ، جو ایشیا کے لئے سرمایۂ صد افتخار و نازش ہے، مامون رشید کا زمانہ ہے (۸۱۳ء ۔ ۸۳۲ء) مامون نے بغداد کو سائنس کا مرکز بنا دیا عظیم الشان کتب خانے قائم کئے اور اپنے دربار کو علماء و فضلاء کی مجلس بنا دیا۔

"یہ اعلیٰ درجے کا علمی مذاق اُس زمانے میں بھی قائم رہا، جب عربی سلطنت، تین جداگانہ حصوں میں تقسیم ہوگئی تھی۔ بنی عباس ایشیا میں، بنی فاطمہ مصر میں، اور بنی امیہ اندلس میں ایک دوسرے کے سیاسی رقیب تو تھے ہی لیکن علم و حکمت، اور ادب دانشا کی سرپرستی میں بھی ہر ایک کی یہی کوشش تھی کہ دوسروں پر فوق لے جائیے۔

"شعر و سخن میں عربوں نے ہر دلچسپ و نتیجہ خیز مضمون پر کتابیں لکھیں۔ انھیں ناز تھا کہ ایک اکیلے عرب نے جس قدر شاعر پیدا کئے، وہ تعداد میں دنیا بھر کے شاعروں سے زیادہ ہیں۔ سائنس میں ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے اکتساب میں انھوں نے یورپ کے یونانیوں کی نہیں بلکہ اسکندریہ کے یونانیوں کی روش اختیار کی عقل سلیم نے انھیں یہ بات سمجھا دی تھی کہ سائنس کی ترقی محض تخیل ہی سے نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اس کی ترقی کا صحیح اور یقینی ذریعہ، صحیفۂ فطرت کا عینی مطالعہ ہے وہ حکمتِ نظری پر حکمت

عملی کو ترجیح دیتے تھے، یعنی ان کے علم کی بنیاد تجربے اور مشاہدے پر تھی۔ فنِ ہندسہ و ریاضیات کو وہ استدلال و استنباط کے آلات تصور کرتے تھے۔ فنِ جبرِ ثقیل، توازنِ مائعات، فنِ مناظر و مرایا پر جو کثیر التعداد کتابیں انھوں نے لکھی ہیں، ان میں یہ دلچسپ خصوصیت پائی جاتی ہے کہ ہر مسئلہ کسی تجربے یا کسی آلۂ مشاہدہ کے ذریعے سے حل کیا گیا ہے۔ یہی خصوصیت تھی، جس نے انھیں فنِ کیمیا کا موجد بنا دیا، جس نے ان سے تقطیر (عرق کھینچنے)، تصعید (بخارات کو منجمد کرنے) تسییح (پگھلانے) اور ترویق (چھاننے) کے آلات ایجاد کرائے، جس نے فنِ ہیئت میں ان کو آلاتِ منقسم مثلاً لبنہ و اصطرلاب سے کام لینے کی ترغیب دلائی، جس نے کیمیا میں اُن سے ترازو کا استعمال کرایا، جس کے اصول سے وہ بخوبی واقف تھے، جس نے ان سے بغداد، اندلس اور سمرقند میں اجسام کے اوزان کی میزانیں اور ہیئت کے نقشے تیار کرائے جس نے ان کو علم ہندسہ، علم مثلث، علم جبر و مقابلہ اور ہندی طریقۂ اعداد نویسی میں نئے نئے نکتے پیدا کرنے کے قابل بنایا۔ یہ وہ نتائج ہیں جو ارسطو کے علمی و استقرائی طریقے کو افلاطون کی خیال آرائی پر ترجیح دینے کی بدولت ان کی کوششوں نے پیدا کیے۔

## اسلامی کتب خانے

پبلک کتب خانوں کے قیام و توسیع کے لئے کتابوں کے جمع کرنے میں نہایت اہتمام کیا جاتا تھا۔ خلیفہ مامون کی نسبت روایت ہے کہ اس کی کوششوں سے صدہا اونٹ، جو قلمی کتابوں کے پشتاروں سے لدے ہوئے تھے، بغداد میں داخل ہوئے۔ جو معاہدہ اس نے یونانی فرمانروا میکائیل سوم کے ساتھ کیا تھا، اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ قسطنطنیہ کا ایک کتب خانہ اس کے حوالے کر دیا جائے گا۔ اس طرح جو علمی خزانے مامون کے ہاتھ آئے، ان میں بطلیموس کی اس مشہور تصنیف کا ایک نسخہ بھی تھا، جو اس نے سیّار و ثوابت ستاروں کی ہندسانہ ساخت پر لکھی تھی۔ اس کا ترجمہ خلیفہ کے حکم سے فوراً عربی زبان میں کیا گیا اور ترجمے کا نام مجسطی رکھا گیا۔

جو کتابیں اس طور پر جمع کی گئیں، ان کی کثرتِ تعداد کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ قاہرہ کے

کتب خانۂ فاطمیہ میں ایک لاکھ نسخے، جن کا خط نہایت پاکیزہ اور جلدیں بہت خوشنما تھیں، موجود تھے۔ ان میں سے چھ ہزار پانچ سو نسخے فقط ہیئت اور طب پر تھے۔ اس کتب خانہ کے قواعد کے بموجب اُن طالب علموں کو جو قاہرہ میں مقیم تھے، کتابیں مستعار مل سکتی تھیں۔ کتب خانے میں زمین کے دو کُرے بھی تھے۔ ایک تو ٹھوس چاندی کا تھا۔ دوسرا پیتل کا تھا۔ پیتل کے کرے کی نسبت مشہور تھا کہ اسے بطلیموس نے بنایا تھا۔ چاندی کے کُرے پر تین ہزار دینار لاگت آئی تھی۔

"خلفائے اندلس کے عظیم الشان کتب خانہ کے نسخوں کی تعداد رفتہ رفتہ چھ لاکھ ہو گئی تھی۔ اس کی فہرست ہی چوالیس کتابوں پر مشتمل تھی۔ اس شاہی کتب خانہ کے علاوہ اندلس میں ستر سرکاری کتب خانے ایسے تھے، جن میں ہر شخص جا کر اپنی معلومات بڑھا سکتا تھا۔ خاص خاص اشخاص کے پاس بعض دفعہ کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ ہوتا تھا۔ ایک طبیب کی نسبت روایت ہے کہ جب سلطان بخارا نے اسے بلا بھیجا۔ تو اس نے جانے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اس کی کتابوں کی بار برداری کے لئے چار سو اونٹوں کی ضرورت ہے[1]!

ہر بڑے کتب خانہ میں ایک سررشتہ نقل و ترجمے کا ہوتا تھا۔ تراجم بھی بسا اوقات بعض اشخاص اپنے ذاتی اہتمام سے مرتب کر لیتے تھے[2]۔ چنانچہ ایک نسطوری طبیب حنین نامی نے اس قسم کا دفتر بغداد میں قائم کر رکھا تھا (۸۵۰ء)۔ یہ شخص ارسطو، افلاطون، بقراط، جالینوس اور دوسرے مشاہیر یونان کی کتابوں کے تراجم شائع کرتا تھا۔ تراجم کے علاوہ جدید تصانیف کا بازار بھی ہر طرف گرم تھا.... تصنیف کا طریقہ یہ تھا کہ دارالعلموں کے حکام اساتذہ کو مقررہ موضوعوں پر کتابیں لکھنے کے لئے مامور کرتے تھے۔ ہر خلیفہ کے دربار کا وقائع نویس علیحدہ ہوتا تھا۔ قصص و حکایات کے متعلق الف لیلہ جیسی کتابوں کا وجود عربوں کی قوت متخیلہ کا پتہ دیتا ہے۔ قصوں اور افسانوں کے علاوہ انواع و اقسام کے دوسرے مضامین پر بھی کتابیں تصنیف کی جاتی تھیں۔ مثلاً تاریخ، اصول فقہ، سیاست، فلسفہ وغیرہ۔ سوانح عمریاں نہ صرف جلیل القدر اشخاص کی بلکہ مشہور گھوڑوں اور اونٹوں تک کی لکھی جاتی تھیں۔ کتابوں کی

[1] یہ شیخ الرئیس ابن سینا تھے۔ [2] مثلاً آل نوبخت اور برامکہ

اشاعت میں کسی قسم کی مزاحمت یا ممانعت، حکومت کی طرف سے نہ ہوتی تھی، اور ان کے مضامین میں پبلک مفاد کے بہانے کسی قسم کی ترمیم نہ ہوتی تھی۔ جغرافیہ، شمار و اعداد، طب، تاریخ، غرض ہر مضمون کی ایک جامع لغات موجود ہو گئی، یہاں تک کہ ان کے خلاصے بھی تیار کر لئے گئے، چنانچہ محمد ابو عبداللہ کی تصنیف "دائرۃ المعارف" اس صنعت کی ایک ممتاز مثال ہے۔ کتابوں میں جو کاغذ لگایا جاتا تھا اس کی صفائی و سفیدی کا خاص طور سے خیال رکھا جاتا تھا۔ رنگا رنگ روشنائیوں کی تیاری میں بہت کچھ اہتمام کیا جاتا تھا اور کتابوں کے عنوان کو مطلا و مذہب کرنے اور طرح طرح کے نقش و نگار سے زینت دینے میں نہایت دیدہ ریزی، ہنر آفرینی اور کمال خوش سلیقگی کا ثبوت دیا جاتا تھا"

"غرض دنیائے اسلام میں علوم و فنون کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ منگولیا، تاتار، ایران عراق، شام، مصر، شمالی افریقہ، مراکش، فاس اور اندلس میں کثرت سے درس گاہیں موجود تھیں۔ دولت روما کا رقبہ باں ہمہ عظمت و جبروت اتنا نہ تھا، جتنا اس عربی سلطنت کا تھا۔ اس عظیم الشان سلطنت کے ایک کنارے پر سمرقند کا مشہور مدرسہ اور رصدگاہ تھی اور دوسرے کنارے پر اندلس کا شہرۂ آفاق مینار رصد آسمان سے ہم کلام تھا۔

"مدارس و مکاتب کی نگرانی بڑی فراخ دلی سے بعض دفعہ نسطوری عیسائیوں اور بعض دفعہ یہودیوں کے سپرد کی جاتی تھی۔ کسی شخص کو کسی خدمت جلیلہ پر فائز کرتے وقت حکومت کو یہ خیال نہ ہوتا تھا کہ وہ کس قوم سے تعلق رکھتا ہے یا اس کے مذہبی عقائد کیا ہیں، بلکہ محض اس کی علمی قابلیت کا لحاظ کیا جاتا تھا۔ مامون الرشید کا مقولہ تھا "اہل علم و فضل، خدا کے برگزیدہ بندے ہیں جنھوں نے اپنی زندگی اپنے قوائے عقلی و ادراکی ترقی کیلئے وقف رکھی ہے۔ وہ اپنے ابنائے جنس کو حکمت و دانش کے نکتے سکھاتے ہیں، اس لئے وہ نظام دنیا کے شیرازہ بند اور محفل کون و فساد کی شمع ہیں۔ اگر ان کی ہدایت چراغ راہ نہ ہو، تو اہل دنیا پر اسی جہالت و وحشت کی ظلمت پھر چھا جائے جو پہلے چھائی ہوئی تھی!"

"مدرسہ طبیہ قاہرہ کے طرز عمل کی تقلید نے دوسرے طبی مدارس میں بھی یہ قاعدہ جاری کرا دیا کہ زمانہ تعلیم کے اختتام پر طلبہ کا نہایت سختی کے ساتھ امتحان لیا جائے اور کامیاب ہونے پر انھیں مطب

کرنے کی سند دی جائے۔ یورپ کا پہلا طبی مدرسہ وہ تھا جسے عربوں نے اٹلی کے شہر سرنو میں قائم کیا، اور پہلی رصدگاہ جو یورپ کو نصیب ہوئی، وہ اموی خلفا کی سرپرستی میں بمقام اشبیلیہ (اسپین) قائم ہوئی۔

# مسلمانوں کے علمی کمالات

"اگر ہم اس عظیم الشان علمی تحریک کی جزئیات سے بحث کریں، تو اس کتاب کا حجم حد سے زیادہ بڑھ جائے گا، لہٰذا ہم صرف اس اجمال پر اکتفا کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے قدیم علوم و فنون میں بہت کچھ اضافے کیے، اور نئے نئے علوم ایجاد کیے۔ انھوں نے حساب کے ہندی طریقے کو رواج دیا، جس میں تمام رقمیں بڑی خوبصورتی سے دس اعداد کے ذریعہ سے اس طرح ظاہر کی جاتی ہیں کہ ہر عدد کی اول تو ایک قیمت مطلق مقرر کر دی گئی ہے اور اس کے بعد ایک قیمت اعتباری ہے، جو بلحاظ موقع یا مرتبہ پیدا ہو جاتی ہے اور ساتھ ہی ہر طرح کے اندازے کے لئے سہل اور سادہ قاعدے بنا دئے گئے ہیں۔ جبر و مقابلہ یا بالفاظ دیگر ہمہ گیر ریاضی، وہ طریقہ ہے جس کے ذریعے سے مقادیر غیر معینہ کی تعیین یعنی ان تعلقات کی دریافت ہو سکتی ہے، جو ہر قسم کی مقادیر کے درمیان قائم ہوں، خواہ ان مقادیر کا تعلق علم حساب سے ہو، خواہ علم ہندسہ سے۔ اس طریقے کا موہوم سا خیال 'ڈایوفنٹس' کو پیدا ہوا تھا، جسے عربوں نے ترقی دے کر اس حد کمال تک پہنچایا۔ جبر و مقابلے میں محمد بن موسیٰ نے مساوات درجہ چہارم اور عمر بن ابراہیم نے مساوات درجہ سوم کے حل کرنے کا عمل دریافت کیا۔ عربوں ہی کی مساعی سے علم مثلث نے اپنی موجودہ شکل اختیار کی۔ انھوں نے جیب مستوی کے بجائے، جس کا اول استعمال ہوتا تھا، اوتار کو اس فن میں داخل کیا اور اسے ترقی دے کر ایک مستقل فن کی حیثیت عطا کی۔ موسیٰ نے جس کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں، علم مثلث کروی پر ایک رسالہ لکھا، اور البغدادی کا ایک رسالہ مساحت پر موجود ہے، جس میں اس فن کے متعلق یہاں تک واقفیت بہم پہنچائی گئی ہے کہ بعض یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ اس موضوع پر اقلیدس کا جو مقالہ گم ہو گیا تھا، البغدادی کا رسالہ اسی کی نقل ہے!

"علم ہیئت میں انھوں نے نہ صرف تاروں کی فہرستیں تیار کیں بلکہ اس حصہ آسمان کے نقشے بھی تیار

کئے، جوان کے پیشِ نظر تھا۔ بڑے بڑے تاروں کے انھوں نے عربی نام بھی رکھے اور آج تک یہ تارے انھی ناموں سے مشہور ہیں۔ انھوں نے سطح زمین کے ایک درجے کی پیمائش کر کے اس کی جسامت دریافت کی۔ طریق الشمس کا اعوجاج معلوم کیا۔ آفتاب و ماہتاب کی صحیح میزانیں شائع کیں۔ سال کی مدت مقرر کی۔ استقبال اعتدالین کی توثیق و تصدیق کی۔ لیپلس نے البتانی کے "رسالۂ علم کواکب" کا ذکر ادب و احترام سے کیا ہے اور حاکم بامر اللہ خلیفۂ مصر (۱۰۰۰ء) کے دربار کے مشہور ہیئت داں ابن یونس کی ایک عالمانہ تصنیف کے بعض بچے بچائے اجزا کا بھی حوالہ دیا ہے جس میں المنصور عباسی کے زمانے سے لے کر اُس وقت تک مختلف مشاہدات فلکی، مثلاً کسوف و خسوف، نقاط اعتدال لیل و نہار، نقاط انقلاب صیفی و شتوی، قران سیارگان و احتجاب کواکب کے نتائج مندرج ہیں۔ ان رصدی نتائج نے نظام عالم کے بڑے بڑے تغیرات پر بہت کچھ روشنی ڈالی ہے۔ اس کے علاوہ عرب ہیئت دانوں نے آلاتِ ہیئت کی ترکیب و تکمیل پر بہت سا وقت صرف کیا۔ وقت کا اندازہ لگانے کے لیے مختلف قسم کی پانی اور دھوپ کی گھڑیاں ایجاد کیں، اور سب سے پہلے اس مقصد کی تکمیل کے لئے "پنڈلم" یعنی رقّاصِ ساعت انھی نے ایجاد کیا۔

"عملی علوم میں، جن کا مدار تجربے پر ہے، علم کیمیا کا سہرا انھی کے سر ہے۔ انھوں نے اس فن کے بعض نہایت ہی اہم میادہ دریافت کئے، مثلاً گندھک کا تیزاب، شورے کا تیزاب اور الکحل۔ اِس فن سے انھوں نے طب میں بھی کام لیا، اور سب سے اول ادویاتِ مفردہ و مرکبہ کی قرابادینیں شائع کیں، اور ان میں معدنی نسخے بھی شامل کئے۔ علم جرثقیل کی ماہیت سے بھی وہ نابلد نہ تھے۔ جر ثقیل کی قوتوں کے مسئلے کا انھیں اچھی طرح علم تھا۔ علم توازن مایعات میں جو ترقی انھوں نے کی، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اجسام کے اوزان مخصوص کی میزان مرتب کر کے پانی میں اجسام کے ڈوبنے میں اور تیرنے کے مالہ و ماعلیہ پر انھوں نے مبسوط بحثیں لکھیں۔ فن مناظر و مرایا میں انھوں نے یونانیوں کی اس غلط فہمی کو درست کیا کہ شعاع نور آنکھ سے نکل کر شئی مرئی پر پڑتی ہے۔ اس کے بجائے انھوں نے اس مسئلے کو رواج دیا کہ شعاع شئے سے چل کر آنکھ میں داخل ہوتی ہے۔ واقعۂ انعکاس و انعطاف ضیا کی ماہیت کا انھیں پورا علم تھا۔

"اِس علمی مستعدی کا اثر اُس ترقی میں صاف نظر آتا ہے جو صنعت و حرفت کے متعدد فنون میں

جلد جلد ہونی شروع ہوئی۔ فن فلاحت میں آب پاشی کے طریقے پہلے سے بہتر ہو گئے، کھاد کا استعمال ہنر اور سلیقے کے ساتھ کیا جانے لگا۔ چوپایوں کی افزائش نسل کے متعلق قیمتی نکتے معلوم ہو گئے۔ دیہی قوانین کا ضابطہ، کاشتکاری اور مزارعین کے حقوق کے لحاظ سے بہت زیادہ کامل و مکمل ہو گیا۔ جن کھیتوں میں پہلے دھان کی کاشت نہ ہوتی تھی وہاں اب اس کی پیداوار بھی ہونے لگی۔ سلطنت میں جابجا ریشم، روئی اور اون کے کپڑے کے کارخانے قائم ہو گئے۔ قرطبہ اور مراکش میں چرم سازی و کاغذ سازی کا کام شروع ہو گیا۔ معدنوں پر کام ہونے لگا۔ مختلف دھاتیں ڈھلنے لگیں۔ طلیطلہ میں ایسے ایسے فولادی خنجر اور تلواریں تیار ہونے لگیں کہ ایک دنیا ان کا لوہا ماننے لگی۔

"شاعری اور موسیقی پر عرب فریفتہ تھے۔ شطرنج کا کھیل یورپ نے عربوں سے سیکھا اور قصص و حکایات اور خیالی مضامین کا شوق بھی جو اہل یورپ میں اس قدر پایا جاتا ہے، عربوں ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ فن ادب کی ان شاخوں میں جو محض تفریح اور دل بستگی ہی کا ذریعہ نہیں بلکہ شانِ ثقاہت و متانت لئے ہوئے ہیں، ان کی فکر سلیم داد نکتہ آفرینی دیتی تھی۔ دنیا کی ناپائداری، لامذہبی کے نتائج، قسمت کی گردش، عالم کی ابتدا اس کی میعاد اور اس کا خاتمہ، وہ مضامین ہیں، جن پر انھوں نے لطیف اور نتیجہ خیز کتابیں لکھی ہیں۔

"بعض دفعہ ہمیں تعجب ہوتا ہے جب ہماری نگاہ ایسے خیالات پر جا پڑتی ہے جن کی نسبت از راہ تفاخر ہم یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ ان خیالات کے موجد ہونے کا شرف ہمی کو حاصل ہے، مثلاً ایک مسئلہ ارتقا ہی کو لیجئے جسے ہم اکتشاف جدید سمجھتے ہیں۔ اس مسئلے کی تعلیم ان کے مدارس میں دی جاتی تھی اور ہم تو خیر پھر بھی اس کے محدود معنی لیتے ہیں۔ وہ ہم سے بھی ایک قدم آگے بڑھے ہوئے تھے اور غیر عضوی اجسام یعنی جمادات تک کو اس کے حیز عمل میں داخل سمجھتے تھے۔ رسائن یعنی کیمیا سازی کا اصلی راز، فلزاتی اجسام کے ارتقائے فطری میں مرکوز تھا۔ الخزاینی جس نے بارھویں صدی عیسوی کا زمانہ پایا ہے، لکھتا ہے "جب عوام فلاسفہ طبیعیین کو یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ سونا ایک جسم ہے جو درجۂ کمال کو پہونچ گیا ہے تو انھیں یقین کامل ہو جاتا ہے کہ سونا ایک ایسی چیز ہے جو اور دھاتوں

کی شکل یکے بعد دیگرے اختیار کرتا ہوا ایک زمانہ دراز کے بعد اس حالتِ کمال کو پہنچا ہے یعنی ابتدا میں یہ سیسہ تھا پھر رانگ ہو گیا اس کے بعد پیتل ہوا۔ پھر چاندی ہوا اور چاندی سے ترقی کر کے سونا بن گیا۔ ان جہلاء کو یہ معلوم نہیں کہ فلاسفہ طبیعیین کا یہ قول کہ سونا ایک ترقی یافتہ جسم ہے قریب قریب ان کے اس قول کے ہم معنی ہے کہ انسان اپنی فطرت اور ترکیب جسمانی کے لحاظ سے قدرت کی قوتوں کے اعتدال کا مرکز ہے ظاہر ہے کہ اس سے ان کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ آدمی پہلے بیل تھا۔ پھر گدھے کی شکل میں تبدیل ہوا۔ پھر گھوڑے بن گیا۔ اس کے بعد بندر کے قالب میں ظاہر ہوا اور سب سے آخر میں انسان بن گیا!"

## مؤرخ گبن کا اعتراف

مسلمانوں کی سرپرستیِ علوم و فنون کا تذکرہ کرتے ہوئے مشہور مؤرخ، گبن لکھتا ہے "صوبوں کے خود مختار امیر بھی علم و ہنر کی سرپرستی میں شاہانہ اقتدارات برتتے تھے اور ان کی رقیبانہ مسابقت نے علمی مذاق کی ترویج میں غیر معمولی حصہ لے کر سائنس کے نور کو سمرقند و بخارا سے لے کر فاس اور قرطبہ تک پھیلا دیا۔ ایک سلطان کے وزیر نے ایک دفعہ ایک لاکھ اشرفیاں اس غرض سے وقف کر دیں کہ اس سرمائے سے بغداد میں ایک کالج قائم کیا جائے اور اس کالج کے مصارف کے لیے پندرہ ہزار سالانہ کا دوامی عطیہ مقرر کر دیا[۱]۔ تعلیم کے فیضان سے عوام و خواص کو یکساں بہرہ اندوز ہونے کا موقعہ دیا جاتا تھا۔ وزیر کا بیٹا اور ایک ادنیٰ درجے کے موچی کا بیٹا پہلو بہ پہلو بیٹھ کر استاد سے سبق لیتے تھے۔ طالب علموں کی تعداد ایک ایک دار العلم میں چھ چھ ہزار تک پہنچی ہوئی تھی جن کی جماعتوں کو باوقات مختلف تعلیم دی جاتی تھی نادار طلبہ کے لیے معقول وظائف مقرر تھے اور اساتذہ کو بیش قرار تنخواہیں ملتی تھیں۔ ہر شہر میں عربی زبان کی تصانیف کے نقل اور جمع کرنے کے لئے طالبان علم کا شوق اور اہل دول کا نمود ہر وقت سرگرمی سے مصروف تھا۔"

## علامہ لیبان کی شہادت

شہرۂ آفاق فرانسیسی علامہ لیبان "تمدن عرب" میں لکھتا ہے "یورپ کی یونیورسٹیاں چھ سو برس تک

[۱] نظام الملک طوسی جس نے بغداد میں دار العلوم "نظامیہ" قائم کیا تھا۔

عربی کتابوں کے تراجم پر زندہ رہیں وہ عرب ہی ہیں جنھوں نے یورپ کو علم، اخلاق، تہذیب کی راہیں دکھائیں نظری علوم میں انہماک و توغل کے ساتھ عربوں نے اِن علوم سے صنعت و حرفت میں بھی پورا کام لیا۔ ان کے علوم نے صنعتوں کو درجۂ کمال تک پہنچادیا۔ ہم ان کے اکثر طریقوں سے واقف نہیں ہیں، لیکن ان طریقوں کے نتیجے ہمارے سامنے ہیں۔ مثلاً ہم جانتے ہیں کہ وہ کانیں کھودتے اور ان سے گندھک تانبہ، لوہا، چاندی، سونا نکالا کرتے تھے۔ صبّاغی کے فن میں انھیں حیرت انگیز مہارت حاصل تھی۔ فولاد کے بجھانے میں انھوں نے اور زیادہ کمال حاصل کیا تھا۔ اس کمال کا بہترین زندہ ثبوت، صفائح طیطلہ ہیں پھر کپڑا بننے، حقیبار بنانے، کھال کی دباغت کرنے اور کاغذ بنانے میں ان کی شہرت، دنیا بھر میں عام تھی غرض انھوں نے بہت سی صنعتوں میں ایسا کمال حاصل کیا تھا جس کی مثال آج بھی نہیں ملتی۔ عرب تہذیب، بلاشبہ تاریخ انسانی کا محیر العقول معجزہ ہے!"

## فرانس میں عربوں کی شکست کا نتیجہ

ایک اور فرنچ عالم، ہنری دی تنامیوں لکھتا ہے" چارلس مارٹل کی فیصلہ کن فتح، فرانس میں عرب پیش قدمی ہمیشہ کے لئے روک نہ دیتی، تو فرانس، عہد تاریک کی وحشیانہ بربادیوں اور ہولناک مذہبی خونریزیوں سے ضرور بچ جاتا۔ اس فتح نے فرانس ہی کو تباہیوں کے حوالے نہیں کردیا بلکہ محاکمِ احتساب کی صورت میں اسپین کی پیشانی پر بھی کلنگ کا ٹیکا لگادیا اور دنیا کی تہذیب پورے آٹھ سو سال پیچھے رہ گئی اس وقت ہمارے پاس جو کچھ بھی متاع ہے، ہماری تہذیب، ہمارے علوم، ہماری صنعتیں، اس سب میں ہم براہ راست عربوں ہی کے احسان مند ہیں۔ عرب آٹھ سو سال تک، کمالِ انسانی کا شاندار نمونہ رہے ہیں یہ اس زمانے کی بات ہے، جب ہم جہل و وحشت کا بدترین نمونہ تھے!"

## ایچ۔ جی۔ ولز کی شہادت

ایچ، جی، ولز اپنی شہرۂ آفاق تاریخ میں لکھتا ہے "اسلامی تمدن، مغربی تمدن کا پیش رو ہے، بصرے

کوفے بغداد، قاہرہ، قرطبہ کی یونیورسٹیاں علم وحکمت کے مرکز تھیں اور تمام جہان میں نور پھیلا رہی تھیں یورپ میں عربی فلسفہ اسپین کی راہ سے داخل ہوا اور پیرس، آکسفورڈ اور شمالی اٹلی کی یونیورسٹیوں پر چھا گیا۔ اس عربی فلسفے نے، جس میں ابن رشد کو خاص خصوصیت حاصل ہے، یورپین ذہن کی کایا پلٹ دی۔ طب میں مسلمانوں نے جو ترقی کی یونان اس کے پاسنگ کو بھی نہیں پہنچا مسلمانوں کا طریقِ علاج ہمارے زمانے کے طریقِ علاج ہی کی طرح تھا اور ہم ابھی تک ان کے بہت سے نسخوں سے کام لے رہے ہیں۔ جراحی میں عرب بھی کلورافارم سے کام لیتے تھے، لیکن اس کے مقابلے میں ہمارا مسیحی کلیسا طب کو حرام قرار دے رہا تھا اور جھاڑ پھونک ہی کو ذریعۂ شفا سمجھا کرتا تھا!"

غیر مسلم اہل علم کے قلم سے مسلمانوں کی علمی سرگرمیوں کا یہ ایک ہلکا سا خاکہ ہے، اور اس خاکہ سے بھی ہر آدمی با آسانی سمجھ لے سکتا ہے کہ علم سے مسلمانوں کا شغف کس قدر سچا، کس قدر گہرا کس قدر ہمہ گیر تھا، لیکن اس شغف پر — جو بظاہر نہایت عجیب اور قدیم دنیا میں بے مثال ہے — کسی ایسے شخص کو تعجب نہیں ہو سکتا جو اسلام سے واقفیت رکھتا ہے۔ مسلمانوں میں علم سے جو بے اندازہ محبت پیدا ہوئی، اس کا سبب صرف اسلام ہے، کیونکہ دوسرے تمام دینوں کے برخلاف اسلام علم وتفکر، تدبر وتامل کا دین ہے۔ اسلام کی اپیل ہمیشہ "اولی الالباب" سے رہی ہے۔ اسلام نے طلبِ علم ہر مسلمان پر، مرد ہو یا عورت، واجب کر دی ہے اور اسلام میں جہل سے زیادہ مذموم کچھ نہیں۔

## اسلام کا پہلا اعلان

اسلام نے دنیا میں قدم رکھتے ہی جو پہلا اعلان کیا، وہ کیا تھا؟ ایک سے زیادہ اعلان ہو سکتے تھے توحید کا اعلان، رسالت کا اعلان، عبادتِ الٰہی کا اعلان، مکارمِ اخلاق کا اعلان، انسانی حقوق کا اعلان، مگر اسلام کے اولین اعلان میں اس قسم کی کوئی بات نہ تھی۔

پھر اسلام کا اولین اعلان کیا تھا؟ غیر مسلم سن کر ضرور حیرت سے دانتوں میں انگلی داب لیں گے اسلام کا اولین اعلان محض علم کی برتری وضرورت کا اعلان تھا اور یہ اعلان ہر لحاظ برحق ودرست

تھا اس لئے کہ علم نہ ہو تو نہ دین کا کوئی معاملہ کما حقہ استوار ہو سکتا ہے نہ دنیا کا۔ اسلام نے ظاہر ہوتے ہی نہایت پرزور انداز میں اعلان کر دیا کہ علم کو سینہ بسینہ نہیں، زبانوں میں نہیں، کانا پھسی اور سرگوشیوں میں نہیں، اسرار اور رموز میں نہیں، چھو منتروں میں نہیں، ٹونوں ٹوٹکوں میں نہیں، بلکہ کھلے خزانے ڈنکے کی چوٹ پر برملا ہونا چاہیئے، تاکہ اس کی تحصیل ہر آدمی کے امکان میں ہو۔ سب کے لئے مباح ہو۔ پڑھنا پڑھانا، ہر انسان کا مسلّم حق ہو۔ امیر کا بھی۔ غریب کا بھی۔ برہمن کا بھی شودر کا بھی۔ اسرائیلی کا بھی غیر اسرائیلی کا بھی۔ عربی کا بھی عجمی کا بھی۔ پوپ کا بھی اور ہماشما کا بھی!

اسلام کے سب سے پہلے اعلان کا سب سے پہلا لفظ، جو دنیا نے سنا بظاہر کیسی حیرت انگیز بات ہے —— وہ "اقرأ" تھا حالانکہ اس خداوندی بول کے اوّلین مخاطب محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اُمی محض تھے ایک ان پڑھ سے پڑھنے کا مطالبہ بے معنی معلوم ہوتا ہے، مگر نہیں۔ یہ مطالبہ اس لئے ہوا کہ محمدؐ اُمی کے ذریعہ جو وحیٔ الٰہی، دنیا کے رشد و ہدایت کے لئے آرہی ہے وہ "کتاب" ہوگی، یعنی لکھی جائے گی، "قرآن" ہوگی یعنی پڑھی جائے گی۔ ایسی کوئی بات نہ ہوگی، جو صرف زبانوں سے کہی جاتی اور کانوں سے سنی جاتی ہے[1] "اقرأ" کا مطالبہ اس لئے ہوا کہ تحریر و کتابت کی ضرورت و اہمیت، دنیا پر روشن ہو جائے اور علم کو سینوں سے نکال کر کتابوں کی امانت میں دینے کی راہ کھلے۔ "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ، عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ"!

یہ ہے اسلام کا اوّلین اعلان، اور یہ اعلان، انسانی تاریخ کا سب سے بڑا واقعہ ہے نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ تمام انسانوں کو اس پر زیادہ سے زیادہ فخر کرنا چاہیئے۔

اسلام کا یہ اعلان، منطقی ترتیب کے لحاظ سے بھی بہت عجیب ہے، انسان ایک وجود ہے یعنی موجود نہ تھا پھر موجود ہوا اسی لئے سب سے پہلے نعمتِ تخلیق کا ذکر کیا گیا، لیکن نعمتِ تخلیق عظیم ہونے پر بھی تنہا انسان کا حصہ نہیں۔ تمام مخلوقات اس نعمت میں انسان کی شریک و سہیم ہیں۔

---

[1] دوسرے بڑے مذاہب کی صحیفوں کے نام اس مفہوم سے خالی ہیں "وید" کے معنی محض علم ہیں "توراۃ" کے معنی، شریعت یا قانون اور "انجیل" کے معنی بشارت ہیں۔

پھر وہ کون نعمت ہے، جس سے صرف انسان سرفراز ہوا ہے اور جس میں کسی مخلوق کی شرکت نہیں وہ نعمت بلاشبہ علم ہے۔ علم ہی وہ نعمتِ عظمیٰ ہے، جو صرفِ انسان کو بخشی گئی ہے، مگر کون علم؟ خرافات، توہمات اساطیر نہیں، جن پر جہل کی انگلیوں نے علم کی چھاپ لگا دی ہے۔ وہ علم بھی نہیں، جس کے مدعی کاہن وساحر احبار ورہبان، پروہت اور پانڈے، عامل اور سیانے رہے ہیں، کیونکہ جس چیز کا نام انھوں نے علم رکھ چھوڑا ہے، علم نہیں ہے۔ کچھ رموز واسرار ہیں، غیر مفہوم الفاظ ہیں، ٹونے ٹوٹکے ہیں، جنتر منتر ہیں، نہ سمجھ میں آنے والی بولیاں ہیں، چھپی چھپی، ڈھکی ڈھکی باتیں ہیں، جو نہ سب کے سامنے کہی جاتی ہیں نہ سب کو بتائی سکھائی جاتی ہیں۔ ان کی "بڑائی" اور ان کا "اثر" بس اسی میں ہے کہ سینوں میں بند رہیں اور سرگوشیوں میں آگے بڑھیں

اسلام نے، دنیا میں قدم رکھتے ہی ببانگ دہل اعلان کر دیا کہ یہ "علم" وہ علم نہیں ہے، جو انسان پر خدا کی منتِ کبریٰ ونعمتِ عظمیٰ ہے، بلکہ علم وہی ہے، جو راز نہیں بنتا قلم وکتابت سے ثبت ومدوّن ہوتا ہے اور جسے ہر آدمی جب چاہے حاصل کر سکتا اور پرکھ سکتا ہے۔ وہ چیز علم کیونکر ہو سکتی ہے جو ظاہر ہونے سے روشنی میں آنے سے، لکھی پڑھی پرکھی جانے سے بچتی، بدکتی، ڈرتی ہے؟ یقیناً یہ چیز، علم نہیں ہو سکتی۔ علم کے نام سے جہل ہو سکتی ہے۔ مکر ودجل ہو سکتی ہے۔ اسلام نے اُسی علم کو انسان پر خدا کا سب سے بڑا احسان بتایا ہے جو تحریر میں آنے سے گریز نہیں کرتا، جسے لکھ کر تمام دنیا کے سامنے سورج کی روشنی میں رکھا جا سکتا ہے اور جس کی زبانِ حال، چیلنج دیتی رہتی ہے کہ آؤ اور مجھے پرکھو۔ دیکھو میں کندن ہوں یا ملمع کیا ہوا پیتل!

قرآن نے یہی نہیں کیا کہ حقیقی علم کو مصنوعی وفرضی علم سے الگ کر دیا، بلکہ نعمتِ علم کو، نعمتِ تخلیق سے کہیں زیادہ برتر وافضل دکھایا ہے۔ دیکھیے تو کیا ارشاد ہوتا ہے:۔ "اقرأ باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق" نعمتِ تخلیق عام ہے، جس میں انسان اور تمام مخلوقات برابر کے شریک ہیں اس لیے اس نعمت کو محض "رب" کی طرف منسوب کیا، لیکن اس کے بعد ہی کلمۂ خطاب کو دہرا کر فرمایا "اقرأ وربك الاکرم الذی علم بالقلم، علم الانسان مالم یعلم" اس مکرر "اقرأ" میں نعمت علم کو نہ "رب" کی طرف منسوب کیا، نہ "ربِ کریم" کی طرف بلکہ "ربِ اکرم" سے اسے نسبت دی تاکہ معلوم ہو جائے کہ علم کی نعمت، وہ نعمت ہے، جو از حد کرم والے پروردگار کا کرم ہے۔ محض رب کا کرم نہیں ہے

"رب اکرم" کا کرم ہے اس لئے سب سے بڑا کرم ہے، اور واقعی ظلوم و جہول انسان پر اس سے بڑا اکرم اور کیا ہو سکتا ہے کہ علم و معرفت کا سورج اس پر درخشاں ہو گیا جس کے نور کی نہ کوئی حد ہے اور نہ وہ کبھی ختم ہونے والا ہے!

"رب اکرم" فرما کر علم کی عظمت و اہمیت پوری طرح واضح کر کے یہ بھی صاف کر دیا کہ قلم و تحریر کے ذریعہ انسان کے علم کو جو وسعت و فراوانی بخشی گئی ہے اس کا اندازہ کرنا کسی کے بس میں نہیں۔

"علم الانسان مالم یعلم"

شروع شروع انسان حیوان سے ممتاز نہ تھا، شکار مارتا اور کھاتا تھا۔ غاروں، بھٹوں میں راتیں بسر کرتا تھا، اور درندوں سے لگاتار لڑائی میں مشغول تھا، مگر آہستہ آہستہ اس کا علم بڑھا، جو "رب اکرم" نے اس کے خمیر میں رکھ دیا تھا، اور آج وہی انسان جو پہلے کبھی نہایت کمزور مخلوق تھا خشکیوں پر، پانیوں پر، ہواؤں پر حکومت کر رہا ہے۔ علم کے ہاتھ انسان کو کل کہاں لے جائیں گے؟ کون پیشین گوئی کر سکتا ہے؟ "رب اکرم" ہی جانتا ہے کہ اس کی یہ بخشش انسان کو کہاں پہنچانے والی ہے! چاند تو خیر زمین سے بہت قریب ہے، انسان، سیاروں کو بھی مسخر کر لینے کا خواب دیکھ رہا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے "رب اکرم" کا کرم اکبر علم کسی دن سیاروں کا بھی انسان کو مالک بنا دے۔ اور اس یادگار و عجیب دن، انسان، قرآن مجید میں یہ ارشاد پڑھ کر حیران و ششدر رہ جائے۔ "وسخر لکم ما فی السموٰت وما فی الارض جمیعا منہ"

دیکھا آپ نے، اسلام کی نظر میں علم کا مرتبہ کیا ہے یہ بھی یاد رہے کہ غیر مسلم دنیا نے علم کو کس نظر سے دیکھا، اور علم سے کیا برتاؤ کیا؟ قرآن میں اگر سورۂ علق کی ابتدائی چار آیتوں کے سوا علم کی فضیلت میں اور کچھ نہ کہا جاتا، تو بھی کافی و وافی تھا، لیکن قرآن میں بار بار علم کی عظمت و اہمیت کو نہایت دل کش پیراؤں میں پیش کیا گیا ہے، اور تحصیل علم پر انسانوں کو راغب کیا گیا ہے۔

## انسان کی فرشتوں پر فضیلت

اولین انسان، حضرت آدم کا قصہ بھی حقیقت میں ہی علم کی فضیلت و برتری کا بیان ہے۔

طہر و تقدس، عصمت و عفاف، عبادت و ریاضت کیسی محبوب صفتیں ہیں، کتنی مطلوب صفتیں ہیں فرشتے ان صفتوں سے بدرجۂ اتم متصف ہیں، فرشتے اپنی جبلت ہی میں نیک ہیں، شر کا ارادہ بھی نہیں کر سکتے، لیکن فرشتوں جیسی برگزیدہ مخلوق پر ایک ایسی مخلوق کو فضیلت حاصل ہو گئی جس کی فطرت، خیر کے ساتھ شر سے بھی آشنا ہے اور حکم دیا گیا کہ اسی ظلوم و جہول مخلوق کو — آدم کو — انسان کو — سجدہ کرو معمولی تعظیم و تکریم، اجلال و احترام مقبول نہ ہوگا، سچ مچ سجدہ ہی کرو، کیونکہ خاک کا یہ پتلا، زمین پر ہمارا نائب و خلیفہ ہوگا!

فرشتوں کی فطرت سلیم اس حقیقت تک پہونچ گئی کہ یہ آدم، یہ انسان کچھ عجیب چوں چوں کا مربہ ہوگا، نیکی پہ آئے گا، تو عرش الٰہی سے لگ جائے گا اور بدی پر تلے گا، تو خود بدی پناہ مانگنے لگے گی۔ فرشتوں نے اپنا یہ کشف جناب باری تعالیٰ میں پیش کیا "اتجعل فیہا، من یفسد فیہا ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک" فرشتوں کا استدلال یہ تھا کہ خدا، خیر محض ہے اس لئے خدا کا خلیفہ بھی خیر محض ہونا چاہیئے، لیکن فرشتوں کا استدلال مقبول نہ ہوا اور حکمت الٰہی کا فیصلہ یہی رہا کہ آدم، زمین پر خدا کا خلیفہ بنے گا اور فرشتوں کو اپنے تمام طہر و تقدس، خیر و فضل کے باوجود آدم کو سجدہ کرنا ہوگا!

اپنے سے بظاہر کہیں پست مخلوق، آدم کو فرشتے، کیوں سجدہ کریں؟ اس لئے کہ آدم کو ایک ایسی خصوصیت بخش دی گئی ہے، جس سے فرشتے محروم ہیں، اور یہ خصوصیت تمام فضیلتوں پہ بھاری اور آدم کو خلافت الٰہی کا حق دار بنانے والی ہے۔

وہ خصوصیت کیا ہے؟ — علم! "وعلم آدم الاسماء کلہا ثم عرضہم علی الملائکۃ فقال انبئونی باسماء ھؤلاء ان کنتم تعلمون"!

اب فرشتے سمجھے کہ معاملہ کیا ہے؛ انھیں معلوم تھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ایک صفت، علم بھی ہے اور یہ حقیقت ان پر ظاہر ہو گئی کہ زمین کی خلافت کے لئے علم و حکمت اہلی شرط ہے اور خدائے علیم و حکیم نے آدم کو زمین کی خلافت کے ساتھ علم و حکمت کی خلافت بھی بخش دی ہے، وہ علم و حکمت جس سے خود فرشتے

محروم ہیں لہذا اس صفت سے اپنی محرومی کا نہایت خوبصورت لفظوں میں اعتراف کر لیا۔" قالوا سبحانک لاعلمنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم"

اس اعترافِ عجز پہ ارشاد ہوا کہ آدم کو تم پر فوقیت بڑی بڑی مصلحتوں سے دی گئی ہے تم کیا جانو یہ خاک کا پتلا میرے بخشے ہوئے علم سے آخر کار کس حدِ کمال کو پہونچے گا۔ یہ تو صرف میں ہی جانتا ہوں۔ قال الم اقل لکم انی اعلم ما لا تعلمون"!

خلق انسان کی داستان، توراۃ نے بھی سنائی ہے اور دوسرے ادیان کی کتابوں نے بھی، لیکن قرآن نے علم کی بنا پر انسان کو جملہ مخلوقات پر عام فضیلت دے کر جو داستان سنائی ہے کہیں نہیں ملتی۔ وہ صرف اسلام ہی ہے جس نے انسان کو زمین پر خدا کا خلیفہ قرار دیا ہے اور وہ صرف اسلام ہی ہے جس نے انسان کو محض علم کی بنا پر جملہ مخلوقات ہی سے نہیں بلکہ فرشتوں سے بھی ممتاز ٹھہرایا ہے۔

## قومی خود مختاری اور علم

اس دنیا کی زندگی میں خود مختاری و قومی حکمرانی، ایسی نعمت ہے کہ جو قوم اس نعمت سے محروم ہو جاتی ہے آخر زندگی سے بھی محروم ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید نے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے واضح کر دیا ہے کہ خود مختاری و قومی حکمرانی، سربلندی و فیروزی کے لئے مادی طاقت اور علمی طاقت دونوں کا ہونا لازمی ہے، ورنہ قومیں اپنا وجود برقرار نہ رکھ سکیں گی۔ اسرائیلی قوم ایک قدیم قوم ہے۔ دشمنوں سے جب لگاتار مار کھاتی رہی، تو دوسری قوموں کی دیکھا دیکھی اس وہم میں مبتلا ہو گئی۔ کہ بادشاہ کے بغیر زندگی نہیں ہو سکتی۔ خدا کے نبی نے ہر چند سمجھایا کہ بادشاہی بھی ایک بہت بڑا شر ہے تم اس وہم سے باز آجاؤ، مگر اسرائیلی نہ مانے، تو خدا نے طالوت کو ان کا بادشاہ منتخب کر دیا!

طالوت کا نام سن کر اسرائیلی قوم، حیرت زدہ رہ گئی، پھر احتجاج کی راہ سے چلا اٹھی" انی یکون لہ الملک علینا ونحن احق بالملک منہ ولم یوت سعۃ من المال!" طالوت ہمارا بادشاہ کیسے ہو سکتا ہے وہ تو مفلس و قلاش ہے! ان احمقوں کے خیال میں طاقت کا اصل سرچشمہ، صرف دولت تھا

اور وہ تصور نہیں کر سکتے تھے کہ غریب یا فقیر آدمی بھی کوئی بڑی مہم سر کر سکتا ہے۔

ان نادانوں کے جواب میں ارشاد ہوا "وزادہٗ بسطۃ فی العلم والجسم" "بے شک طالوت کے پاس سونا چاندی نہیں، مگر سونا چاندی ہی تو ۔۔۔ تم لاکھ سمجھا کرو۔ قوت وعظمت کا اصلی منبع نہیں ہے قوت وعظمت کا راز نہ تو کسی اور ہی چیز میں مضمر ہے، اور وہ چیز بدرجۂ اتم طالوت کے حصے میں آچکی ہے۔ وہ چیز ہے علم کی قوت اور جسم کی قوت" وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم" لہٰذا وہی تمہارا بادشاہ بننے کا سب سے زیادہ اہل ہے، اور جلد ہی ثابت ہو گیا کہ طالوت اپنے علم وجسم کی قوتوں سے اسرائیل کے حریفوں پر غالب آگیا، اور اسرائیل بڑی قوم بن گئے۔

انبیاء علیہم السلام مکمل انسان ہوتے ہیں، اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاء ہیں اس پر بھی خدا کا حکم ہوا کہ اپنے لئے فراوانی علم کی ہمیشہ دعا کرتے رہیں۔ "قُل رَّبِّ زِدۡنِی عِلۡمًا"

ان سرسری اشاروں سے بآسانی سمجھا جا سکتا ہے کہ دوسرے ادیان ومذاہب کے ماننے والوں میں ذہنی، عقلی، علمی بیداری کیوں پیدا نہیں ہوئی اور مسلمانوں میں یہ حیرت انگیز بیداریاں کیوں عام رہیں؟ ان اشاروں کی تفصیل آپ کو شیخ الاسلام علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ کی اس جلیل القدر کتاب میں ملے گی، جس کا ترجمہ آپ کے سامنے ہے، اور آپ یہ سوچ کر حیرت میں ڈوب جائیں گے کہ اسلام نے علم کو جو اعلیٰ واشرف وافضل درجہ دیا ہے مسلمانوں کی موجودہ حالت دیکھتے ہوئے، کون خیال کر سکتا ہے کہ اسلام نے ایسا کیا ہوگا؟

(مقدمہ کی ترتیب میں جن کتابوں سے زیادہ تر مدد لی گئی ہے، ان کے نام یہ ہیں:

معرکۂ مذہب وسائنس۔ تمدن عرب (از لیبان)، دائرۃ المعارف (از فرید وجدی)، انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا۔ ایچ، جی، ولز کی تاریخ۔ ماٹر ٹرڈم آف مین)

عبدالرزاق ملیح آبادی

دہلی۔ یکم نومبر ۱۹۵۲ء

# مقدمۂ مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ المبتدئ بالنعم، بارئ النسم، ومنشر الرمم، ورازق الامم الذی علمنا ما لم نکن نعلم، وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد خاتم النبیین، وعلیٰ آلہ الطیبین، والحمد للہ رب العٰلمین :-

**اما بعد** خدا کی رحمت تمہارے شامل حال ہو، تم نے درخواست کی ہے کہ علم کے معنیٰ تحصیل علم کی فضیلت، علم کے لئے سعی و محنت کی اہمیت بیان کروں، اور بتاؤں کہ دلیل کو علم سے محکم کرنا چاہیئے۔ دینِ الٰہی میں فہم و تمیز کے بغیر گفتگو سے پرہیز کرنا چاہیئے اور حجت و برہان کے بغیر حکم لگانا حرام ہے، اور یہ کہ کس قسم کا بحث و مباحثہ جائز ہے اور کس قسم کا مکروہ ہے؟ کس طرح کی رائے زنی ممدوح ہے اور کس طرح کی مذموم؟ کون سی تقلید روا ہے اور کون سی ناروا؟ اور یہ کہ طلب علم کے آداب کیا ہیں؟ عالم و متعلم کے اخلاق کیا ہیں؟ تحصیل میں کس ثابت قدمی کی ضرورت ہے؟ طالب علمی کے طریقے کیا ہیں؟ راہ علم میں مصائب برداشت کرنے کی فضیلت کیا ہے؟ وغیرہ آداب معاملات، جو تعلیم و تعلم سے تعلق رکھتے ہیں، اور جن میں اس امت کے سلف صالحین رضی اللہ عنہم اجمعین کے آثار واقوال مروی ہیں تاکہ تمہیں ان کی راہیں معلوم ہوں، اور تم ان کے نقشِ قدم پر چل سکو۔

میں نے ثوابِ اخروی کی امید اور تقرب الہٰی کی آرزو میں تمہاری درخواست منظور کرلی، اور مجھے یہی کرنا بھی چاہیئے تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ علماء سے عہد لے چکا ہے کہ علم کو چھپائیں گے نہیں، اور سوال ہونے پر ظاہر کردیا کریں گے، فرمایا "وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ لَتُبَیِّنُنَّہٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَکْتُمُوْنَہٗ[1] " اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "جس سے علم پوچھا گیا اور اس نے چھپایا، تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آتشیں لگام چڑھی ہوگی" اور حکماء نے کہا ہے "جو کوئی علم کو چھپاتا ہے، وہ گویا جاہل ہے" مجھ سے پہلے بھی اس قسم کی کتابیں کئی آدمی لکھ چکے ہیں۔ وہ کافی ہوتیں، تو میں یہ کتاب نہ لکھتا اور ان کی طرف اشارہ کردیتا، لیکن وہ کافی نہیں۔ ہر مؤلف نے وہی جمع کیا ہے، جو اس کے ذہن میں محفوظ تھا اور جس کے تلف ہوجانے کا اندیشہ تھا، یا جسے اس نے طالب ارشاد کے لئے مناسب سمجھا اور یہ اچھا ہی ہوا، کیونکہ اگر علماء جمع و تدوین علم میں غفلت برتتے، تو حکمت رخصت ہوجاتی اور علم معدوم ہوجاتا، بلکہ افسوس بہت سا علم، بے پروائی اور حُبّ دنیا کی وجہ سے تلف بھی ہوچکا ہے، لیکن یہ اللہ عزّ و جل کا وعدہ ہے کہ اپنے فضل و کرم سے اس دین کیلئے ایسے لوگ ہمیشہ باقی رکھے گا، جو گو کم ہوں گے، مگر امت کے لئے اصول و فروع دین کو محفوظ رکھیں گے۔ بے شک اس امت کو اس وقت تک خطرہ نہیں جب تک ایسے لوگ اس میں موجود ہیں، جن سے آنے والی نسلیں علم حاصل کرتی رہیں گی، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "علم کا زوال، علماء کے زوال سے ہے" اور جیسا کہ تم ہماری اس کتاب میں انشاء اللہ مفصل دیکھو گے۔ وھو حسبی ونعم الوکیل،

---

[1] خدا نے اہل کتاب سے عہد لیا کہ لوگوں کیلئے کتاب کو بیان کریں گے اور اسے چھپائیں گے نہیں۔

# باب

## فرضیتِ علم

"طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ" (حدیث)[1]

ابوعمر[2] کہتے ہیں، یہ حدیث بکثرت طریق سے حضرت انس کے واسطے سے روایت ہوئی ہے، مگر سب طریقے معلول ہیں، اور محدثین کے نزدیک ناقابل احتجاج اسحاق بن راہویہ کہا کرتے تھے "یہ حدیث صحیح تو نہیں، لیکن اس کے معنی یہ ہیں کہ وضو، نماز، زکوٰۃ، حج وغیرہ ضروریات دین کا علم حاصل کرنا لازمی ہے" انہی اسحاق کا قول ہے "واجب علم کے لئے سفر کی اجازت والدین سے نہ لی جائے، البتہ مستحب علم کے لئے سفر میں والدین کی اجازت ضروری ہے"

ابوعمر کہتے ہیں، اسحاق کی مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں کلام کیا گیا ہے، لیکن اس کے معنی محدثین کے نزدیک بھی درست ہیں، اگرچہ معنی کی تفصیل میں ان کا کسی قدر اختلاف ہے، جیساکہ ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں۔

امام مالک سے پوچھا گیا، کیا طلب علم سب لوگوں پر فرض ہے؟ انھوں نے جواب دیا "نہیں، لیکن آدمی کو اتنا علم ضرور حاصل کرنا چاہیئے کہ اپنے دین میں فائدہ اٹھا سکے"۔

حسن بن الربیع کہتے ہیں، میں نے عبداللہ بن مبارک سے حدیث "طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم" کے بارے میں سوال کیا۔ کہنے لگے "اس سے مراد وہ علم نہیں جسے لوگ حاصل کرتے ہیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ آدمی کو اپنے دین کی کسی بات میں شک ہو، تو سوال کرنا فرض ہے تاکہ شک دور ہو جائے"

---

[1] طلب علم ہر مسلمان پر فرض ہے [2] کتاب میں جہاں جہاں "ابوعمر کہتے ہیں" آیا ہے اس سے مراد خود مؤلف ہے۔ وہ اپنی رائے اسی کنیت سے پیش کرتا ہے۔ (مترجم)

معلول

سفیان بن عینیہ کا قول ہے "تحصیل علم اور جہاد، مسلمانوں کی جماعت پر فرض کفایہ ہے۔ ایک گروہ ادا کر دے تو باقی لوگ سبک دوش ہو جاتے ہیں" پھر یہ آیت پڑھی۔

| | |
|---|---|
| وماکان المومنون لینفروا کافۃ فلولا | اور یہ مناسب نہیں کہ سب مسلمان نکل کھڑے |
| نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ | ہوں۔ ایسا کیوں نہ کیا کہ ان میں سے کچھ لوگ |
| لیتفقھوا فی الدین ولینذروا | نکلے ہوتے کہ دین کی سمجھ پیدا کرتے اور لوٹ |
| قومھم اذا رجعوا الیھم | کر اپنی قوم میں خوف خدا پیدا کرتے۔ |

احمد بن صالح سے حدیث طلب العلم فریضۃ" کے بارے میں سوال کیا گیا، تو کہنے لگے "میرے نزدیک مطلب یہ ہے کہ جہاد کی طرح اگر ایک جماعت اسے سنبھال لے، تو باقی لوگوں سے فرض ساقط ہو جاتا ہے"

ابو عمر کہتے ہیں، علماء کا اتفاق ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں: ایک فرض عین اس کی تحصیل ہر فرد پر لازمی ہے اور ایک فرض کفایہ، اس علم کو ایک آدمی نے بھی حاصل کر لیا، تو اس علاقے کے باقی لوگوں پر سے ساقط ہو گیا۔

فرائض دین کا اجمالی علم، فرض عین ہے۔ کوئی آدمی بھی اس سے مستثنیٰ نہیں، جیسے زبان سے شہادت اور قلب سے اقرار کہ اللہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں، کوئی نظیر نہیں نہ کسی کو اس نے جنا ہے نہ کسی نے اسے پیدا کیا ہے اور نہ کوئی اس کے برابر ہے۔ ہر چیز کا خالق ہے۔ سب کو اسی کی طرف لوٹ جانا ہے، وہی موت دیتا ہے۔ وہی زندگی بخشتا ہے۔ زندہ ہے کبھی مرنے والا نہیں۔ عالم الغیب والشھادۃ ہے آسمان و زمین میں کوئی ایک ذرہ بھی اس سے اوجھل نہیں وہی اول ہے، وہی آخر ہے۔ وہی ظاہر ہے، وہی باطن ہے۔ اہل سنت کے عقیدے میں ذات باری اپنی جملہ صفات و اسماء کے ساتھ ازل سے موجود ہے نہ اس کی کبھی ابتداء ہوئی نہ کبھی انتہا ہوگی اور وہ عرش پر متمکن ہے۔

اور اس بات کی شہادت کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، خدا کے بندے، رسول، اور خاتم النبیین ہیں اور یہ کہ موت کے بعد جزاء و سزا کے لئے اٹھنا ہے ایمان و اطاعت سے شادکام ہونے والے ہمیشہ جنت میں رہیں گے، اور کفر و نافرمانی کی بدبختی کے شکار بن جانے والے ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور یہ کہ قرآن

اللہ کا کلام ہے اور جو کچھ قرآن میں ہے اللہ کی طرف سے حق ہے۔ اس پر ایمان لانا اور اس کی آیات محکمات پر عمل کرنا فرض ہے۔

اور یہ کہ پانچوں نمازیں فرض ہیں، نیز ان باتوں کا علم بھی لازمی ہے جن کے بغیر نماز پوری نہیں ہوتی جیسے طہارت نماز کے تمام ارکان و احکام اور یہ کہ رمضان کے روزے فرض ہیں اور روزے کے احکام کا علم بھی فرض ہے۔ اسی طرح اگر آدمی مالدار ہے، تو یہ جاننا بھی فرض ہے کہ زکوٰۃ کن چیزوں پر فرض ہے کب فرض ہے؟ کتنے میں فرض ہے؟ اور یہ کہ بشرط استطاعت عمر بھر میں ایک مرتبہ حج فرض ہے وغیرہ وغیرہ امور جن کا اجمالی علم ضروری ہے اور جن سے بے خبری ناقابل معافی۔

مثلاً بدکاری، سود خواری، شراب نوشی، سور، مردار اور نجاستوں کے کھانے کی حرمت غیر کا مال غصب کرنا، رشوت لے کر فیصلہ کرنا، جھوٹی شہادت دینا، دھوکے یا بلا رضامندی کسی کا مال کھانا اور یہ کہ ہر قسم کا ظلم حرام ہے۔ بہنوں، بیٹیوں وغیرہ رشتہ داروں سے نکاح ناجائز ہے۔ ناحق مسلمان کی جان لینا حرام ہے، وغیرہ وغیرہ امور جن کی حرمت پر کتاب اللہ ناطق اور امت متفق ہے۔

رہ گئے دوسرے علوم ان کی تحصیل، ان میں توغل و تبحر، ان کی ترویج و اشاعت، دینی و دنیاوی معاملات میں ان کے مطابق فیصلہ و فتویٰ تو یہ فرض کفایہ ہے، یعنی ہے تو یہ بھی فرض، لیکن اگر کچھ لوگ اسے سنبھال لیں، تو اس مقام کے باقی لوگوں سے فرض ساقط ہو جاتا ہے۔ اس بارے میں بلا اختلاف تمام علماء متفق ہیں، اور دلیل میں یہ آیت پیش کرتے ہیں: فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم"

اس آیت میں حکم، کل مسلمانوں کو نہیں دیا گیا، بلکہ بعض ہی کو دیا گیا ہے کہ علم حاصل کریں اور دوسروں کو سکھائیں۔ طائفہ کا اطلاق، عربی زبان میں ایک آدمی پر بھی ہوتا ہے اور ایک سے زیادہ آدمیوں پر بھی

اسی طرح جہاد فرض کفایہ ہے، کیونکہ خدا فرماتا ہے:

| | |
|---|---|
| لا یستوی القاعدون من المؤمنین | برابر نہیں ہیں بغیر عذر کے جہاد سے بیٹھ رہنے والے مسلمان |
| غیر اولی الضرر والمجاہدون فی | اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرنے |

سبیل اللہ باموالھم وانفسھم فضل اللہ المجاھدین علی القاعدین اجراً عظیما۔

والے مسلمان مال وجان سے جہاد کرنے والوں کو درجے کے لحاظ سے بیٹھے رہنے والوں پر خدا نے فضیلت دی ہے۔

آیت میں مجاہد کو فضیلت دی گئی ہے اور متخلف (پیچھے رہ جانے والے) کی مذمت نہیں کی گئی، جہاد کی فرضیت میں بکثرت آیتیں موجود ہیں، لیکن مراد وہی ہے جو ہم نے بیان کردی ہے ہاں اگر دشمن کسی علاقے پر ٹوٹ پڑے تو وہاں کے تمام مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جاتا ہے، ساتھ ہی ان علاقوں پر بھی، جو اس علاقے سے قریب ہوں، مسلمانوں کی کمزوری سے واقف ہوں، اور حمایت کرسکیں۔

ابو عمر کہتے ہیں، ہمارے اصحاب کے نزدیک سلام کا جواب دینا بھی فرض کفایہ ہے جماعت میں سے ایک شخص نے جواب دے دیا، تو سب کی طرف سے فرض ادا ہو گیا، لیکن علمائے عراق کا مسلک دوسرا ہے وہ ہر ہر شخص پر جواب دینا فرض بتاتے ہیں۔

اسی قبیل سے مردے کی تجہیز وتکفین، نماز جنازہ اور دفن ہے عدالت میں شہادت دینا بھی فرض کفایہ ہے لیکن اگر صرف دو ہی شاہد موجود ہوں اور تیسرا گواہ نہ مل سکے تو دونوں پر شہادت فرض عین ہے۔

علماء کی ایک جماعت نے عیادت مریض اور تشمیت عاطس[1] کو بھی اسی باب میں شمار کیا ہے۔ اہل ظاہر اسے فرض عین بتاتے ہیں، لیکن جمہور علماء کی رائے میں عیادت وتشمیت اس باب سے نہیں، بلکہ محض مستحب ہے جس ادب ہے اور محبت والفت بڑھنے کے لئے اس کا حکم دیا گیا ہے، لہذا اگر کوئی شخص اس میں کوتاہی کرتا ہے، تو قابل مواخذہ نہیں، لیکن اتباع سنت میں کوتاہی بذات خود نقصان دہ ہے۔

حسن بصری کا قول ہے "چھ باتیں ایسی ہیں، جنھیں ایک گروہ انجام دیدے، تو باقی لوگ سبکدوش ہو جاتے ہیں اور سب لوگ یک لخت ترک کردیں، تو سب کے سب گنہ گار ہوتے ہیں: جہاد میت کی تجہیز وتکفین، نماز جنازہ، فتویٰ دینا، خطبہ جمعہ سننا، کیونکہ روا نہیں امام کو خطبہ دینے کے لئے تنہا چھوڑ دیا جائے اور نماز باجماعت"

---

[1] چھینک لینے والا جب الحمد للہ کہے تو سننے والے کو کہنا چاہئے رحمک اللہ یہی تشمیت ہے۔

جعفر بن محمد کہا کرتے تھے "ہم نے اہل علم کا علم چار باتوں میں محصور پایا: پروردگار کی معرفت، اس کے احسانوں کی معرفت، اس کے احکام کی معرفت، اور ان امور کی معرفت جو انسان کو دین سے نکال کر بے دین بنا دیتے ہیں"

# باب

## علم اور اہل علم کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو لوگ خدا کے کسی گھر میں جمع ہو کر قرآن کی تعلیم و مذاکرے میں مشغول ہوتے ہیں تو فرشتے انھیں گھیر لیتے ہیں، رحمت الٰہی ان کا احاطہ کر لیتی ہے، سکینت ان پر نازل ہوتی ہے، اور خود خدا اپنے مقرب ملائکہ میں ان کا تذکرہ کرتا ہے۔ جو کوئی علم کی تلاش میں ایک راہ چلتا ہے، خدا اس کے لئے جنت کی بھی ایک راہ آسان کر دیتا ہے۔ جس کو عمل نے پیچھے کر دیا ہے، نسب اسے آگے نہیں کر سکتا"

حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس علم و ہدایت کے ساتھ خدا نے مجھے بھیجا ہے، اس کی مثال تیز بارش کی سی ہے، جو برسی، ایک زمین پانی سے سیراب ہوئی اور اس میں بہت سا ہرا بھرا سبزہ اگا۔ دوسری زمین بھی سیراب ہوئی اور اس نے پانی جمع کر لیا، جس سے خدا نے آدمیوں کا بھلا کیا۔ انھوں نے پیا۔ اس سے کھیتی کی۔ آب پاشی کی، لیکن ایک زمین ایسی بھی نکلی، جس نے نہ سبزہ پیدا کیا نہ پانی روکا۔ یہی مثال ان لوگوں کی ہے جنھوں نے دین الٰہی میں مہارت حاصل کی اور میری لائی ہوئی ہدایت سے فائدہ اٹھایا۔ انھوں نے خود علم حاصل کیا، اس پر عمل کیا اور دوسروں کو سکھایا، اور ان لوگوں کی مثال ہے، جنھوں نے نہ میری ہدایت قبول کی نہ اس سے کوئی فائدہ اٹھایا"

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ جواہر اور دھات کی کانوں کی طرح ہیں۔ جو جاہلیت میں اچھے تھے وہی اسلام میں اچھے ہیں، اگر علم سے آراستہ

ہو جائیں"

سعید بن ابی سعید سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا' سب سے زیادہ عزت دار کون ہے؟ فرمایا "جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے" عرض کیا گیا' ہم یہ نہیں پوچھتے. فرمایا "تو سب سے زیادہ عزت دار وہ ہے' جو نبی اللہ بن نبی اللہ بن خلیل اللہ ہے[1]. عرض کیا گیا' یہ بھی ہمارا سوال نہیں۔ فرمایا "تو کیا تم عرب کی کانوں کے متعلق پوچھتے ہو؟ تم میں سے جو کوئی جاہلیت میں اچھا تھا وہی اسلام میں اچھا ہے اگر علم سیکھ جائے"

زر بن جیش سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرخ چادر سے ٹیک لگائے مسجد میں تشریف فرما تھے کہ قبیلہ مراد کا ایک شخص' صفوان بن عال (عسال) حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا' یا رسول اللہ تلاش علم میں حاضر ہوا ہوں۔ حضور نے فرمایا "مرحبا' اے طالب علم! فرشتے طالبعلم کو ہر طرف سے گھیر لیتے ہیں اپنے پروں کے سائے میں اسے لے لیتے ہیں۔ ایک پر ایک جمع ہوتے رہتے ہیں' یہاں تک کہ علم کی محبت میں سب سے نچلے آسمان تک چلے آتے ہیں......"

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس امت کے عالم دو قسم کے ہیں: ایک وہ جسے خدا نے علم بخشا اور اس نے بے دریغ لوگوں کو سکھایا۔ اس پر نہ سونا چاندی لیا نہ کوئی اور بدلہ چاہا۔ ایسے عالموں کیلئے آسمان کے پرند' زمین کے چرند' پانی کی مچھلیاں' اور کراماً کاتبین' سبھی دعا کرتے ہیں' اور دوسرا وہ ہے جسے خدا نے دولت علم عطا فرمائی' مگر اس نے خدا کے بندوں سے بخل کیا۔ اس پر سونا چاندی لیا' اور دنیاوی نفع کا خواہش مند ہوا' تو ایسا عالم قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے منہ میں آتشیں لگام چڑھی ہو گی"

وائلہ بن الاسقع سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے علم کی جستجو کی اور پا گیا خدا اسے دو حصے ثواب دے گا اور جس نے علم کی تلاش کی مگر حاصل نہ کر سکا اسے ایک حصہ ثواب ملے گا"

---

[1] یعنی حضرت یوسف علیہ السلام

ابو عمر کہتے ہیں، یاد رہے فضائل اعمال کی حدیثیں، متقدمین نے بغیر کاوش روایت کی ہیں اور احادیث اعمال کی طرح ان کی تحیص و تنقید نہیں کی ہے۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ ایک شخص، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا "یا رسول اللہ، سب سے افضل عمل کون ہے؟" فرمایا "معرفت الٰہی" اس نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ سب سے افضل عمل کون ہے؟ فرمایا معرفت الٰہی، اس نے سہ بارہ عرض کیا "یا رسول اللہ، میں عمل کے بارے میں سوال کرتا ہوں اور حضور علم کے بارے میں جواب دیتے ہیں" اس پر حضرتؐ نے ارشاد فرمایا "علم کے ساتھ تھوڑا عمل بھی نفع پہنچاتا ہے، لیکن جہل کے ساتھ بہت عمل بھی نفع نہیں پہنچاتا"

امام ابو یوسف کا بیان ہے کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا، میں اپنے والد کے ساتھ ۹۳ھ میں حج کو گیا۔ اس وقت میری عمر سولہ برس کی تھی، میں نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا، جسے بھیڑ گھیرے ہوئے تھی۔ والد سے پوچھا، یہ بڈھا کون ہے؟ انھوں نے کہا "یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی ہیں، ان کا نام عبد اللہ بن الحارث بن جزء ہے۔ میں نے کہا "تو مجھے بھی ان کے پاس لے چلیے تاکہ کوئی حدیث سن لوں" چنانچہ والد آگے ہوئے، اور لوگوں کو ہٹاتے چلے گئے، میں صحابی کے قریب پہنچا تو وہ کہہ رہے تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس کسی نے دین الٰہی میں تفقہ حاصل کر لیا، خدا اسے فکر رزق سے اس طرح سبک دوش کر دے گا کہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں"

ابو عمر کہتے ہیں، محمد بن سعد واقدی نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے صرف دو صحابی دیکھے تھے۔ ایک حضرت انس اور دوسرے یہی حضرت عبد اللہ بن جزء زبیدی۔

حسن سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرے جانشینوں پر خدا کی رحمت! میرے جانشینوں پر خدا کی رحمت! میرے جانشینوں پر خدا کی رحمت!" صحابہ نے عرض کیا "آپ کے جانشین کون ہیں؟ فرمایا "جو میری سنت سے محبت رکھتے ہیں اور بندگان خدا کو اس کی تعلیم دیتے ہیں"

امام ابو حنیفہ نے حماد بن ابراہیم سے آیت "وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ"[۵]

[۵] اور قیامت کے دن ہم ٹھیک تول کی ترازوئیں لگائیں گے

کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ "قیامت کے دن آدمی کا عمل ترازو کے ایک پلّے میں رکھا جائے گا اور وہ اونچا ہو جائے گا۔ پھر ابر جیسی ایک چیز لائی جائے گی اور ترازو کے دوسرے پلّے میں رکھ دی جائیگی اور وہ جھک جائے گا تب آدمی سے کہا جائے گا "تو جانتا ہے یہ کیا ہے؟ وہ انکار کرے گا تو کہا جائیگا یہ اس علم کی فضیلت ہے جو تو لوگوں کو سکھایا کرتا تھا"

زید بن اسلم سے آیت "وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَىٰ بَعْضٍ" [۱] کی تفسیر میں مروی ہے کہ انبیاءؑ کے مرتبوں میں کمی بیشی ان کے علم کے لحاظ سے ہے۔

ذیل کے شعر امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں اور میں نے متعدد آدمیوں کی زبانی سُنے ہیں:۔

الناس من جهة التمثيل اكفاء ابوهم آدم والام حواء

(صورت کے لحاظ سے تمام آدمی یکساں ہیں باپ آدمؑ اور ماں حوا ہے)

نفس كنفس وارواح مشاكلة واعظم خلقت فيهم واعضاء

(سب میں ایک ہی قسم کی جان ہے روحیں بھی مشابہ ہیں سب میں ہڈیاں ہیں اور اعضا ہیں)

فان يكن لهم من اصلهم حسب يفاخرون به فالطين والماء

(آدمی اپنی اصلیت پر اگر فخر کریں، تو اصلیت، مٹی اور پانی ہے)

ما الفضل الا لاهل العلم انهم على الهدى لمن استهدى ادلاء

(رہاں فضیلت ہی تو صرف اہل علم کو ہے۔ وہی طالبان ہدایت کے رہنما ہیں)

وقدر كل امرء ما كان يحسنه وللرجال على الافعال اسماء

(آدمی کا رتبہ بس وہ ہنر ہے جس میں کامل ہے۔ عمل ہی انسان کو ممتاز کرتا ہے)

وضد كل امرء ما كان يجهله والجاهلون لاهل العلم اعداء

(آدمی جس بات سے جاہل ہو اس کا مخالف ہوتا ہے اسی لئے جہلاء، علماء کے دشمن ہوتے ہیں)

---

[۱] بعض نبیوں کو ہم نے بعض پر فضیلت دی ہے۔

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل سے وحی میں فرمایا "میں علیم ہوں اور ہر صاحب علم سے محبت کرتا ہوں"

ابن ابی الجناجر کا بیان ہے کہ ہم اصحابِ حدیث کی ایک جماعت محمد بن مصعب عرقسانی کی ڈیوڑھی پر جمع تھے۔ ہمارے ساتھ ایک عراقی نوجوان بھی تھا اور فن شعر میں مہارت رکھتا تھا۔ ہم آرزومند تھے کہ شیخ کسی طرح برآمد ہوں اور ایک ہی دو حدیثیں سنادیں۔ اتنے میں وہ نکل آئے اور فرمانے لگے "میرے ذہن میں ایک شعر ہے، جو کوئی بتادے گا کس کا ہے، میں اسے تین حدیثیں سناؤں گا۔ یہ سن کر عراقی نوجوان بول اٹھا "خدا کی رحمت ہو آپ پر، وہ کون شعر ہے؟" شیخ نے شعر پڑھا:

العلم فیہ حیاۃ للقلوب　　　کما تحیا البلاد اذا ما مسّها المطر

(دلوں کیلئے علم میں اسی طرح زندگی ہے، جسطرح مینہ سے زمین زندہ ہوجاتی ہے)

نوجوان نے عرض کیا، سابق بربری کا شعر ہے۔ شیخ نے خوش ہوکر تصدیق کی اور کہا اس کے بعد کون شعر ہے؟ نوجوان نے یہ شعر پڑھا:

والعلم یجلوا العمی عن قلب صاحبہ　　　کما یجلی سواد الظلمۃ القمر

(علم کوری کو دل سے اسی طرح زائل کر دیتا ہے جس طرح چاند اندھیرے گھپ کو)

شیخ بہت خوش ہوئے اور چھ حدیثیں روایت کیں۔ عراقی نوجوان کی بدولت ہم نے بھی سن لیں

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں دو حلقے دیکھے: ایک حلقہ یادِ خدا میں مشغول تھا اور دوسرا مسائلِ دین کی تعلیم و تعلم میں فرمایا "دونوں حلقے اچھے ہیں، مگر ایک دوسرے سے افضل ہے وہ لوگ خدا کے ذکر میں مشغول ہیں اور اسی کی طرف راغب ہیں، چاہے دے یا نہ دے، لیکن یہ لوگ خود بھی علم سیکھتے ہیں اور بے علموں کو بھی سکھلاتے ہیں۔ خود میں بھی معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں" یہ فرمایا اور دوسرے حلقے میں شریک ہوگئے۔

عبید اللہ بن ابی جعفر کہا کرتے تھے "علماء دنیا کے لئے روشنی کا مینار ہیں۔ انہی سے وہ نور پھوٹتا ہے جس سے گم راہ ہدایت پاتے ہیں"

حضرت عبداللہ بن مسعود کا مقولہ ہے "وہ مجلس کیا ہی خوب ہے، جس میں حکمت کی اشاعت ہوتی اور رحمت کی امید کی جاتی ہے"

حسن بصری کا قول ہے "خالصتہً لوجہ اللہ حدیث کی تحصیل، دنیا کی تمام نعمتوں سے بہتر ہے"

امام زہری کہتے ہیں "علم سے بہتر کوئی طریقہ نہیں جس سے عبادتِ الٰہی ممکن ہو"

اسحاق بن ابراہیم سے روایت ہے کہ مولیٰ عفرٰ عمر نے مجھ سے کہا "اسحاق، علم حاصل کر، کیونکہ علم میں کوئی نہ کوئی بول ایسا ضرور مل جائے گا، جو تجھے ہدایت کی راہ دکھائے گا یا ہلاکت سے بچائے گا"

حضرت معاذ بن جبل کا وقت اخیر ہوا تو کنیز سے فرمانے لگے، کیا صبح ہوگئی؟ اس نے عرض کیا، ابھی نہیں۔ ایک گھڑی چپ رہے اور پھر فرمایا، اب دیکھ اس نے کہا، جی ہاں صبح ہوگئی ہے۔ یہ سن کر فرمانے لگے "ایسی صبح سے پناہ مانگتا ہوں، جو دوزخ کی طرف لے جانے والی ہو! پھر کہنے لگے مرحبا اے موت ایسے مہمان مرحبا، جو فاقے کے گھر میں آیا ہے! جو کوئی نادم ہوا، ہلاک ہوگیا۔ خدایا، تو خوب جانتا ہے کہ معاذ دنیا میں رہنے کا اس لئے کبھی مشتاق نہ تھا کہ نہریں نکالے، باغ لگائے۔ وہ تو بس اس لئے زندہ تھا کہ ایسی راتیں مشقت میں کاٹے۔ دن کی سخت گرمی میں حلق میں کانٹے ڈالنے والی پیاس برداشت کرے، اور علمی حلقوں میں علماء کے ہجوم میں رہا کرے!"

اور حضرت معاذ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عالم زمین پر خدا کا امین ہے"

آیت "ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ[1]" کی تفسیر میں حسن بصری نے کہا.... فی الدنیا حسنۃ سے مراد علم وعبادت ہے اور فی الآخرۃ حسنۃ سے مراد جنت ہے"۔

سفیان ثوری کہتے تھے "فی الدنیا حسنۃ سے مراد، رزقِ حلال اور علم ہے اور فی الآخرۃ حسنۃ سے مراد جنت ہے"

حسن بصری کا مقولہ ہے "علم کا ایک باب سیکھنا اور اس پر عمل کرنا، دنیا سے اور دنیا کی تمام

---

[1] پروردگار ہمیں دنیا میں بھی اچھائی دے اور آخرت میں بھی اچھائی۔

نعمتوں سے بہتر ہے"

حضرت عبداللہ بن مسعود لڑکوں کو پڑھتے دیکھتے تو فرماتے "شاباش! تم حکمت کے سرچشمے ہو، تاریکی میں روشنی ہو۔ تمہارے کپڑے پھٹے پرانے ہیں، مگر دل تر و تازہ ہیں۔ تم علم کے لئے گھروں میں قید ہوئے ہو، مگر تم ہی قوم کے مہکنے والے پھول ہو!"

زیاد ابن ابیہ نے کوفے میں خطبہ دیتے ہوئے کہا "رات بھر غور کرنے کے بعد میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ہر اس شخص کو سخت سزا دوں گا، جو تحقیر کے خیال سے کسی عالم کو، عزت دار کو، سن رسیدہ کو ٹوکے گا، کیونکہ قومیں اپنے علماء، وجہاء، سن داروں ہی سے قائم ہیں"

حدیث شریف میں ہے "وہ ہم میں سے نہیں، جو چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا، بڑوں کی عزت نہیں کرتا اور عالموں کا حق نہیں پہچانتا"

ابو غنیہ خولانی کا مقولہ ہے "کوئی کوئی بول مال و دولت سے بھی بڑھ کر عطیہ ہوتا ہے دولت، تکبر پیدا کرتی ہے، مگر حکمت کا بول، ہدایت بخشتا ہے"

عبداللہ بن مبارک سے مروی ہے کہ حضرت سلیمان کو اختیار دیا گیا کہ علم لیں یا سلطنت انھوں نے علم کو ترجیح دی، اس پر خدا نے علم بھی دیا اور سلطنت بھی دی۔

حضرت معاذ بن جبل سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "علم حاصل کرو، کیونکہ لوجہ اللہ علم کی تعلیم، خشیت ہے۔ علم کی طلب، عبادت ہے۔ علم کا مذاکرہ، تسبیح علم کی تلاش، جہاد ہے۔ بے علموں کو علم سکھانا، صدقہ ہے۔ مستحقوں میں علم خرچ کرنا، تقرب ہے۔ علم، حلال و حرام کا نشان ہے۔ جنت کے راستوں پر روشنی کا ستون ہے۔ تنہائی میں مونس ہے۔ پردیس میں رفیق ہے۔ خلوت میں ندیم ہے۔ راحت و مصیبت کا بتانے والا ہے۔ دشمن کے مقابلے میں ہتھیار ہے۔ دوستوں میں زینت ہے۔ علم کے ذریعہ خدا بعضوں کو اٹھاتا ہے اور نیکی کا ایسا قدوہ و امام بنا دیتا ہے کہ ان کے نقش قدم پر چلا جاتا ہے۔ ان کی سیرت کو نمونہ بنا دیا جاتا ہے۔ ان کے قول پر عمل کیا جاتا ہے۔ ملائکہ ان کی خدمت پر راغب ہوتے ہیں، اپنے پروں سے انھیں چھوتے ہیں، ان کی مغفرت کے لئے ہر چیز حتی کہ، پانی کی مچھلیاں، زمین کے کیڑے کوڑے

خشکی کے درند وچرند دعا کرتے ہیں۔ جہل کی موت میں علم، دلوں کے لئے زندگی ہے۔ تاریکی میں آنکھوں کے لئے روشنی ہے علم ہی کے ذریعے بندے دنیا و آخرت میں اخیار کے مرتبے پاتے اور بلند درجے حاصل کرتے ہیں۔ علم میں غور و فکر، روزے کے برابر ہے اور علم کی مشغولیت، قیام کے ہم پلّہ ہے علم ہی سے رشتے جڑتے ہیں۔ علم ہی سے حلال و حرام کی شناخت ہوتی ہے۔ علم عمل کا رہنما ہے اور عمل، علم کا پیرو ہے نیک نصیب وروں ہی کو علم کی توفیق میسر آتی ہے اور بدبخت اس سے محروم رہتے ہیں"

ابو عمر کہتے ہیں، یہ حدیث نہایت عمدہ ہے، لیکن اس کی اسناد قوی نہیں، اگرچہ مختلف طرق سے ہمیں موقوفاً بھی پہنچی ہے سفیان ثوری کا مقولہ ہے "علم سے بہتر قربت الٰہی کا کوئی طریقہ نہیں، اور آج سے زیادہ طلب علم کبھی افضل نہ تھی"

عبدالرزاق راوی ہیں کہ میں نے سفیان ثوری کو ایک عرب سے کہتے سنا "اے قوم عرب، علم حاصل کرو، ورنہ مجھے ڈر ہے کہ علم تم سے نکل کر غیروں میں چلا جائے گا اور تم ذلیل ہو کر رہ جاؤ گے۔ علم حاصل کرو، کیونکہ علم دنیا میں بھی عزت ہے اور آخرت میں بھی عزت ہے۔"

خالد بن خداش بغدادی کہتے ہیں کہ رخصت ہوتے وقت میں نے حضرت انس بن مالک سے عرض کیا، نصیحت کیجیے۔ فرمایا "ظاہر و باطن میں خدا سے ڈرو۔ ہر مسلمان کی بھلائی چاہو اور اہل علم سے علم حاصل کرو۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا ارشاد ہے" سینے میں علم کی مثال یہ ہے، جیسے اندھیرے گھر میں چراغ"

کسی دانا سے پوچھا گیا، وہ کیا چیز ہے جسے سینت کر رکھنا چاہیے؟ کہا "اسے کہ جب آدمی کی کشتی ڈوبے، تو وہ تیرتی رہے — یعنی علم!"

ایک اور حکیم کا قول ہے "جو کوئی حکمت کو اپنی لگام بنائے گا، لوگ اسے اپنا امام بنائیں گے جس کی دانائی مشہور ہو جاتی ہے، اس کی عزت بھی ہونے لگتی ہے"

خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اپنے لڑکوں کو نصیحت کی "علم حاصل کرو، کیونکہ مال دار

ہوئے، تو علم تمہارا جمال ہوگا، اور غریب ہو گئے تو علم تمہارے لیے دولت ثابت ہوگا"

حضرت ابوالدرداؓ سے مروی ہے "علم کی دولت خوش نصیب ہی کو ملتی ہے، اور بدنصیب اس سے محروم رہتے ہیں"

حضرت علیؓ نے فرمایا "علم، مال سے بہتر ہے، کیونکہ مال کی تمہیں نگہبانی کرنا پڑتی ہے، مگر علم تمہارا نگہبان ہوتا ہے۔ مال خرچ کرنے سے ختم ہو جاتا ہے، مگر علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔ علم حاکم ہے اور مال محکوم۔ مال دار چل بسے، لیکن علم والے زندہ ہیں اور رہتی دنیا تک زندہ رہیں گے۔ بے شک ان کے جسم مٹ گئے ہیں، مگر ان کے کارنامے کبھی مٹنے والے نہیں"

ایک حکیم کا قول ہے "علم کا مرتبہ اسی سے ظاہر ہے کہ جسے اس کا مالک کہو خوش ہوتا ہے، چاہے بے علم ہی کیوں نہ ہو، اور جسے محروم کہو، ناخوش ہوتا ہے، چاہے جاہل ہی کیوں نہ ہو"

عون بن عبداللہ کا مقولہ ہے "کمال تقویٰ یہ ہے کہ نیا علم حاصل کرتے رہو۔ یہ علم پر ظلم ہے کہ اس میں اضافہ کا خیال نہ ہو۔ علم میں افزدنی سے غفلت اس بات کی دلیل ہے کہ آدمی اپنے موجودہ علم سے فائدہ نہیں اٹھا رہا ہے"

جعفر کہتے ہیں "اصلی کمال یہ ہے کہ تفقہ فی الدین حاصل ہو، مصیبت میں ثابت قدمی ہو، اور معیشت درست رہے۔ ابلیس کسی کی موت سے اتنا خوش نہیں ہوتا، جتنا عالم کی موت سے خوش ہوتا ہے"

داناؤں کا قول ہے "اصحاب علم کی برتری کا ثبوت یہ ہے کہ لوگ ان کی تابعداری کرتے ہیں"

قدیم مقولہ ہے "علم سب سے بڑی شرافت ہے، اور ادب و انسانیت سب سے اعلیٰ نسب ہے"

احنف بن قیس کہا کرتے تھے "قریب ہے کہ علماء معبود مان لیے جائیں۔ وہ عزت جس کی بنیاد علم پر نہیں، ضرور ذلت بن کے رہے گی"

مشہور مقولہ ہے "علماء، باران رحمت ہیں جہاں بھی ہوں گے نفع پہنچائیں گے"

ابن المقفع کا قول ہے "علم حاصل کرو۔ بادشاہ ہوئے تو اور اونچے ہو جاؤ گے۔ عام آدمی ہوئے تو زندہ رہ سکو گے"

اسی ابن المقفع نے کہا "دولت یا طاقت کی وجہ سے عزت کی جائے، تو خوش نہ ہو کہ یہ عزت ناپائدار ہے۔ ہاں علم یا دین کی وجہ سے عزت ہو تو خوش ہونا کہ یہ پائدار عزت ہے"

لقمان حکیم سے پوچھا گیا "سب سے افضل کون ہے؟ کہا "مومن عالم" اس کے پاس ہمیشہ بھلائی ملتی ہے"

حجاج بن یوسف نے خالد بن صفوان سے پوچھا "بصرے کا سردار کون ہے؟ خالد نے جواب دیا "حسن!" حجاج نے تعجب سے کہا "یہ کیونکر ممکن ہے؟ حسن تو غلاموں کی اولاد ہے۔ خالد نے کہا "حسن اس لئے سردار ہیں کہ لوگ اپنے دین میں ان کے محتاج ہیں، اور وہ ان کی دنیا میں کسی کے محتاج نہیں بخدا میں نے بصرے میں کسی عزت دار کو نہیں دیکھا، جو حسن کے حلقے میں پہونچنے کی کوشش نہ کرتا ہو۔ سب کو ان کا وعظ سننے اور ان سے علم حاصل کرنے کی آرزو رہتی ہے" یہ سن کر حجاج نے کہا "واللہ یہی سرداری ہے!"

حضرت معاویہ بن ابی سفیان، حج کے موقعہ پر میدان میں بیٹھے تھے پہلو میں بیوی بھی بیٹھی تھی۔ کیا دیکھتے ہیں کچھ لوگ اونٹوں پر چلے آرہے ہیں اور ایک نوجوان گا رہا ہے:

وانا الاخضر من یعرفنی — واخضر الجلد من بیت العرب

(میرا رنگ گندمی ہے۔ جو مجھے جانتا ہے، جانتا ہے عرب کے خوشحال ترین خاندان سے ہوں)

من یساجلنی یساجل ماجداً — یملاء الدلو الی عقد الکرب

(میری سیالی کرنا، ایسے سخی دل کی سیالی کرنا ہے، جو ڈول کو منہ تک بھر دیتا ہے)

معاویہ نے پوچھا یہ کون ہے؟ بتایا گیا جعفر بن ابی طالب کی اولاد کہنے لگے، رستہ چھوڑ دو جانے دو۔ ذرا دیر بعد پھر ایک غول نمودار ہوا، اس میں ایک لڑکا گا رہا تھا:

بینما یذکرننی ابصرتنی — عند قد المیل یسعی بی الاغر

(نازنینوں میں میرا چرچا ہو رہا تھا کہ محبوبہ نے دیکھ لیا، گھوڑا مجھے اڑائے لئے چلا جا رہا ہے)

قلن تعرفن الفتی قلن نعم — قد عرفناہ وھل یخفی القمر

(آپس میں کہنے لگیں اس بانکے جوان کو جانتی ہو؟ جواب ملا، ہاں ہاں چاند بھی چھپتا ہے)

معاویہ نے پوچھا "یہ کون ہے؟" بتایا گیا "عمر بن عبداللہ بن ابی ربیعہ" کہنے لگے "رستہ چھوڑ دو جانے دو۔" پھر دیکھا کہ ایک شخص کے گرد بھیڑ لگی ہے اور طرح طرح کے مسئلے پوچھے جا رہے ہیں دریافت کیا "اور یہ کون ہے؟" بتایا گیا "عبداللہ بن عمرؓ" یہ سن کر معاویہ نے بیوی سے کہا "تیرے باپ کی قسم، یہی شرف ہے بخدا دنیا و آخرت کا یہی شرف ہے!"

# باب

## علم کی فضیلت، عبادت پر

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تھوڑا علم بہت عبادت سے بہتر ہے۔ انسان کو تھوڑا علم بھی کافی ہے اگر خدا کی بندگی کرے، اور تھوڑی جہالت بھی بہت ہے اگر اپنی رائے پر مغرور ہو۔ آدمی دو قسم کے ہیں۔ عالم اور جاہل۔ عالم سے کج بحثی نہ کرو اور جاہل سے گفتگو نہ کرو۔"

حضرت انس راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سب سے اچھا دین وہ ہے جو سب سے آسان ہے اور بہترین عبادت، فقہ (علم) ہے۔"

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عالم کی فضیلت عابد پر ویسی ہے جیسی میری فضیلت، امت پر۔"

حضرت عمرو بن قیس الملائی سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "علم کی فضیلت عبادت کی فضیلت سے بہتر ہے، اور دین کی بنیاد تقویٰ پر ہے۔"

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا ہی خوش عطیہ ہے اور کیا ہی خوب سوغات: حکمت کا بول، جسے تم نے سنا اور یاد کر لیا، پھر اپنے مسلمان بھائی سے ملے اور اسے بھی سکھا دیا۔ ایسا ایک عمل، سال بھر کی عبادت کے برابر ہے۔"

قتادہ کا قول ہے "علم کا ایک باب جسے آدمی اپنی اصلاح اور اپنے بعد کی اصلاح کے خیال سے حفظ کرتا ہے، سال بھر کی عبادت سے افضل ہے"

حزام بن حکیم کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم ایسے زمانے میں ہو جس میں علماء بہت ہیں اور لفاظ کم۔ مانگنے والے تھوڑے ہیں اور دینے والے بہت، لیکن ایسا زمانہ بھی آئے گا، جب علماء کم ہوں گے اور لفّاظ بہت، دینے والے تھوڑے ہوں گے اور مانگنے والے بہت، اس زمانے میں علم عمل سے بہتر ہوگا"

مطرف بن عبداللہ الشخیر کا قول ہے "میں علم میں حصہ پانے کو عبادت کے حصے پر ترجیح دیتا ہوں۔ عافیت ملے اور شکر بجا لاؤں تو یہ آزمائش میں پڑنے اور صبر کرنے سے بہتر ہے۔ میں نے اس خیر پر غور کیا جس میں شر نہیں، تو عافیت و شکر جیسی کوئی چیز نہ پائی"

قتادہ کہتے ہیں "میرے نزدیک پوری رات علمی مذاکرے میں گزار دینا، عبادت میں گزارنے سے بہتر ہے"

اسحاق بن منصور کہتے ہیں، میں نے امام احمد سے قتادہ کے اس قول کا ذکر کیا، تو فرمایا "اس سے مراد وہ علم ہے، جس سے لوگ اپنے دین میں فائدہ اٹھاتے ہیں" میں نے کہا، مثلاً وضو، نماز، روزہ، حج، طلاق وغیرہ مسائل و احکام کا علم؟ کہنے لگے "ہاں" اسحاق کہتے ہیں، اسحاق بن راہویہ نے بھی امام احمد کی تصدیق کی۔

حضرت ابوہریرہ نے فرمایا "اگر میں ایک گھڑی بیٹھ کر اپنے دین میں تفقہ حاصل کر دوں، تو یہ مجھے اس سے کہیں زیادہ پسند ہے کہ شام سے صبح تک پوری رات عبادت میں گزار دوں"

ابن وہب کا بیان ہے کہ میں امام مالک کے پاس بیٹھا درس لے رہا تھا کہ نماز کا وقت آگیا۔ میں نے کتابیں سمیٹیں اور اٹھ کھڑا ہوا۔ امام مالک تعجب سے پوچھنے لگے "یہ کیا؟" میں نے عرض کیا، نماز کے لئے چلا ہوں، فرمانے لگے "عجیب بات ہے، جس چیز کے لئے اٹھے ہو، وہ اس سے افضل نہیں، جس کے لئے بیٹھے تھے، بشرطیکہ نیت درست ہو"

امام شافعی کا مقولہ ہے "طلب علم نماز نفل سے افضل ہے"

سفیان ثوری کہا کرتے تھے "نیت نیک ہو تو طلب علم سے افضل کوئی عمل نہیں"

حضرت ابوذر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر تم نکلو اور علم کا ایک باب بھی سیکھ لو تو یہ تمہارے لئے سو رکعت نماز سے بہتر ہے"

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہر چیز کا ستون ہوتا ہے اور اس دین کا ستون علم ہے۔ تفقہ فی الدین سے بہتر خدا کی عبادت کسی اور طریقے سے نہیں کی گئی۔ شیطان پر ایک اکیلا عالم، ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہوتا ہے"

حضرت عمر کا قول ہے "قائم اللیل اور صائم النہار ہزار عابدوں کی موت، حلال و حرام جاننے والے ایک دانا و بینا کی موت کے مقابلہ میں ہیچ ہے"

عمر بن عبدالعزیز فرمایا کرتے تھے "جو کوئی علم کے بغیر عمل کرتا ہے، اس کا فساد، اصلاح سے زیادہ ہوتا ہے"

# باب

## علماء کی فضیلت، شہداء پر

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انبیاء کو علماء پر دو درجے فضیلت حاصل ہے، اور علماء کو شہداء پر ایک درجہ"

حضرت ابوذر اور ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "طالب علم، طلب علم کی حالت میں مرتا ہے تو شہید مرتا ہے"

ابو عمر کہتے ہیں، اس حدیث کی اسناد مضطرب ہے، مگر احکام حلال و حرام کی طرح فضائل اعمال کی روایتوں میں اسناد کی چھان بین نہیں کی جاتی اسی لئے ہم نے ضعیف ہونے پر بھی یہ حدیث

درج کردی۔

ازدی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے جہاد کے بارے میں سوال کیا، تو فرمانے لگے "تمہیں جہاد سے افضل عمل کیوں نہ بتادوں؟ — مسجد بنا کے بیٹھ جاؤ اور فرائض وسنت اور علم دین کی تعلیم دینا شروع کردو"

# باب

## نیکی کی تعلیم

حضرت ابو مسعود انصاری سے مروی ہے کہ ایک شخص، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا "میرا اونٹ خستہ ہوگیا ہے۔ سواری عطا کیجئے" حضور نے جواب دیا "میرے پاس سواری نہیں ہے لیکن تو فلاں شخص کے پاس جا" وہ گیا اور سواری مل گئی۔ لوٹ کر اطلاع دی، تو ارشاد فرمایا "بھلائی کی راہ دکھانے والے کا ثواب بھی بھلائی کرنے والے کے برابر ہے"

حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نیکی کی راہ دکھانے والا نیکی کرنے والے کی طرح ہے"

حضرت ابوامامہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خدا، فرشتے، آسمان وزمین کی مخلوق حتیٰ کہ اپنے سوراخ میں چونٹیاں، حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں، سبھی نیکی سکھانے والے کے لئے دعا کرتے ہیں"

حضرت ابوالدرداء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عالم اور متعلم دونوں ثواب میں شریک ہیں۔ پڑھنے والا اور سننے والا، دونوں ثواب میں شریک ہیں۔ نیکی کی راہ بتانے والا اور نیکی پر چلنے والا، دونوں ثواب میں شریک ہیں"

حضرت ابوامامہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "علم حاصل کرو اس سے

پہلے کہ اٹھالیا جائے" پھر فرمایا" عالم اور متعلم دونوں اجر میں شریک ہیں باقی لوگوں میں بھلائی نہیں" پھر شہادت اور بیچ کی مبارک انگلیاں ملا کر دکھائیں،

حضرت علی کا ارشاد ہے "آدمی تین قسم کے ہیں: عالم ربانی، نجات کے خیال سے طالب علم، اور باقی لوگ ہر آواز پر دوڑ پڑنے والے اجڈ گنوار ہیں"

حضرت ابوالدرداء فرمایا کرتے تھے "عالم بنو یا متعلم، محب بنو یا متبع، مگر خبردار پانچویں نہ بننا، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے" حسن بصری سے پوچھا گیا، یہ پانچواں کون ہے؟ جواب دیا "بدعتی"!

# باب

## علم، موت کے بعد بھی کام آتا ہے

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "موت کے ساتھ آدمی کا عمل بھی منقطع ہو جاتا ہے، لیکن تین چیزیں باقی رہتی ہیں: صدقۂ جاریہ، فیض رساں علم، اور صالح اولاد، جو مرنے والے کے حق میں دعا کرے"

حضرت ابو قتادہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تین عمل ایسے ہیں کہ موت کے بعد بھی مسلمان کو فائدہ پہونچاتے ہیں: ایسا صدقہ کر گیا، جس کا ثواب اس کے لئے برابر جاری ہے، ایسی اولاد صالح چھوڑی، جو اس کے لئے دعا کرتی ہے، ایسے علم کی اشاعت کر گیا، جس پر اس کے بعد بھی عمل کیا جاتا ہے"

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا "تین چیزیں مسلمان کو فائدہ پہنچاتی ہیں: اولاد صالح کی دعا، علم کی اشاعت، صدقۂ جاریہ"

# باب

## علم میں رشک و رقابت

حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "صرف دو چیزوں میں حسد کرنا ٹھیک ہے: آدمی کو خدا نے مال دے کر راہ حق میں خرچ کرنے کی قدرت بخشی، اور دنیا کو حکمت دی جس کے بموجب وہ فیصلے کرتا اور جس کی تعلیم دیتا ہے"

آیت "واذکرن ما یتلیٰ فی بیوتکن من اٰیات اللہ والحکمۃ"[۱] کی تفسیر میں قتادہ نے کہا "اٰیات اللہ اور الحکمۃ سے مراد قرآن و سنت ہے"

آیت "ویعلمھم الکتاب والحکمۃ"[۲] کی تفسیر میں حسن بصری نے کہا "کتاب قرآن ہے اور حکمت سنت ہے"

ابن وہب کا بیان ہے کہ امام مالک نے آیتیں پڑھیں واٰتیناہ الحکم صبیا[۳] ــــ قد جئتکم بالحکمۃ[۴] ــــ ونعلمہ الحکمۃ[۵] ــــ واذکرن ما یتلیٰ فی بیوتکن من اٰیات اللہ والحکمۃ اور فرمایا "ان سب میں حکمۃ سے مراد طاعت الٰہی، دین الٰہی میں تفقہ اور اس پر عمل ہے"

ابن وہب کہتے ہیں، ایک اور موقعہ پر میں نے امام مالک کو فرماتے سنا "میرا دل کہتا ہے کہ حکمۃ سے مقصود دین الٰہی میں تفقہ ہے۔ یہ اس لئے کہ بعض آدمی دنیاوی معاملات میں تو عقل مند نظر آتے ہیں، مگر دین میں بالکل جاہل ہوتے ہیں اور بعض آدمی دنیا کے معاملات میں کم سمجھ ہوتے ہیں

---

[۱] اور تم (امہات المومنین) یاد رکھو خدا کی آیتیں اور دانائی کی باتیں جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں۔

[۲] اور انھیں تعلیم دے کتاب و حکمت کی

[۳] اور ہم نے (عیسیٰ) کو بچپن ہی میں قوت فیصلہ بخش دی

[۴] میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں

[۵] اور ہم اسے سکھائیں حکمت

مگر اپنا دین خوب سمجھتے ہیں۔ خدا نے یہ نعمت ان لوگوں کو دی ہے اور ان لوگوں کو اس سے محروم رکھا ہے پس دین الہٰی میں تفقہ کے سوا کچھ نہیں"

ابن وہب کہتے ہیں، امام مالک نے فرمایا" حکمت اور علم بہت سے مسائل کا یاد کر لینا نہیں ہے بلکہ وہ ایک نور ہے، جس کے ذریعہ خدا جسے چاہتا ہے، ہدایت بخش دیتا ہے"

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" حکمت، عزت دار آدمی کو اور زیادہ عزت بخشتی ہے، اور غلام کو بلند کرتے کرتے بادشاہوں کے تخت پر بٹھا دیتی ہے"

ابو عمر کہتے ہیں اسی مضمون کو لے کر شاعر نے کہا ہے:

العلم ینھض بالخسیس الی العلا　　والجھل یقعد بالفتی المنسوب

(علم حقیر آدمی کو بھی بلند کر دیتا ہے، مگر جہل حسب نسب والے شریف کو بھی نیچے گرا دیتا ہے)

# باب

## تفقہ فی الدین

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" خدا کو جس کے ساتھ بھلائی منظور ہوتی ہے، دین میں اسے سمجھ بوجھ عطا فرما دیتا ہے"

محمد بن کعب کا بیان ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے مدینے میں خطبہ دیتے ہوئے کہا اے لوگو! خدا جو کچھ دے چکا ہے، اسے روکنے والا کوئی نہیں، اور جو کچھ خدا نے نہیں دیا ہے اسے دینے والا کوئی نہیں۔ خدا کے مقابلے میں کسی کا بھی بس نہیں چل سکتا۔ خدا کو جس سے بھلائی منظور ہوتی ہے، اسے دین میں سمجھ بخش دیتا ہے۔ میں نے یہ لفظ اسی منبر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنے ہیں"

حمید بن عبدالرحمان کی روایت ہے کہ حضرت معاویہ نے خطبے میں کہا "میں نے نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے "خدا جس کے ساتھ بہتری چاہتا ہے، اسے دین میں خاص فہم بخش دیتا ہے۔ میں تو محض بانٹنے والا ہوں، مگر دینے والا خدا ہے یہ امت برابر حق پر قائم رہے گی اور مخالف نقصان نہ پہونچا سکیں گے، یہاں تک کہ قیامت آجائے۔"

اور حدیث میں ہے کہ "خدا کو جب کسی بندے کی بھلائی منظور ہوتی ہے، تو اس میں تین وصف پیدا کر دیتا ہے: دین الہٰی میں فہم، دنیا سے بے زاری، اور اپنے عیوب کی پرکھ"

# باب

## چالیس حدیثوں والی روایت

حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس کسی نے میری امت کیلئے چالیس حدیثیں حفظ کر لیں، قیامت کے دن فقیہ و عالم بن کر خدا سے ملے گا"

امام مالک نے نافع کے واسطے سے عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس کسی نے میری امت کے لئے چالیس حدیثیں حفظ کیں اور اسے پہنچا دیں، تو میں قیامت کے دن اس کا شفیع ہوں گا"

ابو عمر کہتے ہیں اس باب کی حدیثوں میں اس حدیث کی روایت سب سے بہتر ہے، مگر وہ بھی غیر محفوظ اور امام مالک سے غیر معروف ہے، امام مالک کی طرف اسے منسوب کرنا سخت غلطی ہے۔ ابو علی بن السکن کا فیصلہ ہے کہ اس باب میں ایک روایت بھی ثابت نہیں۔

# باب

## کتابتِ علم میں سلف کے دو مسلک

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھ سے قرآن کے سوا کچھ نہ لکھو جس کسی نے قرآن کے علاوہ کچھ لکھا ہو، مٹا ڈالے"

ایک مرتبہ حضرت زید حضرت معاویہ کے یہاں گئے۔ معاویہ نے ان سے ایک حدیث دریافت کی اور اپنے منشی کو اسے لکھ لینے کا حکم دیا۔ اس پر حضرت زید نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیں حکم ہے کہ حدیث نہ لکھا کریں" معاویہ نے وہ تحریر مٹوا دی۔

عبداللہ بن یسار سے روایت ہے کہ امیر المومنین علی بن ابی طالب نے خطبے میں فرمایا "جس کسی کے پاس قرآن کے علاوہ کوئی تحریر موجود ہو میں اسے قسم دیتا ہوں کہ گھر لوٹ کے فوراً مٹا ڈالے، کیونکہ پچھلی قومیں اسی وجہ سے ہلاک ہوگئیں کہ انھوں نے اپنے رب کی کتاب چھوڑ دی تھی اور اپنے علماء کی قیل وقال کی پیروی میں لگ گئی تھیں"

ابو نضرہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابو سعید خدری سے عرض کیا ہم آپ سے جو کچھ سنتے ہیں اسے لکھ لیا کریں؟ فرمانے لگے "کیا تم میری باتوں کو قرآن بنانا چاہتے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اور ہم یاد کر لیا کرتے تھے تم بھی ہماری طرح یاد کر لیا کرو"

امام مالک سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق نے حدیث مدون کرنا چاہی، مگر بعد میں فرمایا "کتاب اللہ کے ساتھ اور کوئی کتاب نہیں ہونا چاہیے"

نیز امام مالک نے کہا، ابن شہاب زہری کے پاس ایک کتاب کے سوا کوئی کتاب نہ تھی اور

---

ؔ یہاں علم سے مراد حدیث شریف ہے۔

اس کتاب میں ان کا نسب نامہ درج تھا۔ اس زمانہ میں لوگ لکھتے نہیں تھے۔ یاد کر لیا کرتے تھے اگر کبھی کوئی لکھتا بھی تھا، تو صرف یاد کرنے کے لئے یاد کر چکتے تھے تو تحریر مٹا دیتے تھے۔

عروہ بن الزبیر سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے حدیث نبوی مدون کرنے کا ارادہ کیا اور صحابہ سے مشورہ لیا۔ سب نے تجویز پسند کی، مگر خود حضرت ایک مہینے تک رکے رہے اور خدا سے استخارہ کرتے رہے یہاں تک کہ بصیرت حاصل ہو گئی اور ایک دن صبح کو فرمایا "میرا قصد سنت نبوی کی جمع و تدوین کا تھا، پھر خیال ہوا کہ تم سے پہلے بھی قوموں نے کتابیں لکھیں اور کتاب اللہ کو چھوڑ کر اپنی بنائی ہوئی کتابوں کی ہو رہیں۔ بخدا میں کتاب اللہ میں ہرگز کسی چیز کی ملاوٹ نہ ہونے دوں گا"

حضرت ابن عباس فرمایا کرتے تھے "نہ خود ہم علم لکھتے ہیں نہ دوسروں کو لکھاتے ہیں"۔

ابن سیرین کا قول ہے "بنی اسرائیل ان کتابوں سے گمراہ ہوئے، جو ان کے بزرگ چھوڑ گئے تھے"

سعید بن جبیر کہتے ہیں "ہم اپنے اختلاف ایک کتاب میں لکھ لیا کرتے تھے۔ ایک دن میں انہی اختلافات کی تحقیق کے لئے حضرت عبداللہ بن عمر کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ کتاب پوشیدہ رکھی۔ دیکھ لیتے، تو اسی وقت مجھ سے قطع تعلق کر لیتے"

اسود بن ہلال کہتے ہیں "مجھے اور علقمہ کو ایک صفحہ دستیاب ہوا ہم اس صفحے کو حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس لے گئے۔ سورج ڈھل چکا تھا ہم دیر تک ڈیوڑھی پر بیٹھے رہے پھر حضرت عبداللہ نے کنیز کو حکم دیا کہ جا دیکھ، دروازے پر کون ہے؟ اس نے بتایا، علقمہ اور اسود بیٹھے ہیں۔ فرمایا، اندر بلا لا۔ ہم پہنچے، تو فرمایا، شاید تم دیر سے بیٹھے تھے؟ ہم نے اقرار کیا، تو کہنے لگے، خبر کیوں نہ کر دی؟ ہم نے عرض کیا اس خیال سے کہ شاید آپ سوتے ہوں کہنے لگے "مجھے پسند نہیں کہ میری نسبت ایسا خیال کرو۔ یہ ایک ایسی ساعت ہے، جسے ہم رات کی نماز پر قیاس کرتے تھے" ہم نے عرض کیا "یہ ایک کاغذ ملا ہے۔ اس میں اچھی اچھی باتیں لکھی ہیں۔ فرمایا" لاؤ، مجھے دو" کاغذ لے کر کنیز کو حکم دیا کہ پانی بھر کے طشت لے آ۔ طشت آ گیا تو کاغذ کو اس میں ڈبا ڈبا کر ہاتھ سے تحریر مٹانے لگے، اور یہ بھی فرماتے جاتے تھے "نحن نقص علیک احسن القصص[۱]" ہم نے عرض کیا، ذرا کاغذ کو پڑھ تو لیجئے۔ بڑی عجیب باتیں لکھی ہیں، مگر حضرت

[۱] ہم تمہیں ایک بہترین قصہ سناتے ہیں۔

تحریر مٹاتے ہی رہے۔ پھر فرمایا "قلب ایک ظرف ہے اور اس ظرف میں قرآن کے سوا کچھ نہ بھرو"
اس واقعہ کے راوی، ابو عبید کہتے ہیں، شاید یہ کاغذ اہل کتاب سے ملا تھا، اسی لئے حضرت عبداللہ نے اسے
پڑھنا پسند نہ کیا۔

مسروق نے علقمہ سے کہا، میرے لئے نظائر لکھ دیجئے، علقمہ نے جواب دیا، کیا تجھے معلوم نہیں کہ لکھنا
مکروہ ہے؟ مسروق نے جواب دیا، معلوم ہے، لیکن میں یاد کرکے تحریر جلا دوں گا۔

امام شعبی کہا کرتے تھے "میں نے سفیدی پر کبھی سیاہی پھیلائی نہیں" (یعنی کاغذ پہ کبھی لکھا نہیں)
اور حدیث کسی سے دوبارہ دہروائی نہیں" (یعنی پہلی دفعہ سنتے ہی حفظ کر لیتے تھے)

اسحاق بن اسماعیل طالقانی کہتے ہیں، میں نے جریر بن عبدالحمید سے پوچھا کیا منصور بن معتمر کتابت
حدیث ناپسند کرتے تھے؟ کہنے لگے "بے شک منصور، مغیرہ، اعمش، یہ سب بزرگ، حدیث کی کتابت ناپسند
نہ ماننے تھے"

امام اوزاعی کہا کرتے تھے "یہ علم شریف تھا جب تک آدمیوں کے منہ میں تھا۔ ایک دوسرے
سے سنتا تھا اور مذاکرہ کرتا تھا، لیکن جب کتابوں میں آیا تو اس کا نور جاتا رہا اور نااہلوں کے پلّے پڑ گیا"

ابو عمر کہتے ہیں، علم کی کتابت جن لوگوں نے ناپسند کی ہے، ان کے سامنے دو وجہیں تھیں، ایک
یہ کہ قرآن کے ہم درجہ کوئی کتاب نہ ٹھہرائی جائے اور دوسرے یہ کہ لوگ تحریر پہ تکیہ کر لیں اور حفظ
کی عادت جاتی رہے۔

خلیل کا شعر ہے :-

لیس بعلم ما حوی القمطر    ما العلم الا ما حواہ الصدر

(وہ علم نہیں جو کتابوں میں ہے، علم وہی ہے جو سینے میں سما چکا ہے)

یونس بن حبیب نے ایک شخص کو یہ شعر پڑھتے سنا :-

استودع العلم قرطاسا فضیعہ    وبئس مستودع العلم القراطاس

(کاغذ کے سپرد کرکے علم کو ضایع کر دیا، علم کا بدترین امانت دار کاغذ ہے)

تو کہنے لگے "یہ کم بخت علم اور حفظِ علم کے لئے کیسا مستعد ہے! علم کا تعلق روح سے ہے اور مال کا تعلق بدن سے ہے، لہٰذا علم کی ویسی حفاظت کرو جیسی روح کی کرتے ہو اور مال کی ویسی حفاظت کرو جیسی بدن کی کرتے ہو"

ابو عمر کہتے ہیں، اس باب میں جن لوگوں کے اقوال ہم نے درج کئے ہیں، انھوں نے عربوں کا طریقہ بتایا ہے، جن میں قوتِ حفظ قدرتی تھی حضرت ابن عباس، شعبی، ابن شہاب، نخعی، قتادہ وغیرہ بزرگوں کی حالت یہ تھی کہ ایک دفعہ سنا اور یاد ہو گیا۔ خود ابن شہاب نے اپنے بارے میں کہا ہے "میں بقیع سے گزرتا ہوں، تو اس ڈر سے کان بند کر لیتا ہوں کہ بری بات کان میں پڑ جائے اور ذہن پر چڑھ جائے بخدا جو کچھ ایک دفعہ سن لیتا ہوں، پھر کبھی نہیں بھولتا" شعبی وغیرہ نے بھی اپنی حالت ایسی ہی بیان کی ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "ہم ان پڑھ قوم ہیں۔ لکھنا اور حساب کرنا نہیں جانتے یہ بات مشہور ہے کہ عربوں کی قوتِ حافظہ بہت بڑھی ہوئی تھی۔ لوگ لمبے لمبے قصیدے سنتے ہی یاد کر لیتے تھے۔ حضرت ابن عباس کو عمر بن ابی ربیعہ کا مشہور قصیدہ "امن آل نعم انت غاد فمبکر" سنتے ہی یاد ہو گیا تھا، لیکن اب لوگوں کی حالت یہ نہیں ہے۔ اب کتابیں نہ ہوں تو بہت سا علم ضائع ہو جائے، پھر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بہت سے علماء نے لکھنے کی اجازت دی ہے اور اسے پسند بھی فرمایا ہے، جیسا کہ ہم ابھی بیان کریں گے۔ امام نخعی کتابوں کے بڑے مخالف تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آخر عمر میں یادداشت کمزور ہو کر مشتبہ ہو گئی۔ منصور کا بیان ہے کہ نخعی حدیث کے بعض حصے چھوڑ جاتے تھے۔ ایک دن میں نے ان سے کہا، لیکن سالم نے تو یہ حدیث پوری روایت کی ہے۔ کہنے لگے سالم لکھا کرتے تھے اور میں نے کبھی لکھا نہیں" یہ کہہ کر نخعی نے کتاب کی اور کتاب کی ضرورت و فضیلت تسلیم کر لی ہے۔

# باب

## کتابتِ علم کی اجازت

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ خطبہ کے بعد یمن کا ایک آدمی، ابوشامہ کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ خطبہ مجھے لکھ دیجیے" " آپ نے بعض صحابہ کو حکم دیا" ابوشامہ کے لئے لکھ دو"

حضرت ابوہریرہ فرمایا کرتے تھے" اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں عبداللہ بن عمرو کے سوا مجھ سے زیادہ کسی کے پاس احادیث نہ تھیں۔ عبداللہ بن عمرو لکھا کرتے تھے اور میں لکھتا نہ تھا"

حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں جو کچھ سنتا، لکھ لیتا تھا کہ یاد کروں، لیکن قریش نے منع کیا۔ کہنے لگے، یہ نہ کرو۔ رسول اللہ کبھی غصے میں بھی ہو جاتے ہیں۔ اس پر میں نے لکھنا موقوف کر دیا۔ پھر ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا تذکرہ کیا، تو حضور نے انگشت مبارک سے دہن مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا" لکھا کر، کیونکہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اِس سے (منہ سے) حق کے سوا کبھی کچھ نہیں نکلتا"

ابوجحیفہ کا بیان ہے، میں نے امیرالمومنین علی بن ابی طالب سے سوال کیا، اہل بیت کے پاس قرآن کے علاوہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی خاص تحریر موجود ہے؟ حضرت نے جواب دیا نہیں، قسم اُس ذات کی جس نے اناج کے دانے میں جان ڈالی اور جاندار کو پیدا کیا ہے، ہمارے پاس کچھ بھی نہیں۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ خدا کسی بندے کو اپنی کتاب کا خاص فہم عطا فرما دے اور ہاں صرف یہ کاغذ ہے" میں نے پوچھا اِس کاغذ میں کیا ہے؟ فرمایا" قیدی کی رہائی اور کافر کے بدلے مسلمان کے قتل کی مخالفت"

حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ، دیت اور فرائض و سنن کے

احکام لکھا کر عمرو بن حزم وغیرہ کو عنایت کئے تھے۔

ابوجعفر محمد بن علی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے قبضے میں ایک کاغذ ملا، جس میں لکھا تھا اندھے کو رستہ بھلانے والا ملعون ہے۔ زمین کا چور ملعون ہے۔ احسان فراموش ملعون ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو فرمایا کرتے تھے "دو ہی چیزوں نے زندگی میرے لئے پسندیدہ کر رکھی ہے: صادقہ نے اور وھط نے صادقہ اس تحریر کا نام ہے جو میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لکھی تھی اور وھط وہ زمین ہے، جو میرے والد عمرو بن العاص نے صدقہ کر دی تھی"

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "علم کو کتاب میں لکھا کرو" حضرت عمر سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔

معن کا بیان ہے کہ عبدالرحمان نے ایک تحریر مجھے دکھائی اور قسم کھا کر کہا کہ ان کے والد حضرت عبداللہ بن مسعود کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔ ضحاک کا قول ہے "جب کچھ سنو، لکھ لیا کرو۔ کچھ نہ ملے تو دیوار ہی پر سہی"

سعید بن جبیر کہتے ہیں، حضرت ابن عباس کے ساتھ سفر میں ہوتا تو جو کچھ ان سے سنتا، کجاوے کی لکڑی پر لکھتا رہتا۔ جب منزل پر پہونچتا تو کتاب میں نقل کر لیتا۔

ابوقلابہ کا مقولہ ہے "بھول جانے سے لکھ لینا کہیں بہتر ہے"

ابوملیح کہا کرتے تھے "ہماری کتابوں پر اعتراض ہے، حالانکہ خود خدا فرماتا ہے "علمها عند ربی فی کتاب[1]"۔

عبدالعزیز بن محمد دراوردی نے کہا ابن شہاب پہلے آدمی ہیں جنھوں نے حدیث کو مدون کیا۔

ابوالزناد کہتے ہیں، ہم صرف احکام حلال و حرام لکھا کرتے تھے، لیکن ابن شہاب جو کچھ سنتے تھے قلم بند کر لیتے تھے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ انھی کا علم سب سے زیادہ ہے۔

معاویہ بن قرہ کا مقولہ ہے "جو شخص لکھتا نہیں، اُسے عالم ہی نہ سمجھو"

---

[1] اس کا علم میرے پروردگار کے پاس کتاب میں ہے۔

حسن بصری کے متعلق مروی ہے کہ علم کی کتابت میں حرج نہیں سمجھتے تھے، بلکہ اُن کا درسِ تفسیر تو لوگ لکھ لیا کرتے تھے۔ حسن ہی کا یہ قول، اعمش نے روایت کیا ہے کہ "ہمارے پاس کتابیں ہیں، جنھیں ہم برابر دیکھا کرتے ہیں"

خلیل بن احمد کا مقولہ ہے "جو کچھ لکھتے ہو، اُسے اپنا بیت المال بناؤ اور جو کچھ سینے میں جمع کر چکے ہو، اُسے صرف میں لاؤ"

ہشام کہتے ہیں، میرے والد عُروہ کی کتابیں، یوم حرہ[1] میں جل گئی تھیں۔ بعد میں برابر فرمایا کرتے تھے "کاش اہل وعیال، مال و دولت کی جگہ کتابیں میرے پاس رہ گئی ہوتیں!"

اسحاق بن منصور نے کہا "میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا، علم کی کتابت کس نے مکروہ بتائی ہے؟ کہنے لگے "بعضوں نے اِسے ناپسند کیا ہے اور بعضوں نے جائز رکھا ہے" میں نے کہا اگر علم مدون نہ کیا جاتا، تو ضایع ہو جاتا۔ فرمایا "بے شک، علم لکھا نہ جاتا تو خود ہم کیا چیز ہوتے!"

سعید بن ابراہیم سے مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے ہمیں سُنن جمع کرنے کا حکم دیا۔ ہم نے کئی کتابیں تیار کیں، اور اُنھوں نے سلطنت کے ایک ایک ملک میں ایک ایک نسخہ بھیج دیا۔

زہری کہا کرتے تھے "ہم علم کی کتابت ناپسند کرتے تھے، یہاں تک کہ حکام نے ہمیں لکھنے پر مجبور کر دیا۔ پھر خود ہماری بھی یہی رائے ہو گئی کہ لکھنے سے کسی مسلمان کو منع نہ کریں"

خلیل بن احمد کا قول ہے "جو کچھ میں نے سنا ہے، لکھ لیا ہے اور جو کچھ لکھا ہے، یاد کر لیا ہے اور جو کچھ یاد کیا ہے، اُس سے فائدہ اٹھایا ہے"

# باب

## تحریر پر نظر ثانی

ہشام کہتے ہیں، میرے والد عروہ بن الزبیر نے ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا "تو لکھ چکا؟" میں نے

[1] یزید بن معاویہ نے اپنے دورِ حکومت میں جو خونریزی کی تھی وہ "یوم حرہ" کے نام سے مشہور ہے۔

عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا "نظر ثانی بھی کرلی؟" میں نے انکار کیا تو فرمایا "پھر کچھ بھی نہیں لکھا"

یحیٰی بن کثیر کا قول ہے "جو آدمی لکھتا ہے اور نظر ثانی نہیں کرتا، اس شخص کی طرح ہے جو بیت الخلا جاتا ہے مگر استنجا نہیں کرتا"

عبدالرزاق راوی ہیں کہ معمر نے کہا "کتاب پر سو دفعہ نظر ثانی کی جائے تو بھی غلطی سے محفوظ نہیں"

# باب

## کم عمری میں تحصیل علم

حضرت ابوامامہ باہلی سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو لڑکا طلب علم اور عبادت میں نشو و نما پاتا ہے یہاں تک کہ بڑا ہو جاتا ہے اور اپنی اسی حالت پر استوار رہتا ہے تو اسے ستر صدیقوں کا ثواب ملتا ہے"

حسن بصری کا مقولہ ہے "بچپن میں تحصیل علم، پتھر میں لکیر کی طرح ہے"

علقمہ کہتے ہیں "میں نے کم عمری میں جو کچھ یاد کر لیا تھا، اس طرح محفوظ ہے گویا کتاب میں دیکھ رہا ہوں"

حضرت حسن علیہ السلام نے اپنے لڑکوں اور بھتیجوں کو نصیحت کی "علم حاصل کرو، کیونکہ گو آج تم قوم کے چھوٹے ہو، مگر کل تم ہی قوم کے بڑے بننے والے ہو۔ جس نے یاد نہ کیا ہو، لکھ کر یاد کرے"۔

عروہ بن الزبیر اپنے لڑکوں سے کہا کرتے تھے "آؤ مجھ سے علم حاصل کرو، کیونکہ عنقریب تم قوم میں بڑے آدمی ہو گے۔ میں بھی پہلے چھوٹا تھا اور کوئی میری پرواہ نہ کرتا تھا، لیکن جب جوان ہوا تو لوگ دور دور کر آنے اور مجھ سے فتوے لینے لگے۔ اس سے بڑھ کر عیب اور کیا ہو سکتا ہے کہ آدمی سے اس کے دین کی کوئی بات پوچھی جائے اور وہ جاہل نکلے"۔

یوسف بن یعقوب بن الماجشون کا بیان ہے کہ ہم ابن شہاب سے مسئلے پوچھا کرتے تھے۔ ایک دن انھوں نے ہم سے کہا "کم عمری کی وجہ سے اپنے آپ کو حقیر نہ سمجھو کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دستور

تھا کہ جب کوئی مشکل معاملہ آپڑتا، تو نوعمروں کو بلا کر مشورہ کرتے اور ان کی تیز عقلوں سے فائدہ اٹھاتے۔"

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت میں کم سن تھا۔ اپنے ایک ہم عمر انصاری لڑکے سے میں نے کہا چلو اصحاب رسول اللہ سے علم حاصل کرلیں، کیونکہ ابھی وہ بہت ہیں۔ انصاری نے جواب دیا" ابن عباس، تم بھی عجیب آدمی ہو۔ اتنے صحابیوں کی موجودگی میں لوگوں کو بھلا تمہاری کیا ضرورت پڑے گی! اس پر میں نے انصاری لڑکے کو چھوڑ دیا اور خود علم حاصل کرنے میں لگ گیا۔ بارہا ایسا ہوا کہ معلوم ہوتا فلاں صحابی کے پاس فلاں حدیث ہے میں اُس کے گھر دوڑ جاتا۔ اگر وہ قیلولے میں ہوتا، تو میں اپنی چادر کا تکیہ بنا کر اس کے دروازے ہی پر پڑ رہتا، اور گرم ہوا میرے چہرے کو جھلساتی رہتی۔ جب وہ صحابی باہر آتا اور مجھے اس حال میں پاتا، تو متاثر ہو کر کہتا" رسول اللہ کے ابن عم آپ کیا چاہتے ہیں؟" میں کہتا' سنا ہے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فلاں حدیث روایت کرتے ہیں۔ اسی کی طلب میں حاضر ہوا ہوں۔ وہ کہتا آپ نے کسی کو بھیجا ہوتا اور میں خود چلا آتا، میں جواب دیتا، نہیں اس کام کے لئے خود مجھی کو آنا چاہیئے تھا اس کے بعد یہ ہوا کہ جب اصحاب رسول اللہ گزر گئے تو وہی انصاری دیکھتا کہ لوگوں کو میری کیسی ضرورت ہے، اور حسرت سے کہتا" ابن عباس، تم مجھ سے زیادہ عقل مند تھے!"

مکحول سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" بوڑھا آدمی، جوان سے علم حاصل کرنے میں نہ شرمائے۔"

# باب

## علم میں سوال و جواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جہل کا علاج، سوال ہے۔"

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ فرمایا کرتی تھیں" خدا کی رحمت ہو انصاری عورتوں پر، شرم

انھیں اپنا دین سیکھنے سے باز نہ رکھ سکی!"

حضرت ام سلیم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا "خدا حق سے نہیں شرماتا، کیا عورت پر بھی غسل ہے..... " لیکن حضرت علی شرم کی وجہ سے مذی کے بارے میں سوال نہ کر سکے کیونکہ حضور پر نور کے داماد تھے، بلکہ مقداد اور عمارؓ کے ذریعہ دریافت کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ہے "علم تلاش سے بڑھتا اور سوال سے حاصل ہوتا ہے"

ابن شہاب کا مقولہ ہے "علم خزانہ ہے اور سوال اس کی کنجی"

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ عہد رسالت میں ایک شخص کو جو زخمی تھا، غسل کی حاجت ہوئی۔ لوگوں نے غسل کرا دیا اور وہ ٹھٹھر کر مر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی، تو ناراض ہوئے اور فرمایا "اسے مار ڈالا، خدا انھیں مارے! کیا جہل کا علاج، سوال نہ تھا؟"

عبداللہ بن بریدہ کا بیان ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے نسّابہ عرب، دعبل کو طلب کیا اور عربیت، قبائلی نسب اور ستاروں کے متعلق بہت سے سوال کئے۔ اس نے معقول جواب دئے اور بہت ذی علم ثابت ہوا۔ معاویہ نے خوشی اور تعجب سے پوچھا "دعبل، تو نے یہ سب کیسے جانا؟" اس نے جواب دیا "میں نے یہ سب بیدار قلب اور پوچھنے والی زبان سے سیکھا ہے!"

اصمعی کا شعر ہے:

شفاء العمیٰ طول السؤال وانما تمام العمیٰ طول السکوت علی الجھل

(کوریٔ عقل کا علاج دائمی سوال ہے، اور کوری کی تکمیل، جہل پر دائمی سکوت ہے)

خلیل بن احمد کہا کرتے تھے "ثواب کے لئے نہیں، تو اسی خیال سے لوگوں کو تعلیم دو کہ خود تمہارا علم تازہ رہے۔ کثرتِ سوال سے اکتاؤ نہیں، کیونکہ اس سے تم پر علم کے نئے نئے دروازے کھلیں گے"

ایک شخص عبداللہ بن مبارک کے حلقے میں حاضر ہوا۔ محدث طرح طرح کے سوال کر رہے تھے، مگر وہ شرم سے چپ بیٹھا تھا۔ عبداللہ نے محسوس کیا اور ایک پرزے پر یہ شعر لکھ کر اس کی طرف بڑھا دئے

ان تلبثت عن سوالک عبد اللہ ترجع غدا بجفی حنین

(بندۂ خدا آج سوال سے ہچکچاتے رہے، تو کل جب لوٹو گے تو ہاتھ میں ڈھاک کے تین پات ہی ہوں گے)

فاعنت الشیخ بالسوال تجدہ سلسا یلقیک بالرواحتین

(شیخ کو سوالوں سے پریشان کرو، تم اسے نرم پاؤ گے اور وہ تمہیں ہاتھوں ہاتھ لے گا)

واذا لم تصح صیاح الثکالی قمت عنہ وانت صفرالیدین

(بیواؤں کی طرح نہ چلاؤ گے، تو شیخ کے پاس سے خالی ہاتھ اٹھو گے)

سلیمان بن یسار کا مقولہ ہے "سلیقۂ سوال، نصف علم ہے اور اعتدال، نصف زندگی"

اصمعی سے پوچھا گیا "آپ نے یہ تمام علم کیسے حاصل کیا؟" کہنے لگے "مسلسل سوال سے اور ایک ایک لفظ گرہ میں باندھ کے"

عمر بن عبدالعزیز فرمایا کرتے تھے "بہت کچھ علم مجھے حاصل ہے لیکن جن باتوں کے سوال سے میں شرمایا تھا، ان سے اس بڑھاپے میں بھی جاہل ہوں"

حضرت علی نے فرمایا "پانچ باتیں ایسی ہیں جنھیں خوب یاد رکھنا اور ان کے لئے ہر قسم کی مشقت برداشت کرنا چاہیئے؛ بندہ اپنے گناہ کے علاوہ کسی سے نہ ڈرے۔ اپنے پروردگار کے سوا کسی سے آس نہ لگائے۔ جاہل سوال سے نہ شرمائے۔ عالم اگر کوئی بات نہیں جانتا، تو اعتراف جہل میں شرم نہ کرے۔ ایمان میں صبر کا درجہ وہی ہے، جو جسم میں سر کا۔ جس طرح بے سر کا جسم بے کار ہے اسی طرح جس آدمی میں صبر نہیں، اس میں ایمان بھی نہیں"

حضرت امیرالمومنین ہی کا مقولہ ہے "خوف کا نتیجہ ناکامی ہے اور شرم کا نتیجہ محرومی"

حسن بصری کا قول ہے "جو کوئی طلب علم میں شرماتا ہے، اس کا علم حقیر رہتا ہے"

خلیل کہتے ہیں "جہل در اصل حیا اور تکبر کے درمیان ایک درجہ ہے"

مشہور مقولہ ہے "جو سوال کرنے میں ہتک سمجھتا ہے، اس کا علم بھی ہلکا ہوتا ہے۔ جو خیال کرتا ہے کہ علم کی کوئی انتہا ہے، وہ علم پر ظلم کرتا ہے"

ابو کثیر نے کہا "علم کی میراث، سونے چاندی کی میراث سے بہتر ہے۔ اچھا دل اچھے موتی سے قیمتی ہے"

علم تن آسانی کے ساتھ حاصل نہیں کیا جا سکتا "

ابو مسلم بن فہد کو مخاطب کر کے محمد بن حسن زبیدی نے خوب کہا ہے:

ابا مسلم ان الفتی بجنانہ　　ومقولہ لا بالمراکب واللبس

(ابو مسلم آدمی اپنے دل اور زبان سے ہے نہ کہ اچھی اچھی سواریوں اور کپڑوں سے)

ولیس ثیاب المرء تغنی قلامۃ　　اذا کان مقصورا علی قصر النفس

(دنی البطبع انسان کو قیمتی کپڑے بھلا کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں....)

ولیس یفید العلم والحلم والتقی　　ابا مسلم طول القعود علی الکرسی

(اور اے ابو مسلم، کرسی پر لدے رہنے سے علم و عقل و تقویٰ حاصل نہیں ہو سکتا)

ابراہیم بن مہدی کا مقولہ ہے "بے وقوفوں کی طرح سوال کرو اور عقلمندوں کی طرح یاد کرو"

سفیان ثوری کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس کسی نے علم حاصل کیا اور عمل نہ کیا، اس کے لئے ایک ہلاکت ہے، اور جو جاہل ہے، مگر علم حاصل نہیں کرتا، اس کے لئے دو ہلاکتیں ہیں"

# باب

## طلب علم میں سفر

جمیل بن قیس سے مروی ہے کہ ایک شخص مدینے سے چل کر حضرت ابو الدرداءؓ کی خدمت میں دمشق آیا اور ایک حدیث کے بارے میں سوال کیا۔ ابو الدرداء نے کہا "تم نہ کسی اور مطلب سے آئے ہو نہ تجارت پیش نظر ہے۔ صرف حدیث ہی کی جستجو میں نکلے ہو؟ اس نے عرض کیا، جی ہاں واقعہ یہی ہے۔ اس پر حضرت نے فرمایا "اگر یہی بات ہے تو خوش ہو جاؤ، کیونکہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو بندہ علم کی تلاش میں نکلتا ہے، فرشتے اس کے لئے اپنے

پر رکھ دیتے ہیں۔ جنت کی ایک راہ اس پر کھل جاتی ہے اور یہ کہ عالم کے لئے آسمان وزمین کی تمام مخلوق حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں بھی مغفرت کی دعا کرتی ہیں علم کو عابد پر وہی فضیلت حاصل ہے، جو بدر منیر کو تمام ستاروں پر۔ علماء انبیاء کے وارث ہیں، کیونکہ انبیاء نے درہم و دینار نہیں چھوڑا۔ صرف علم چھوڑا ہے۔ جس نے علم حاصل کر لیا، بڑی دولت کا مالک بن گیا"

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنی کنیز کو اچھی تعلیم دی اور اچھی تربیت سے سنوارا پھر آزاد کر کے اپنی زوجیت میں لے لیا، اس کے لئے دو ثواب ہیں اور اہل کتاب میں سے جو شخص اپنے نبی پر اور مجھ پر ایمان لایا، اس کیلئے دو ثواب ہیں، اور جس غلام نے اپنے آقا کا حق اور اپنے خدا کا حق ادا کر دیا، اس کے لئے دو ثواب ہیں" شعبی نے یہ حدیث روایت کر کے حاضرین سے کہا" لو یہ مفت لے جاؤ۔ اس سے کم درجے کی حدیث کے لئے لوگ اگلے زمانے میں مدینہ تک سفر کیا کرتے تھے"!

حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں مجھے ایک حدیث کے بارے میں پتہ چلا کہ فلاں صحابی نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ اسی وقت میں نے اونٹ خریدا۔ اس پر زین کسا اور صحابی کی تلاش میں چل پڑا۔ ایک مہینے کی دوڑ دھوپ کے بعد معلوم ہوا کہ وہ صحابی، ملک شام میں موجود ہے۔ عبداللہ بن انیس انصاری اس کا نام تھا۔ میں شام پہنچا اور اس کے دروازے پر اونٹ بٹھا دیا۔ گھر میں خبر بھیجی کہ جابر آپ کی چوکھٹ پر کھڑا ہے۔ خادم نے لوٹ کر کہا، میرے آقا پوچھتے ہیں، کیا آپ جابر بن عبداللہ ہیں۔ میں نے کہا، ہاں بھئی کو جابر بن عبداللہ کہتے ہیں یہ سنتے ہی عبداللہ بن انیس باہر نکل آئے اور مجھ سے معانقہ کیا۔ میں نے کہا، سنا ہے، آپ کے پاس مظالم کے بارے میں ایک ایسی حدیث موجود ہے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی۔

...... انھوں نے جواب دیا" بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ، لوگوں کو (اور شام کی طرف دست مبارک سے اشارہ کیا) اس حال میں جمع کرے گا کہ ننگے بدن اور ننگے پاؤں ہوں گے۔ پھر انھیں ایسی آواز میں پکارے گا کہ دور و نزدیک

سب جگہ سنی جائے گی۔ فرمائے گا" میں ہوں منصف شہنشاہ! کوئی جنتی جنت میں نہیں جاسکتا جب تک ایک دوزخی بھی اس پر کسی ظلم کا، حتیٰ کہ طمانچے تک کا دعویٰ دار ہے، اور کوئی دوزخی دوزخ میں نہیں جاسکتا، جب تک اس پر ایک جنتی بھی کسی ظلم کا، حتیٰ کہ طمانچے تک دعوے دار ہے" صحابہ نے عرض کیا۔ "مگر وہاں بدلہ کیسے دیا جائے گا، جب کہ خدا کے حضور سب ننگے بدن اور ننگے پاؤں ہوں گے؟ جواب میں حضور پرنور نے ارشاد فرمایا" نیکیوں اور بدیوں سے"

ابوسعید اعمیٰ سے روایت ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری نے مدینے سے مصر کا سفر محض اس لئے اختیار کیا کہ حضرت عقبہ بن عامر سے ایک حدیث سنیں۔ چنانچہ پہنچے اور عقبہ نے استقبال کیا، تو فرمانے لگے "میں ایک حدیث کے لئے آیا ہوں، جس کے سننے والوں میں اب تمہارے سوا کوئی باقی نہیں" عقبہ نے حدیث سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جس کسی نے مومن کی ایک برائی ڈھکی، قیامت کے دن خدا اس کی پردہ پوشی کرے گا" حضرت ابوایوب یہ حدیث سنتے ہی اپنے اونٹ کی طرف بڑھے۔ وہ سفر کے لئے تیار تھا۔ ایک لمحہ ٹھہرے بغیر مدینے واپس چلے گئے!

سعید بن مسیب کہتے ہیں "میں ایک ایک حدیث کے لئے کئی کئی دن اور کئی کئی راتیں سفر کیا کرتا تھا"

شعبی کا بیان ہے "میں نے مسروق سے بڑھ کر کسی کو علم کے لئے سفر کرنے والا نہیں سنا"

حضرت عبداللہ بن الزبیر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جاہل مرجانے کے خوف سے جو بندہ طلب علم میں نکلتا ہے، یا سنت مٹ جانے کے ڈر سے اس کے احیاء کے لئے چلتا ہے، تو اس کی مثال غازی کی ہے، جو جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکلتا ہے، جسے عمل نے پیچھے کردیا ہے، نسب اُسے آگے نہیں کرے گا"

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو کوئی طلب علم میں نکلتا ہے فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں اس کی معیشت میں برکت ہوتی ہے۔ اس کا

رزق گھٹتا نہیں، مبارک ثابت ہوتا ہے"

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "طلب علم میں نکلنے والا واپسی تک جہاد فی سبیل اللہ میں ہے"

شعبی کا قول ہے "اگر کوئی شخص، ملک شام کے آخر سے چل کر یمن کے آخر تک محض اس لئے جائے کہ حکمت کا ایک بول سن لے، تو میرے نزدیک اس کا سفر ضائع نہیں گیا"

حضرت ابو الدرداء سے منقول ہے "جو کوئی علم کے لئے سفر کو جہاد نہیں سمجھتا، اس کی عقل میں نقص ہے"

# باب

## طلب علم میں ثبات و دوام

امام مالک کا قول ہے "جس کے پاس علم ہے، اسے بھی مزید علم کی تحصیل سے بے پرواہ نہیں ہونا چاہیئے"

حضرت جابر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تقوے کی ایک کان یہ بھی ہے کہ جو علم تمہارے پاس ہے، اس کے ذریعہ وہ علم حاصل کرو جو تمہارے پاس نہیں ہے یہ علم کا نقص ہے کہ اس میں اضافے کا خیال نہ ہو۔ مزید علم کی خواہش نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آدمی اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھا رہا ہے"

انہی حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "احیاءِ اسلام کے لئے علم حاصل کرتے ہوئے جو مر جاتا ہے، انبیاء کو اس پر صرف ایک درجہ فضیلت رہ جاتی ہے"

حضرت ابن عباس سے مروی ہے "دو حریص ایسے ہیں، جن کی حرص کبھی ختم نہیں ہوتی: علم کا حریص اور دنیا کا حریص"

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو ذر سے روایت ہے کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے

سنا طالب علم اگر تحصیل علم کی حالت میں مرتا ہے، تو شہید مرتا ہے"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا گیا علم کب تک حاصل کرنا چاہیئے؟ فرمایا "جب تک زندگی ہے"

عبداللہ بن مبارک سے پوچھا گیا "آپ کب تک علم حاصل کرتے رہیں گے؟ جواب دیا "موت تک انشاء اللہ" ایک اور موقعہ پر اس طرح جواب دیا "شاید وہ کلمہ اب تک میں نے نہ سنا ہو، جو میرے کام آئے"

سفیان بن عیینہ سے پوچھا گیا طلب علم کی ضرورت سب سے زیادہ کسے ہے؟ جواب دیا "جو سب سے زیادہ صاحب علم ہے، کیونکہ اُس سے غلطی ہونا سب سے زیادہ معیوب ہے"

منصور بن مہدی نے مامون رشید سے سوال کیا "بوڑھوں کو بھی علم حاصل کرنا چاہیئے؟ مامون نے جواب دیا "اگر جہل بوڑھوں کے حق میں بھی معیوب ہے، تو ضرور علم حاصل کرنا چاہیئے"

ابن ابی عسّان کا مقولہ ہے "آدمی اسی وقت تک عالم ہے جب تک طالب علم ہے، اور اس وقت سے جاہل ہے جب طالب علمی کو خیر باد کہہ دے"

حضرت ابن عباس نے فرمایا "اصحاب رسول اللہ میں قوم انصار کے پاس مجھے زیادہ تر علم ملا، میں کسی کسی انصاری کے دروازے پر دوپہر کی گرمی میں پڑا رہتا تھا، حالانکہ اگر میں چاہتا تو وہ ملاقات کے لئے فوراً نکل آتا، مگر مجھے اس کے آرام اور خوش دلی کا خیال رہتا تھا!"

حضرت ابوہریرہ فرمایا کرتے تھے "لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ بہت روایت کرتا ہے، حالانکہ اگر قرآن میں یہ دو آیتیں موجود نہ ہوتیں، تو میں کچھ بھی روایت نہ کرتا: ان الذین یکتمون ما انزل اللہ من الکتاب[1] اور ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدیٰ[2] الخ واقعہ یہ ہے کہ میرے مہاجر بھائی خرید و فروخت میں لگے رہتے تھے اور انصاری بھائی کھیتی باڑی سے فرصت نہ پاتے تھے، لیکن ابوہریرہ اپنا پیٹ پالنے کے لئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتا تھا اور وہ ارشاد بھی سنتا تھا جو یہ لوگ نہیں سنتے تھے"

---

[1] جو لوگ چھپاتے ہیں خدا کی اتاری ہوئی کتاب کو [2] جو لوگ چھپاتے ہیں ہماری اتاری ہوئی نشانیوں اور ہدایت کو۔

ابوالزناد سے مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ حضرت ابن عباس کا علم حاصل کرنے کے لئے ان کے صاحبزادے عبیداللہ کے پاس جایا کرتے تھے۔ وہ کبھی آنے دیتے اور کبھی لوٹا دیتے۔

امام مالک کا قول ہے "یہ علم حاصل نہیں ہو سکتا، جب تک اس کی راہ میں فقر و فاقے کی لذت چکھی نہ جائے" پھر ربیعہ کی غربت و مصیبت بیان کی جو انھیں طلب علم میں جھیلنا پڑی تھی۔ فرمایا ربیعہ اس قدر نادار ہو گئے تھے کہ گھر کی چھت تک بیچ ڈالی۔ ان کی غذا یہ تھی کہ مدینے کے ~~کوڑے~~ پر سے سڑی ہوئی کشمش چن چن کے کھایا کرتے تھے۔"

امام ابو یوسف کہا کرتے تھے "ہم نے اور ہمارے ساتھ بے شمار آدمیوں نے طالب علمی کی، لیکن فائدہ انہی کو پہنچا، جن کے دل دہی سے پک گئے تھے۔ واقعہ یہ ہوا کہ ابو العباس نے حکومت پاکر تمام علماء کو مدینے سے بلا لیا تھا۔ ہمارے گھر میں سویرے تڑکے دہی چپڑی روٹی تیار ہو جاتی تھی۔ ہم اس کا ناشتہ کر کے طلب علم میں نکل کھڑے ہوتے تھے۔ پھر لوٹتے تھے اور یہی روٹی کھا لیتے تھے، لیکن چٹورے لڑکے اچھے اچھے کھانوں کی چاٹ میں رکے رہتے تھے۔ اور اس علم سے محروم رہ جاتے تھے، جو ان کی غیر حاضری میں ہمیں حاصل ہوا کرتا تھا"

سحنون کا مقولہ ہے "علم اسے راس نہیں آسکتا، جو پیٹ بھر کھانا کھاتا ہے"

امام شافعی کہا کرتے تھے "جو شخص دولت کے زور اور خودی کے گھمنڈ میں طالب علمی کرتا ہے، ناکام رہے گا۔ البتہ جس نے خاکساری، تنگ دستی اور احترام علم کے ساتھ طالب علمی کی، وہ کامیاب ہوگا"

امام شافعی نے اپنی ابتدائی طالب علمی کا حال اس طرح بیان کیا ہے:-

"میں یتیم بچہ تھا۔ ماں نے مکتب بھیجا، مگر گھر میں اتنا بھی نہ تھا کہ میاں جی کی کچھ خدمت کی جاتی۔ خوش قسمتی سے میاں جی اس پر راضی ہو گئے کہ جب باہر جایا کریں گے تو میں لڑکوں کی نگرانی کیا کروں گا۔ اس طرح جب میرا قرآن ختم ہو گیا، تو مسجد میں علماء کے حلقوں میں حاضری دینے لگا۔ جو بھی حدیث یا مسئلہ سن پاتا فوراً یاد ہو جاتا۔ میری ماں اس قدر غریب تھیں کہ کاغذ کی قیمت بھی نہیں دے سکتی تھیں۔ مجبوراً چکنی ہڈیاں ڈھونڈتا پھرتا اور کوئی مل جاتی، تو اٹھا لیتا اور اس پر لکھنا شروع کر دیتا تحریر سے بھر جاتی، اور جگہ

باقی نہ رہتی، تو اسے گھر کے ایک پرانے گھڑے میں احتیاط سے رکھ دیتا۔ اس طرح میری تعلیم چل رہی تھی کہ اتفاق سے یمن کا ایک گورنر مکے آیا۔ بعض قریشیوں نے میری سفارش کی اور وہ مجھے کام دینے پر راضی ہو گیا، مگر ماں کے پاس اتنا کہاں تھا کہ میں اپنی حیثیت درست کر کے گورنر کے ساتھ سفر کر سکتا آخر بڑی بی نے اپنی رداء سولہ دینار میں رہن رکھ کے مجھے روپیہ دیا اور میں گورنر کے ساتھ ہو لیا۔ یمن پہنچ کر گورنر نے ایک کام میرے سپرد کیا، اور میں نے اس خوبی سے انجام دیا کہ لوگوں نے بڑی تعریف کی اس سے مجھے ترقی ملی اور زیادہ بڑا کام دیا گیا۔ اسے بھی میں نے خوش اسلوبی سے پورا کیا اور زیادہ تعریف ہوئی اور ترقی ملی۔ دوسرے سال ماہ رجب میں جب یمن کے زائر مکے گئے تو میری تعریف اپنے ساتھ لے گئے اور مکے میں بھی میری شہرت پھیل گئی۔ پھر میں یمن سے واپس آیا اور ابن ابی یحییٰ سے ملا، سلام کیا تو انھوں نے بری طرح آڑے ہاتھوں لیا۔ کہنے لگے "تم لوگ ہمارے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہو۔ یہ کرتے ہو وہ کرتے ہو، مگر موقعہ پاتے ہی نکل بھاگتے ہو!" اس کے بعد سفیان بن علیہ سے ملاقات ہوئی بڑی خندہ پیشانی سے پیش آئے اور فرمایا "ہم نے تمہارے منصب کا حال سنا یہ بہت اچھا ہے کہ سب تمہارے مداح ہیں۔ تم حقوق اللہ ادا کر آئے ہو، مگر اب واپس نہ جانا" سفیان کی نصیحت کا مجھ پر ابن ابی یحییٰ کی پھٹکار سے زیادہ اثر ہوا[۱]"

امام شافعی نے اپنے دوست محمد بن حسن کو یہ شعر لکھ بھیجے، جب انھوں نے خط بھیجنے میں تاخیر کی:

قل لمن لم تر عین من راٰہ مثلہ

(اس سے کہہ دو جسے دیکھ چکنے کے بعد آنکھوں نے اس کی نظیر نہیں دیکھی)

ومن کان من راٰ قد رای من قبلہ

(وہ ایسا ہے کہ جس نے اُسے دیکھ لیا، گویا سب اگلوں کو دیکھ لیا)

العلم یأبی اھلہ ان یمنعوہ اھلہ

(علم کو گوارا نہیں کہ اہل علم، علم کو اس کے اہل سے باز رکھیں)

لعلہ یبذلہ لاھلہ لعلہ

[۱] یہ امام شافعی کا پہلا سفر تھا۔ دوسرا سفر بہت لمبا ہوا۔ کتاب کے آخر میں ان کا یہ نہایت دلچسپ سفرنامہ ملاحظہ کیجئے۔

(لیکن یہ عجلت کیوں؟ شاید وہ علم کو مستحقوں پر خرچ کرنے لگے)

انہی محمد بن حسن کے متعلق امام شافعی فرمایا کرتے تھے "ان سے میں نے اونٹ کے بوجھ برابر علم سنا ہے"

ایوب کا قول ہے "تم اپنے استاد کی غلطی اسی وقت جان سکتے ہو، جب دوسرے علماء کی صحبت میں بھی بیٹھو"

حضرت علی نے اپنے ایک مشہور خطبے میں فرمایا "آدمی اپنے ہنر ہی سے آدمی ہے۔ آدمی کا رتبہ اتنا ہی ہے جتنا اس کا ہنر ہے، لہٰذا علم میں گفتگو کرو تاکہ تمہارے رتبے ظاہر ہوں"

ابو عمر کہتے ہیں، حضرت امیر المومنین سے پہلے یہ جملہ کسی کی زبان پر جاری نہیں ہوا۔ یہ حکمت کا عجیب وغریب کلام ہے۔ آج تک تمام لوگ اس پر وجد کر رہے ہیں۔ بہت سے شعراء نے یہی مضمون لیکر طبع آزمائی بھی کی ہے۔

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "علم سے مومن کو کبھی سیری نہیں ہوتی۔ علم حاصل ہی کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جنت میں پہونچ جائے"

# باب

## تحصیل علم کی کیفیت

ابو الاحوص سے مروی ہے کہ عبد اللہ نے کہا "آدمی عالم نہیں پیدا ہوتا۔ علم سیکھ کر عالم بنتا ہے"

ابن شبیب کا مقولہ ہے "طبیعت، تربیت سے بنتی ہے۔ علم تلاش سے ملتا ہے"

کثیر کہتا ہے:۔

وفی الحلم والاسلام للمرء وازع     وفی ترک اهواء الفواد المتیم

(سلامت روی اور اسلام میں آدمی کے لیے نفس کی بے راہ روی سے روک ہے)

بصائر رشد للفتیٰ مستبینۃ     واخلاق صدق علمہا بالتعلم

(رشد و ہدایت کے نشان کھلے ہوئے ہیں اور اعلیٰ اخلاق سیکھنے سے آتے ہیں)

حضرت امیر المومنین علی کا مقولہ ہے "علم کا گم گشتہ حال ہے۔ جہاں ملے، لے لو چاہے مشرکین ہی کے ہاتھ سے ہو۔ علم سیکھنے میں عیب نہ سمجھو۔ آپس میں ملو جلو اور علم کا چرچا کرو، ورنہ علم جاتا رہے گا"

علقمہ کہا کرتے تھے "حدیث کا مذاکرہ کرو، کیونکہ علم مذاکرے سے جوش مارتا ہے"

اسماعیل بن رجاء کا دستور تھا کہ مکتب کے لڑکوں کو آ کر حدیثیں سنایا کرتے تھے، تاکہ بھول نہ جائیں۔

اصمعی سے پوچھا گیا "آپ نے یہ سب علم کیونکر محفوظ رکھا، حالانکہ آپ کے ساتھی بھول گئے" کہنے لگے "میرے ساتھیوں نے حاصل کر چکنے کے بعد علم کو چھوڑ دیا اور میں برابر چرچا کرتا رہا"

سعید بن جبیر کہا کرتے تھے "حضرت ابن عباس مجھے حدیثیں سناتے تھے، اگر اجازت دیتے کہ اٹھ کر پیشانی چوم لوں، تو ضرور چوم لیتا!"

خلیل ابن احمد کا مقولہ ہے "کتابوں سے زیادہ اپنے سینے کے علم کا مذاکرہ کیا کرو"

عون بن عبداللہ کا بیان ہے "ایک دن ہم حضرت ام الدرداء کی خدمت میں پہنچے اور دیر تک باتیں کرتے رہے۔ پھر ہم نے عرض کیا "شاید آپ اکتا گئی ہیں؟ فرمانے لگیں "کیا کہتے ہو۔ ہر کام میں میری نیت عبادت کی رہتی ہے، مگر علمی مذاکرے سے زیادہ مجھے کسی کام میں بھی لذت نہیں ملتی!"

فراء کا قول ہے "دو آدمیوں پر مجھے بڑا رحم آتا ہے: اس پر جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے، مگر سمجھ نہیں رکھتا اور اس پر جو سمجھ رکھتا ہے، مگر علم حاصل کرنا نہیں چاہتا۔ ان لوگوں پر سخت تعجب ہے جو تحصیل علم کی مقدرت رکھتے ہیں، مگر علم حاصل نہیں کرتے"

فراء ہی نے کہا ہے "حکیم جالینوس سے پوچھا گیا "اپنے سب ساتھیوں سے زیادہ تم نے حکمت کیسے حاصل کر لی؟ جالینوس نے جواب دیا "اس طرح کہ میں نے کتب بینی کے لیے چراغ پر اس سے زیادہ خرچ کیا ہے، جتنا وہ شراب پر خرچ کر چکے ہیں!"

بزرجمہر سے پوچھا گیا اتنا بہت علم تم نے کیونکر حاصل کیا؟ جواب دیا "کوّے کی طرح تڑکے اٹھکر گدھے کی طرح ثابت قدم رہ کر، اور سوہر کی طرح حریص بن کر!"

ابراہیم بن اشعب کہتے ہیں، میں نے فضیل بن عیاض سے پوچھا، مصیبت پر صبر کے معنی کیا ہیں؟ فرمایا "یہ کہ شکوہ نہ کرو" زہد کے بارے میں سوال کیا۔ فرمایا "زہد قناعت ہے اور یہی تونگری ہے" ورع کے بارے میں پوچھا۔ فرمایا "محرمات سے پرہیز، ورع ہے" خاکساری کا مطلب دریافت کیا۔ فرمایا "یہ کہ حق کے سامنے جھک جاؤ، کسی سے بھی حق ملے، قبول کرو، چاہے اجہل الناس ہی کیوں نہ ہو" اور فرمایا "اپنا علم جاہلوں کو دو۔ عالموں کا علم خود لو۔ اس طرح تمہارا علم محفوظ رہے گا اور جہل دور ہو جائے گا"

ایک شخص نے حضرت ابوہریرہ سے عرض کیا، مجھے علم کا شوق ہے، مگر اس اندیشے سے حاصل نہیں کرتا کہ ضایع نہ ہو جائے۔ فرمایا "علم کا ضائع ہونا یہی ہے کہ علم کو چھوڑ دیا جائے"

# باب

## علم میں تدریجی ترقی

یونس بن یزید کا بیان ہے کہ ابن شہاب زہری نے مجھ سے کہا "یونس، علم سے ضد نہ کرنا علم کے میدان بہت سے ہیں تو جس میدان میں بھی اترے گا، چلتے چلتے تھک جائے گا اور علم ختم نہ ہوگا۔ البتہ علم کو تدریج حاصل کر۔ لیل ونہار کی سست رفتار کے ساتھ چل کر اُسے گرفت میں لا۔ یک مشت لینے کی کوشش نہ کر، کیونکہ جو کوئی یہ کوشش کرتا ہے، کچھ نہیں پاتا"

انہی ابن شہاب زہری کا دستور تھا کہ بہت سی حدیثیں روایت کر چکتے، تو شاگردوں سے فرماتے "ہاں ذرا اپنے اشعار لاؤ۔ کچھ اِدھر اُدھر کی باتیں کرو۔ کان تھک جاتے ہیں دل اکتا جاتا ہے"

حضرت علی کا مقولہ ہے "دل کو آزاد بھی چھوڑ دیا کرو۔ خوش کن نکتے بھی سوچا کرو، کیونکہ جسم کی طرح دل بھی تھک جاتا ہے۔"

"قاسم بن محمدؒ بہت سوال کئے جاتے تو اکتا جاتے اور فرماتے" اب کچھ عرب کے قصے اور خود اپنی باتیں شروع کرو۔ اتنے بہت سوالوں کا بوجھ ہم پر نہ ڈالو۔"

ابن شہاب کہا کرتے تھے" تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے دل بہلا لیا کرو"

ابوخالد والبی کہتے ہیں، ہم صحابہ کی صحبت میں بیٹھتے تھے اور وہ اشعار اور اپنے ایام جاہلیت کے قصے بھی سنایا کرتے تھے۔

شفیق بن سلمہ کا بیان ہے، ایک دن حضرت عبداللہ بن مسعود ہماری مجلس میں تشریف لائے اور فرمانے لگے" مجھے تمہاری اس مجلس کی اطلاع ملا کرتی ہے، مگر اس ڈر سے نہیں آتا کہ اکتا جاؤ گے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمیں روز نہیں کبھی کبھی وعظ سناتے تھے تاکہ ہم اوبھ نہ جائیں"

حضرت عبداللہ بن عباس کا مقولہ ہے" علم کا احاطہ نہیں ہو سکتا، لہذا علم میں انتخاب سے کام لو"

حضرت ابن عباس ہی کے شعر ہیں:۔

ما اکثر العلم وما اوسعہ　　　من ذا الذی یقدر ان یجمعہ

(علم کی کثرت و وسعت کا کیا ٹھکانا! کون اسے جمع کر سکتا ہے)

ان کنت لا بد لہ طالبا　　　محاولا فالتمس انفعہ

(جب علم حاصل ہی کرنا ہے، تو زیادہ سے زیادہ مفید علم کی تلاش کرو)

پرانا مقولہ ہے" جید عالم وہ ہے جو اپنی بہترین مسموعات لکھتا ہے، اپنی بہترین مکتوبات حفظ کرتا ہے اور اپنی بہترین محفوظات روایت کرتا ہے"

# باب

## بیش بہا نصیحتیں

لقمان نے اپنے بیٹے سے پوچھا "اب تیری دانائی کس منزل میں ہے؟ بیٹے نے جواب دیا بے فائدہ باتوں سے پرہیز کرنے لگا ہوں۔ لقمان نے کہا "ابھی ایک کسر باقی ہے۔ علماء کی صحبت میں بیٹھ، کیونکہ خدا نورِ حکمت سے مُردہ دلوں کو اسی طرح زندہ کر دیتا ہے، جس طرح مینہ سے مُردہ زمین کو"

زید بن اسلم کہتے ہیں، لقمان حکیم، قوم نوبہ (سوڈان) سے تھے۔ ان کی ایک نصیحت یہ بھی ہے فرزند علماء سے حجت نہ کرنا کہ تجھے ذلیل سمجھیں اور ٹھکرا دیں۔ بے وقوفوں سے تکرار نہ کرنا کہ گالیاں دیں اور رسوا کر ڈالیں۔ بڑوں اور چھوٹوں، سب کی برداشت کرنا، کیونکہ علماء کے حلقے میں وہی کھپ سکتا ہے جو ان سے نرمی برتتا ہے اور سیکھنا چاہتا ہے"

حضرت عباس بن عبدالمطلب نے اپنے صاحبزادے، عبداللہ کو نصیحت کی "فرزند تین ارادوں سے علم نہ حاصل کرنا: ریا کے ارادے سے، بحث مباحثے کے ارادے سے، فخر و مباہات کے ارادے سے اور تین ارادوں سے علم کو ترک نہ کرنا: جہل کی محبت سے۔ علم کی ناقدری سے، طلبِ علم میں شرم سے"

حضرت علی مرتضیٰ کا مقولہ ہے "علم سیکھو، اور جب سیکھ چکو، تو اس کا وزن بھی برداشت کرو، ہنسی مذاق، کھیل کود سے علم کو نہ ملاؤ کہ دل اس سے نفرت کرنے لگیں"

اور فرمایا "علم حاصل کرو، مگر عقل و وقار کے زیور سے بھی آراستہ رہو۔ استادوں اور شاگردوں کے ساتھ خاکسار رہو۔ جبار عالم نہ بنو کہ تمہارا باطل، تمہارے حق کو برباد کر ڈالے"

# باب

## علم کی آفت اور نا اہل کو تعلیم

امام زہری کا قول ہے "علم پر بھی بربادیاں آتی ہیں۔ ایک بربادی یہ ہے کہ عالم کو ناقدری سے چھوڑ دیا جائے اور عالم اپنا علم سینے میں چھپائے مرجائے۔ ایک بربادی یہ ہے کہ علم میں جھوٹ کی آمیزش کردی جائے اور یہ علم کی سب سے بڑی بربادی ہے"

نیز زہری نے فرمایا "نسیان سے، مذاکرہ نہ کرنے سے علم ضائع ہو جاتا ہے"

اعمش کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "علم کی آفت نسیان ہے اور علم کی تباہی یہ ہے کہ نا اہل کے حوالے کردیا جائے"

شعبہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں ایک مجمع کو حدیث سنا رہا تھا۔ اعمش نے مجھے دیکھ لیا۔ کہنے لگے "ارے شعبہ، تو خنزیروں کے گلے میں موتی لٹکا رہا ہے!"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے "حکمت کو اہل سے باز نہ رکھو کہ گناہ ہے اور نا اہل کے سامنے پیش نہ کرو کہ حماقت ہے۔ مہربان طبیب کی طرح بنو، جو دوا کا وہیں استعمال کرتا ہے جہاں مفید ہوتی ہے"

امام شافعی کے اشعار ہیں:۔

انثر دراً بین سائمۃ النعم — ام انظمہ نظماً لمھملۃ لغنم

(کیا میں چوپاؤں میں موتی بکھیروں اور جانوروں کیلئے ہار گوندھنے لگوں؟)

الم ترنی ضیعت فی شر بلدۃ — فلست مضیعاً بینھم درر الکلم

(تم دیکھتے نہیں کہ بدترین آبادی میں ضائع پڑا ہوں، تو پھر کیوں ان لوگوں میں جواہر حکمت بھی ضائع کروں)

فان یشفنی الرحمان من طول ما اری — وصادفت اھلاً للعلوم والحکم

(جب خدائے رحیم اس مصیبت سے نجات دیدے گا اور علم وحکمت کے اہل بھی دستیاب ہو جائینگے)

تبثثت مفیداء استفدت وداد هم      والا فمخزون لدی ومکتتم

(تو میں جواہر ریزے بکھیر کر ان کی محبت حاصل کروں گا، ورنہ علم میرے پاس جمع و پوشیدہ ہی رہیگا)

حسن بصری کا قول ہے "نسیان نہ ہوتا تو علم کی بڑی فراوانی ہوتی"

عکرمہ نے کہا "علم کی بھی قیمت ہے" سوال کیا گیا "علم کی قیمت کیا ہے؟" جواب دیا "قیمت یہ ہے کہ علم کو ایسے آدمی کے سپرد کیا جائے جو اس کی حفاظت کرے۔ اسے گنوا نہ دے"

روبہ بن عجاج کا بیان ہے کہ میں نسابہ بکری کے پاس گیا، تو وہ کہنے لگا "اے شخص، تو کون ہے؟" میں نے اپنا نام بتایا، تو پوچھا کیوں آیا ہے؟" میں نے کہا علم کے لئے۔ کہنے لگا "شاید تو بھی انہی لوگوں میں سے ہے جن سے میرا پالا پڑا ہے۔ ان کی حالت یہ ہے کہ چپ ہو جاتا ہوں، تو پوچھتے نہیں۔ بولتا ہوں، تو سمجھتے نہیں" میں نے کہا "امید ہے مجھے ایسا نہ پاؤ گے۔ کہنے لگا "تو جانتا بھی ہے کہ انسانیت کی مصیبت برے پڑوسی ہیں۔ اچھائی دیکھیں تو دفن کر دیں، برائی دیکھیں تو اچھال دیں!" پھر ٹھنڈی سانس لے کر کہنے لگا "روبہ علم پر بھی آفت آتی ہے وہ ضائع بھی ہو جاتا ہے اس کی حق ناشناسی بھی ہوتی ہے۔ عالم کی آفت اس کا بھول جانا ہے۔ علم کا ضائع ہونا، نااہل کے پلے پڑ جانا ہے اور علم کی حق ناشناسی اس میں دروغ کی آمیزش ہے"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے "سوہر کے آگے موتی نہ ڈالو، کیونکہ وہ موتی کی قدر نہیں جانتا۔ جسے طلب نہیں، اسے حکمت نہ دو . . . . . . . . کیونکہ حکمت، موتی سے زیادہ قیمتی ہے، اور جسے حکمت کی جستجو نہیں، وہ سوہر سے بدتر ہے!"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبے میں فرمایا "میرے بھائی عیسیٰ ابن مریم نے بنی اسرائیل سے کہا تھا "لوگو، نااہلوں کو حکمت نہ دو کہ یہ حکمت پر ظلم ہے اور اہلوں سے حکمت کو باز نہ رکھو کہ ان پر ظلم ہے"

کسی شاعر نے خوب کہا ہے:

قالوا نراك طویل الصمت قلت لهم      ما طول صمتی من عی ولا خرس

(کہنے لگے، تم تو چپ ہی رہتے ہو۔ میں نے جواب دیا، مگر میری خاموشی کچھ گنگ کی وجہ سے نہیں)

لکنہ احمد الاشیاء عاقبۃ عندی وابیرۃ من منطق شکس

(میں خاموشی کو نتیجتاً بہترین اور بُری گفتگو سے اچھا سمجھتا ہوں)

اانشر البز فیمن لیس یعرفہ ام انثر الدربین العمی فی الغلس

(کیا میں ناقدروں کے سامنے قیمتی کپڑے پھیلاؤں اور اندھوں میں موتی بکھیروں)

# باب

## متعلم پر عالم کا رعب

حضرت عبداللہ بن عباس کا بیان ہے کہ میں لگاتار دو برس ارادہ کرتا رہا کہ امیرالمومنین عمر فاروق سے ایک حدیث کے بارے میں سوال کروں، مگر رعب کی وجہ سے ہمت نہ پڑتی تھی۔ آخر ایک حج کے موقعہ پر مر الظہران میں جب وہ تقضائے حاجت سے فارغ ہو کر واپس ہونے لگے، تو میں نے دل کڑا کر کے عرض کیا "امیرالمومنین، ایک حدیث کے متعلق دو برس سے سوال کرنا چاہتا ہوں مگر آپ کا رعب بولنے نہیں دیتا۔ فرمایا "یہ نہ کیا کرو۔ جب کچھ پوچھنا ہو، بے دھڑک پوچھ لیا کرو، علم ہوگا، تو بتا دوں گا، ورنہ کہہ دوں گا، نہیں جانتا۔ تم کسی اور سے پوچھ لینا۔"

اسی طرح سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ میں نے سعید بن مالک سے کہا، آپ سے کچھ دریافت کرنا ہے۔ مگر آپ کی ہیبت غالب ہے اور زبان کھولنے نہیں دیتی۔ اس پر انھوں نے فرمایا "بھائی، مجھ سے ہرگز مرعوب نہ ہو اور جس بات کو سمجھو کہ جانتا ہوں، بے کھٹکے پوچھ لو" میں نے عرض کیا، پوچھنا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک پر تشریف لے جاتے ہوئے حضرت علی سے کیا فرمایا تھا؟ کہنے لگے، فرمایا تھا کیا تو پسند نہیں کرتا کہ مجھ سے تجھے وہی نسبت ہو جو موسیٰ سے ہارون کو تھی!"

طاؤس نے اپنے والد کا یہ قول نقل کیا ہے "عالم کی عزت کرنا سنت ہے"

# باب

## علم کی عام بخشش

حضرت عبادہ بن الصامت سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا "مجھ سے علم سیکھو، مجھ سے علم سیکھو"

حضرت جابر کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر میں فرمایا "مجھ سے اپنے مناسک سیکھ لو، کیونکہ نہیں معلوم اس حج کے بعد شاید پھر حج نہ کر سکوں"

خالد بن عرعرہ کا بیان ہے کہ میں نے امیرالمومنین علی کو فرماتے سنا "کوئی ہے جو مجھ سے کچھ پوچھے۔ خود نفع اٹھائے اور دوسروں کو نفع پہنچائے"

سعید بن جبیر فرمایا کرتے تھے "مجھے اس بات کی بڑی فکر ہے کہ لوگ میرا علم حاصل کر لیتے"

ہشام کہتے ہیں، میرے والد عروہ بن الزبیر نے مجھ کو اور میرے بھائیوں عبداللہ، عثمان اور اسمٰعیل کو بلا کر فرمایا "لوگوں کی بھیڑ کے ساتھ میرے حلقے میں نہ آیا کرو۔ تنہائی میں مجھ سے پوچھا کرو" اس کے بعد مسائل بیان کرنا شروع کیے۔ پھر چپ ہو گئے اور دیر کے بعد کہنے لگے "اچھا جو کچھ سنا ہے مجھے سناؤ، میری یادداشت اچھی نکلی تو بہت خوش ہوئے۔

سفیان ثوری بقسم کہا کرتے تھے "واللہ یہ حدیث کے طالب علم میرے پاس آنا چھوڑ دیں، تو میں خود ان کے پاس جانا شروع کر دوں" ایک شخص نے عرض کیا "مگر وہ بغیر نیت کے علم حاصل کرتے ہیں۔ فرمایا "علم حاصل کرنا ہی نیت ہے"

ربیع بن سلیمان کہا کرتے تھے "امام شافعی نے مجھ سے کہا "اگر میں تجھے علم گھول کر پلا سکتا، تو ضرور پلا دیتا"

انہی ربیع کا بیان ہے کہ امام شافعیؒ مسجد میں بیٹھے ہمیں درس دے رہے تھے کہ ان پر دھوپ آگئی۔ اس وقت ان کے ایک دوست آنکلے اور دھوپ دیکھ کر کہنے لگے "ابو عبداللہ، دھوپ میں شعر میں جواب دیا:

اھین لھم نفسی لاکرمھا بھم ولن تکرم النفس التی لا تھینہ

(میں اپنے نفس کی ان کیلئے اہانت کرتا ہوں تاکہ ان سے عزت پاؤں وہ نفس عزت نہیں پا سکتا جس کی اہانت نہ کی جائے)

حضرت ابن عباس کا قول ہے "میں نے طالب علمی میں اپنے آپ کو نیچا کیا تو آپ استادی میں عزت پائی"

# باب

## علم کی منزلیں

فضیل بن عیاض کہا کرتے تھے "علم کا پہلا زینہ، خاموشی ہے۔ پھر توجہ سے سننا ہے پھر حفظ ہے۔ پھر عمل ہے۔ پھر اشاعت ہے"

عبداللہ بن مبارک نے کہا "علم، نیت سے شروع ہوتا ہے پھر توجہ سماعت ہے، پھر فہم ہے پھر حفظ ہے، پھر عمل ہے، پھر علم کی ترویج ہے"

# باب

## علمی پہیلیاں

حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر میں ردیف تھا کہ فرمایا "معاذ کیا تجھے معلوم ہے کہ لوگوں پر خدا کا حق کیا ہے؟" میں نے عرض کیا اللہ و رسول ہی کو بہتر علم ہے۔ فرمایا "لوگوں پر خدا کا حق یہ ہے کہ اسی کی عبادت کریں اور کسی چیز کو بھی اس کے ساتھ شریک نہ بنائیں" پھر فرمایا "اور اے معاذ، کیا تو جانتا ہے کہ خدا پر لوگوں کا حق کیا ہے اگر وہ ایسا کریں؟" میں نے عرض کیا "اللہ و رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا "خدا پر لوگوں کا حق یہ ہے کہ انہیں عذاب نہ دے" میں نے عرض کیا "تو یا رسول اللہ، لوگوں کو یہ بشارت پہنچادوں فرمایا "نہیں عمل کرنے دو"

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا "ایک درخت ایسا بھی ہے، جس کے پتے کبھی نہیں جھڑتے، اور اس کی مثال مومن کی سی ہے۔ بتاؤ وہ کون درخت ہے؟" صحابہ کے خیالات، بیابانی پیڑوں کی طرف دوڑنے لگے، مگر میرے دل نے کہا ہو نہ ہو کھجور کا درخت ہے، لیکن شرم کی وجہ سے میں بول نہ سکا۔ آخر صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ، اب حضور ہی فرمائیں وہ کون سا درخت ہے؟ فرمایا، وہ کھجور ہے۔ میں نے یہ واقعہ اپنے والد عمر بن الخطاب سے بیان کیا، تو کہنے لگے "کاش تو نے دل کی بات کہہ دی ہوتی کہہ دیتا تو مجھے نہایت خوشی ہوتی!"

نعمان بن مرہ سے روایت ہے کہ قرآن میں حکم نازل ہونے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا "شرابی، چور، اور زانی کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟" انھوں نے عرض کیا "خدا اور رسول ہی کو بہتر علم ہے۔ فرمایا "یہ سب عمل، فواحش ہیں اور قابل تعزیر،

لیکن بدترین چوری یہ ہے کہ آدمی نماز میں چوری کرے" عرض کیا گیا نماز میں چوری کیسے ہوتی ہے فرمایا "اس طرح کہ نہ رکوع پورا کرتا ہے نہ سجود"

سعید بن مسیب نے اپنے شاگردوں سے سوال کیا، وہ کون نماز ہے جس کی سب رکعتوں میں آدمی بیٹھتا ہے؟ شاگرد جواب نہ دے سکے، تو فرمایا "وہ مغرب کی نماز ہے۔ پہلی رکعت فوت ہو جائے، اور تم دوسری رکعت میں شریک جماعت ہو تو ہر رکعت میں بیٹھو گے"

# باب

## اشاعتِ علم

حضرت زید بن ثابت سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خدا اسے سرخرو کرے، جس نے ہم سے کوئی بات سنی، یاد رکھی، اور دوسروں کو پہنچا دی کتنے ہی حاملِ علم ہیں، جو عالم نہیں ہوتے"

حضرت ابوبکرہ سے روایت ہے کہ منیٰ میں خطبہ دیتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دیکھو، جو حاضر ہیں، غیر حاضروں کو یہ سب پہنچا دیں۔ کیا عجب جنھیں پہنچاؤ گے وہ زیادہ سمجھنے والے ہوں"

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خدا کی رحمت ہو اس پر، جو ایک دو فرض سیکھتا ہے، عمل کرتا ہے، اور ایسے لوگوں کو سکھا دیتا ہے جو اس پر عمل کریں"

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مسلمان اپنے بھائی مسلمان کو یہ سب سے بہتر فائدہ پہنچا سکتا ہے کہ جو اچھی بات سنے اسے بھی سنا دے"

سفیان ثوری کہا کرتے تھے "میری دانست میں اس سے زیادہ افضل کوئی عبادت نہیں

کہ علم کی اشاعت کرو۔"

حضرت سہیل بن سعد سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا "خدا تیرے ذریعہ ایک آدمی کو بھی ہدایت بخش دے تو یہ تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے۔"

حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو کوئی علم حاصل کرتا ہے اور اس کا چرچا نہیں کرتا، اس کی مثال اس شخص کی سی ہے، جو خزانے کا مالک ہے مگر خرچ نہیں کرتا"

ابن قاسم کہتے ہیں، درس کے بعد جب ہم امام مالک سے رخصت ہونے لگتے، تو فرماتے خدا سے ڈرو اور اس علم کو پھیلاؤ۔ لوگوں کو سکھاؤ اور کسی سے بھی نہ چھپاؤ"

حسن بصری کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انسان کا علم حاصل کرنا، اس پر عمل کرنا اور اس کی اشاعت کرنا، صدقہ ہے"

عبد الملک بن مروان نے خطبے میں کہا "علم بہت جلد سلب ہو جاتا ہے، لہذا جس کے پاس علم ہے، غلو اور خوف کے بغیر اشاعت کرتا رہے۔"

حضرت انس کا ارشاد ہے "مجھے معلوم ہوا ہے کہ قیامت کے دن علماء سے اشاعت علم کے بارے میں اسی طرح سوال ہوگا، جس طرح انبیاء سے تبلیغ رسالت کے بارے میں"

حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا "کیا میں تمہیں بتا دوں سب سے بڑا سخی کون ہے؟ سب سے بڑا سخی خدا ہے۔ پھر آدمیوں میں سب سے بڑا سخی میں ہوں اور میرے بعد سب سے بڑا سخی وہ ہے جس نے علم حاصل کیا اور اسے پھیلایا۔ ایسا شخص، قیامت کے دن ایک پوری امت بن کر اٹھے گا، اور سب سے بڑا سخی وہ ہے جس نے خدا کی راہ میں اپنی جان خرچ کی اور قتل ہو گیا"

سلیم بن عامر کہتے ہیں، حضرت ابو امامہ جب ہمیں بہت سی حدیثیں سنا چکتے، تو سوال کرتے تم سمجھ گئے؟ ہم عرض کرتے، جی ہاں خوب سمجھ گئے۔ فرماتے "تو جاؤ اور یہ علم دوسروں کو اسی طرح

پہنچادو، جس طرح ہم نے تمہیں پہنچایا ہے" حضرت کو اس بات کا بڑا اہتمام تھا کہ ہم جو کچھ سنیں، اس کی اشاعت بھی کرتے رہیں۔

حضرت معاذ بن انس جہنی کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے علم کی اشاعت کی، اسے برابر ثواب ملتا رہے گا، جب تک کوئی ایک آدمی بھی اس کے علم پر عمل کرتا ہے"

جعفر بن برقان کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے ہمیں فرمان بھیجا "اپنے یہاں کے فقہا و علماء کو حکم دو کہ اپنی مجالس و مساجد میں علم کی اشاعت کریں"

مشہور مقولہ ہے "علم کی اس سے بڑھ کر کوئی حفاظت نہیں کہ اس پر عمل کیا جائے اور اس کے اہل کو سکھایا جائے۔ علم کی مثال آگ کی ہے جو خرچ ہونے سے نہیں بجھتی، البتہ ایندھن نہ پانے سے بجھ جاتی ہے۔ اسی طرح علم بھی خرچ ہونے سے کم نہیں ہوتا، البتہ قدرداں نہ ملنے سے مٹ جاتا ہے"

"ان ابراھیم کان امۃ قانتا"[۱] کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا "امت کے معنی ہیں، معلم اور قانت کے معنی ہیں، مطیع"

آیت وجعلنی مبارکا اینما کنت[۲] کی تفسیر میں سفیان بن عیینہ نے کہا "مبارک سے مطلب، نیکی کا معلم ہے"

کسی دانا نے اپنے دوست کو لکھا "علم کا چھپانا، ہلاکت ہے اور عمل کا چھپانا، نجات ہے"

امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا "جس نے علم حاصل کیا اور تعلیم دی، ملکوت السماوات میں اسے عظیم کہہ کر پکارا جاتا ہے"

اسی مضمون کو لے کر بکر بن حماد نے امام احمد بن حنبل کے مرثیے میں کہا ہے:-

---

[۱] بے شک ابراہیم خدا کے فرمانبردار امت تھے [۲] اور میں کہیں بھی رہوں، مجھے بابرکت کر دیا ہے۔

واذا امرؤ عملت یداہ بعلمہ نودی عظیما فی السماء مسوّدا

# باب

## آدابِ عالم و متعلم

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سکھاؤ، آسان کرو، مشکل نہ بناؤ"

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "علم حاصل کرو اور علم کے لئے متانت و وقار پیدا کرو۔ جس سے تعلیم پاتے ہو اور جس سے تعلیم لیتے ہو، دونوں سے خاکساری برتو۔ جبار عالم نہ بنو"

حضرت معاذ بن جبل روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو چیز سب سے کم اتاری گئی ہے، یقین ہے۔ آدمیوں کو جو چیز سب سے کم دی گئی ہے، عقل سلیم ہے۔ عقل سے زیادہ خوشنما علم کے سوا کوئی چیز نہیں"

ابراہیم بن ادہم کا قول ہے "شیطان پر عاقل عالم سے زیادہ سخت کوئی نہیں، اس لئے کہ عالم بولتا ہے تو علم کے ساتھ بولتا ہے۔ چپ ہوتا ہے تو عقل کے ساتھ چپ ہوتا ہے۔ آخر شیطان جھنجلا کر کہہ اٹھتا: دیکھو تو، مجھ پر اس کی گفتگو اس کی خاموشی سے بھی زیادہ شاق ہوتی ہے!"

رجاء بن حیوہ کہا کرتے تھے "کیا خوب ہے وہ اسلام جس کا زیور تقویٰ ہے! کیا خوب ہے وہ تقویٰ جس پر جواہر علم کی پچیکاری ہے! کیا خوب ہے وہ علم، جو حلیۂ عقل سے آراستہ ہے! اور کیا ہی دلفریب ہے وہ عقل، جس پر ملائمت کی جھول پڑی ہوئی ہے!"

حضرت عبداللہ بن مسعود اپنے تلامذہ سے فرمایا کرتے تھے "علم کے سوتے اور ہدایت کے ستارے بنو!"

سفیان بن عینیہ نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے "ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرو جن کی صورت دیکھ کر تمہیں خدا یاد آئے، جن کی گفتگو تمہارے علم میں اضافہ کرے، جن کا عمل تمہیں آخرت کا شوق دلائے"

لیث بن سعد اصحاب حدیث سے فرمایا کرتے تھے "علم سے پہلے عقل وقار حاصل کرو"

ابن وہب کہا کرتے تھے "امام مالک کے ادب سے مجھے جو کچھ ملا وہ ان کے علم سے افضل ہے"

امام ابوحنیفہ فرمایا کرتے تھے "علماء کی سیرت و صحبت فقہ کی افزونی سے زیادہ مجھے پسند ہے، کیونکہ اول الذکر ان کے اخلاق کا آئینہ ہے"

امام شافعی کا قول ہے "جس نے قرآن حفظ کیا اس کی عزت بڑھ گئی جس نے حدیث حاصل کی اس کی حجت قوی ہو گئی۔ جو اپنی عزت خود نہیں بچاتا، علم اسے بچانے سے رہا"

عمر مولیٰ غفرہ کا مقولہ ہے "عالم اسی وقت تک عالم ہے، جب تک بغیر علم رائے زنی نہیں کرتا، اور جب تک اپنے سے بڑے عالم کے پاس جانے سے نہیں شرماتا"

خلیل بن احمد کہا کرتے تھے "اگر تمہارے روبرو ایسا شخص غلطی کرے، جسے سمجھتے ہو کہ نصیحت سے ناراض ہو جائے گا، تو اسے نہ ٹوکو۔ کیونکہ تم اس کی بھلائی چاہو گے اور وہ تمہارا دشمن بن جائے گا"

شعبہ کہا کرتے تھے "جس کسی سے ایک حدیث بھی میں نے سنی ہے، اس کا غلام ہوں"

حسن بصری کا مقولہ ہے "طالب علم کی آنکھ سے کان سے اور خاکساری سے طالب علمی ٹپکتی ہے"

وہب بن منبہ کا قول ہے "دولت کے گھمنڈ کی طرح علم کا بھی گھمنڈ ہوتا ہے"

شعبی کی روایت ہے کہ حضرت زید بن ثابت نے ایک جنازے پر نماز پڑھی۔ پھر سواری کا خچر لایا گیا تو حضرت عبداللہ بن عباس نے بڑھ کر رکاب تھام لی یہ دیکھ کر حضرت زید نے کہا "رسول اللہ کے ابن عم آپ ہٹ جائیں" اس پر حضرت ابن عباس نے جواب دیا "علماء و اکابر کی اسی طرح عزت کرنا چاہیئے" بعضوں نے اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ حضرت زید نے حضرت ابن عباس کی پیشانی چوم لی اور فرمایا "ہمیں اپنے نبی کے اہل بیت سے اسی برتاؤ کا حکم دیا گیا ہے" مگر بہت سے اہل علم

اس اضافے کو غلط بتاتے ہیں۔

موسیٰ بن عبیدہ خاقانی کہتے ہیں:۔

علم العلم من اتاك لعلم　　واغتنم ما حییت منہ الدعاء

(جو کوئی آئے اسے اپنا علم دو اور زندگی بھر کے لئے اس کی دعا لو)

ولیکن عندك الفقیر اذا ما　　طلب العلم والغنی سواء

(امیر طالب علم اور غریب طالب علم دونوں تمہاری نگاہ میں برابر ہوں)

میمون بن مہران کا قول ہے "نہ عالم سے حجت کرو نہ جاہل سے۔ کرو گے تو عالم اپنا علم باز رکھے گا اور جاہل تمہارے سینے پر بوجھ ہو جائے گا"

حضرت علی نے فرمایا "عالم کا حق یہ ہے کہ نہ اس پر بہت زیادہ سوالوں کا بوجھ ڈالو، نہ اسے جواب دینے پر مجبور کرو، نہ اس کا راز فاش کرو، نہ اس کی عیب جوئی کرو۔ اسے ٹھوکر لگے تو عذر قبول کرو۔ جب تک امر الہٰی پر استوار رہے اس کی عزت کرو، اس کے آگے نہ بیٹھو اور ضرورت پیش آئے تو سب سے پہلے اس کی خدمت پر کھڑے ہو جاؤ"

حضرت حسین نے اپنے صاحبزادے کو نصیحت کی "فرزند، علماء کی صحبت میں خود بولنے سے زیادہ سیکھنے کی کوشش کرنا۔ حسن سکوت کی طرح حسن سماعت بھی سیکھنا چاہیے۔ کسی کی بات کبھی نہ کاٹنا، چاہے کتنی دیر بولتا رہے"

شعبی کا قول ہے "اہل علم کی ہم نشینی اختیار کرو۔ اچھائیاں دیکھیں گے تو تعریف کریں گے برائیاں ہوں گی تو درگزر سے کام لیں گے غلطی کرو گے تو جھڑکی نہ دیں گے۔ بے عقلی کا کام کرو گے تو علم سکھائیں گے، اور شہادت کا موقعہ آئے گا تو نفع پہنچائیں گے"

# فصل

## مفید نصیحتیں

خلیل بن احمد کا قول ہے "تعلیم دینے کو خود اپنے لئے درس سمجھو۔ شاگردوں سے مناظرے کو نئے علم کا ذریعہ بناؤ۔ معلومات بڑھانے کے لئے زیادہ علم حاصل کرو، اور حفظ کرنے کے خیال سے علم میں اعتدال سے کام لو"

مشہور مقولہ ہے "عالم بننا ہے تو کوئی ایک فن منتخب کرلو۔ ادیب بننا ہے تو ہر فن میں سے موتی چنو"

ابو عبید قاسم بن سلام نے کہا "بہت سے فنون جاننے والے پر مناظرے میں مجھے غلبہ حاصل رہا ہے، لیکن ایک فن کا ماہر ہمیشہ مجھ سے جیت گیا ہے"

یحیٰ بن خالد برمکی نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی "ہر علم میں سے ایک اچھا حصہ حاصل کرو، کیونکہ آدمی جس علم سے جاہل ہوتا ہے، اس سے بغض رکھتا ہے، اور مجھے منظور نہیں کہ تم کسی علم سے بھی بغض رکھو"

حدیث میں ہے "تین آدمی قابل رحم ہیں: عزت دار جب خوار ہو جائے، امیر جب غریب ہو جائے اور عالم جب جاہلوں میں پھنس جائے"

قدیم مقولہ ہے "عالم وہی ہے جس میں تین باتیں ہوں: اپنے سے کم علم کی تحقیر نہ کرے۔ اپنے سے بڑے عالم پر حسد نہ کرے، اپنے علم پر اجرت وصول نہ کرے"

بلال بن ابی بردہ کہا کرتے تھے "ہماری بڑی سے بڑی برائیاں بھی تمہیں ہمارا علم قبول کرنے سے باز نہ رکھیں"

خلیل بن احمد کا شعر ہے:-

اعمل بعلمی وان قصرت فی عملی — ینفعک علمی ولا یضررک تقصیری

(میرے علم پر عمل کرو، چاہے خود میں اپنے عمل میں کوتاہ ہوں، میرا علم فائدہ پہنچائیگا اور میری کوتاہی سے تمہیں نقصان نہ پہنچے گا)

# باب

## علم میں انصاف

ابو عمر کہتے ہیں، علم کی برکت اور علم کے آداب کا تقاضا یہ ہے کہ عالم اپنے علم میں منصف ہو، اس لئے کہ جس میں انصاف نہیں، وہ نہ خود سمجھ سکتا ہے نہ دوسروں کو سمجھا سکتا ہے۔

بعض علماء کا قول ہے "میرا علم بس اسی قدر ہے کہ جانتا ہوں، کچھ نہیں جانتا"

محمود وراق کا شعر ہے:۔

اتم الناس اعرفہم بنقصہ — واقمعہم لشہوتہ وحرصہ

(کامل وہی ہے جو اپنے نقص کو خوب جانتا اور اپنی خواہش و حرص کو اچھی طرح مارتا ہے)

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امیرالمومنین عمر فاروق نے اعلان کیا "چالیس اوقیہ سے زیادہ عورت کا مہر نہ باندھا جائے، اگرچہ وہ بڑے سے بڑے آدمی کی بیٹی ہو جو کوئی ایسا کرے گا، میں زائد رقم ضبط کر کے بیت المال میں ڈال دوں گا!"

یہ سنکر عورتوں کی صف میں سے ایک لمبی عورت نے، جس کی ناک چپٹی تھی اعتراض کیا "امیرالمومنین، آپ کو یہ اختیار حاصل نہیں!" خلیفہ نے فرمایا، کیوں اختیار نہیں؟ عورت نے جواب دیا "اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے" وان اتیتم احداھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئا[1]" امیرالمومنین نے یہ سنتے ہی بلند آواز سے فرمایا "عورت نے ٹھیک کہا اور مرد سے غلطی ہو گئی!"

---

[1] اگر اپنی کسی بیوی کو ڈھیر سا مال دے چکے ہو، تو بھی اس میں سے کچھ نہ لو۔

محمد بن کعب قرظی سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی مرتضیٰ سے مسئلہ پوچھا اور آپ نے بتایا، مگر وہ نہ مانا اور کہنے لگا "امیرالمومنین، یہ مسئلہ یوں نہیں، یوں ہے۔ امیرالمومنین قائل ہو گئے اور فرمایا "تم ٹھیک کہتے ہو۔ مجھ سے غلطی ہو گئی!"

ایک مرتبہ حضرت ابن عباس اور حضرت زید بن ثابت میں حائض کے حج پر اختلاف ہو گیا حضرت ابن عباس نے فرمایا آپ جائیں اور ام سلیمان اور ان کی ساتھی عورتوں سے دریافت کر لیں حضرت زید تشریف لے گئے پھر ہنستے ہوئے لوٹے اور کہنے لگے "بے شک مسئلہ وہی ہے جو آپ کہتے ہیں"!

امام مالک فرمایا کرتے تھے "ہمارے زمانے میں جو چیز سب سے کم ہے، وہ انصاف ہے"

ابن ہرمز کا قول ہے "ہم نے یہ علم کما حقہ حاصل نہیں کیا"

امام مالک نے فرمایا "میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں، جو صاف کہہ دیا کرتے تھے کہ ہم نے یہ علم اپنی ذات کیلئے حاصل کیا ہے، اس لئے نہیں کہ دوسروں کی خدمت کریں"

اور امام مالک ہی کا بیان ہے "ابو جعفر منصور نے جب حج کیا، تو مجھے بلا بھیجا اور بہت سے سوال کئے۔ میں نے جواب دے۔ آخر میں خلیفہ نے کہا۔ "میرا ارادہ ہے کہ آپ کی کتابوں (یعنی مؤطا) کی نقلیں کراؤں اور اسلام کے مرکزی شہروں میں بھیج کر حکم دے دوں کہ سب انہی پر چلیں کسی دوسری کتاب سے واسطہ نہ رکھیں اور خنبنا نو ایجاد علم ہے اس سے قطع نظر کر لیں، کیونکہ میرے نزدیک اصلی علم، اہل مدینہ ہی کا علم و روایت ہے" میں نے جواب دیا "امیرالمومنین، ایسا نہ کیجئے۔ لوگوں کے پاس پہلے سے بکثرت اقوال پہونچ چکے ہیں۔ وہ بہت سی حدیثیں سن چکے ہیں، بہت سی روایتیں حفظ کر چکے ہیں، ہر جماعت اُس علم پر چل رہی ہے جو اسے پہلے سے معلوم ہو چکا ہے لوگ صحابہ اور بعد والوں کے اختلافات بھی لے چکے ہیں۔ اب انھیں ان کے عمل سے لوٹانا بہت مشکل ہے، لہذا ان سے تعرض نہ کیجئے اور اپنے لئے جو راہ وہ پسند کر چکے ہیں اسے چھوڑنے پر مجبور نہ کیجئے" یہ سنکر خلیفہ نے کہا "بخدا اگر آپ مجھ سے متفق ہوتے تو میں اپنے

ارادے پر ضرور عمل کرتا" ابو عمر کہتے ہیں، امام مالک نے جو کچھ کیا، اُس سے بڑھ کر اور کیا انصاف ہو سکتا ہے؟

عبدالرحمان بن قاسم کا بیان ہے، میں نے امام مالک سے عرض کیا، اہلِ مصر سے بڑھ کر مسائل بیع کا ماہر میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ امام مالک نے وجہ پوچھی۔ میں نے کہا، وجہ یہ ہے کہ وہ آپ کی پیروی کرتے ہیں۔ فرمانے لگے "مگر خود میں تو مسائل بیع سے ناواقف ہوں، پھر میری پیروی کر کے وہ ماہر کیسے ہو گئے!"

خالد بن یزید بن معاویہ نے کہا "مجھے کتابیں جمع کرنے کا شوق ہے اور بس میں نہ عالم ہوں نہ جاہل!"

شعبی کہا کرتے تھے "میں نے اپنا جیسا کوئی آدمی نہیں دیکھا، لیکن جب چاہا کہ اپنے سے بڑے عالم کو دیکھوں، تو فوراً دیکھ لیا!"

ایوب سے ایک مسئلہ پوچھا گیا۔ کہنے لگے "اس بارے میں مجھے کوئی حکم معلوم نہیں" عرض کیا گیا، اپنی رائے دے دیجئے۔ فرمانے لگے "میری رائے اس مسئلے تک پہنچنے سے قاصر ہے!"

عبدالرحمان بن مہدی کا بیان ہے کہ ایک حدیث پر عبداللہ بن حسین سے میری گفتگو ہو گئی۔ وہ اس وقت قاضی تھے۔ چند روز بعد میں پھر ان کے یہاں گیا، تو ملاقاتی دو صفوں میں بیٹھے تھے۔ عبداللہ نے انہی کے سامنے مجھ سے کہا "اُس حدیث کے بارے میں تمہاری رائے صحیح ہے، اور میں عاجزی کے ساتھ اپنے قول سے رجوع کرتا ہوں!"

خلیل بن احمد نے کہا "میری زندگی کے دن چار قسم کے ہیں: ایک دن وہ ہے کہ نکلتا ہوں اور اپنے سے بڑے عالم کو دیکھتا اور اس سے سیکھتا ہوں۔ یہ میری کمائی کا دن ہے۔ دوسرا دن وہ ہے کہ نکلتا ہوں اور اپنے برابر کے عالم کو دیکھتا اور اس سے مذاکرہ کرتا ہوں۔ یہ میرے اظہار علم کا دن ہے۔ چوتھا دن وہ ہے کہ نکلتا ہوں اور اپنے سے ادنیٰ کو دیکھتا ہوں، مگر وہ خود کو مجھ سے اونچا سمجھتا ہے۔ میں اس سے مخاطب نہیں ہوتا۔ یہ میرے آرام کا دن ہے"

کسی دانا نے کہا ہے "میں نے علم کی جستجو اس لئے نہیں کی کہ اس کا پورا احاطہ کر لوں۔ میری غرض

صرف یہ تھی کہ وہ باتیں جان جاؤں جن سے جاہل رہنا روا نہیں"

امام مالک کا مقولہ ہے" علم میں حجت کرنے سے دل سخت اور کینہ پیدا ہوتا ہے"

# فصل

## فوائد جلیلہ

طاؤس کا قول ہے جو کچھ سیکھو اپنے لئے سیکھو نہ کہ دوسروں کے لئے، کیونکہ اب لوگوں میں امانت وحیا باقی نہیں"

لیکن مالک بن دینار کہا کرتے تھے: جو شخص اپنی ذات کیلئے علم حاصل کرتا ہے، اس کا علم کم رہے گا، اور جو لوگوں کے لئے حاصل کرتا ہے، اس کا زیادہ ہو جائے گا، کیونکہ آدمی کی اپنی ضرورتیں کم ہوتی ہیں، اور لوگوں کی بہت"

ایک عورت نے شعبی سے کہا، اے عالم، مجھے فتویٰ دے۔ شعبی نے فوراً جواب دیا" عالم وہ ہے جو خدا سے ڈرتا ہے"

حضرت عبداللہ بن مسعود اپنے تلامذہ سے فرمایا کرتے تھے" لوگوں کی عقل سے زیادہ بات کہو گے، تو کسی نہ کسی کے لئے فتنہ ضرور بن جائے گی"

عروہ ابن الزبیر نے اپنے صاحب زادے، ہشام سے کہا جب کسی سے ایسی بات کہو گے جو اس کی عقل سے بالا ہے، تو اس کے لئے گمراہی کا سبب بن جائے گی"

حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا" لوگوں سے وہی کہا کرو جو وہ سمجھ سکتے ہیں، ورنہ خدا و رسول کو جھٹلانے لگیں گے"

حضرت عمر کا قول ہے" خود علم سیکھو اور دوسروں کو سکھاؤ۔ علم کے لئے سنجیدگی و بردباری پیدا کرو۔ جس سے علم سیکھو اور جسے سکھاؤ، اس سے خاکساری برتو، جبار عالم نہ ہو کہ تمہاری بدمزاجی تمہارے

علم کا ساتھ چھوڑ دے"

مشہور مقولہ ہے "چار باتیں ایسی ہیں جن سے کسی شریف کو باک نہیں ہو سکتا: باپ کی تعظیم، مہمان کی خدمت، گھوڑے کی نگہداشت اگرچہ نوکر موجود بھی ہوں، اور طلب علم میں استاد کی خدمت"

مثل ہے "اس عالم پر ترس کھاؤ جو جاہل ہے"

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تین شخصوں کی تحقیر منافق ہی کر سکتا ہے: بوڑھے مسلمان کی، عادل حاکم کی، نیکی کے معلّم کی"

امام مالک کہا کرتے تھے "طالب علم وہی ہے، جس میں سنجیدگی، بردباری، خوفِ خدا ہے، اور وہ اگلے بزرگوں کے اعمال حسنہ کی پیروی کرتا ہے"

حضرت ابو الدرداء کا مقولہ ہے "جس کا علم زیادہ ہوتا ہے، اُسے تکلیف بھی زیادہ ہوتی ہے"

سفیان ثوری کہا کرتے تھے "میں علم نہ حاصل کرتا تو میرا دکھ بھی کم ہوتا"

حضرت ابو الدرداء نے فرمایا "علم سیکھنے سے آتا ہے۔ عقل کوشش سے پیدا ہوتی ہے۔ جو کوئی خیر کے لئے سرگرم ہوتا ہے، پا جاتا ہے، اور جو کوئی شر سے بھاگتا ہے، بچ جاتا ہے جس میں تین باتیں ہوں گی، ملند رتبے پر نہ پہونچ سکے گا۔ کہانت، فال اور بدشگونی کا اعتقاد"

حسن بصری نے کہا ہے "علم کے بغیر عمل کرنا ایسا ہے جیسے بے راستے کے چلنا۔ علم کے بغیر عمل سے نقصان زیادہ ہوتا ہے اور نفع کم۔ علم اس طرح حاصل کرو کہ عبادت میں خلل نہ پڑے اور عبادت اس طرح کرو کہ علم کی راہ نہ رکے۔ کتنے لوگ ایسے ہیں، جو عبادت کے ہو رہے اور علم سے منہ موڑ لیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ امت محمدی پر تلواریں سونت سونت کر ٹوٹ پڑے، حالانکہ عبادت کے ساتھ علم بھی ہوتا، تو یہ کبھی نہ کرتے[1]"

انہی حسن بصری نے فرمایا مومن کے اخلاق یہ ہیں:۔ دین میں استقامت، نرمی میں دانائی، یقین کے ساتھ ایمان، علم کا شغف، تبحر کے ساتھ مہربانی، عبادت میں اعتدال، بے کس پر رحم، سائل کو بخشش

---

[1] خوارج کی طرف اشارہ ہے، جو نہایت عبادت گزار تو، مگر کم علمی کی وجہ سے مسلمانوں کی خونریزی کرنے لگے۔

دشمن سے درگزر، محبت میں تقویٰ، مصیبت میں سنجیدگی، دولت پر شکر، اپنے مال پر قناعت، غیر سے استفادہ (یعنی استفادۂ علم)، سمجھنے کے لئے گفتگو، قبول کرنے کے لئے خاموشی، گواہی سے پہلے ہی اعترافِ حق۔"

ابو حمزہ کہتے ہیں، ایک دن میں حضرت زین العابدین کی خدمت میں حاضر ہوا، تو فرمایا میں تمہیں مومن اور منافق کی علامتیں کیوں نہ بتا دوں؟ مومن وہ ہے جو اپنا علم اپنی عقل میں سمو چکا ہے۔ سوال کرتا ہے تاکہ سیکھے۔ خاموش ہوتا ہے تاکہ مانے۔ بولتا ہے تو حق کہتا ہے نہ کبھی شہادت چھپاتا ہے، نہ دشمن پر ظلم کرتا ہے، نہ حق پر ریاکاری سے چلتا ہے، نہ حق کو حیا سے چھوڑتا ہے۔ اس کی نیکی کا شہرہ ہو جاتا ہے تو خوف سے کانپتا ہے، اور اپنے مخفی گناہوں سے توبہ میں لگ جاتا ہے۔ منافق وہ ہے جسے منع کیا جاتا ہے، تو باز نہیں آتا۔ حکم دیا جاتا ہے، تو عمل نہیں کرتا۔ نماز کے لئے اٹھتا ہے تو دکھاوے کے لئے اٹھتا ہے۔ رکوع کرتا ہے تو اونٹ کی طرح جھک پڑتا ہے۔ سجدے میں جاتا ہے تو کوے کی طرح چونچیں مارتا ہے۔ روزہ رکھتا ہے، مگر کھانے کے شوق میں شام کی راہ دیکھا کرتا ہے۔ شب بیداری کرتا ہے، مگر نیند کی طلب میں رات ختم ہونے کا انتظار کیا کرتا ہے۔"

# فصل

## خاموشی کی فضیلت

حدیث میں ہے "جس نے خاموشی اختیار کی، نجات پا گیا" اور جو کوئی اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے، نیک بات کہے یا چپ رہے۔"

یزید بن ابی حبیب نے کہا ہے "عالم کے لئے یہ فتنہ ہے کہ سننے سے زیادہ اُسے بولنے کی عادت ہو، حالانکہ سننے میں سلامتی ہے اور علم کی افزونی۔ فائدے میں سننے والا، بولنے والے کا شریک ہوتا ہے۔ گفتگو میں کمزوری، بناوٹ اور کمی بیشی ہوتی ہے۔ بہت عالم ایسے ہیں، جو اپنے آپ کو

بولنے کا ٹھیکے دار سمجھتے ہیں۔ بہت ایسے ہیں، جو غریبوں کی تحقیر کرتے ہیں۔ بہت ایسے ہیں جو علم سیکھنا خلاف شان سمجھتے ہیں۔ بہت ایسے ہیں جنھوں نے علم کی دکان لگائی ہے اور چاہتے ہیں اُن کے سوا کسی سے علم نہ لیا جائے۔ بہت ایسے ہیں، جو جابر بادشاہوں کی طرح اعتراض نہیں سن سکتے اور قیامت برپا کر دیتے ہیں۔ بہت ایسے ہیں، جو مسند افتا پر آ جمتے ہیں اور بے علمی کی صورت میں بھی فتوے دیے چلے جاتے ہیں، اور بہت ایسے ہیں، جو روایت کے شوق میں رطب و یابس، حتیٰ کہ یہود و نصاریٰ کی باتیں بھی حدیث کہہ کر روایت کر جاتے ہیں!"

"الہٰی یزید بن ابی حبیب کا قول ہے "بولنے والا فتنے کا منتظر ہوتا ہے اور چپ رہنے والا رحمت کا

عمر بن عبدالعزیز اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے:۔

یری مستکینا وھو للھو ماقت      بہ عن حدیث القوم ما ھو شاغلہ

(خاکسار ہے اور لہو و لعب سے بیزار۔ سب سے الگ تھلگ اپنے خیالات میں محو رہتا ہے)

وازعجہ علم عن الجھل کلہ      وما عالم شیئا کمن ھو جاھلہ

(علم اسے جہل سے متنفر کر چکا ہے۔ عالم اور جاہل برابر نہیں ہوتے)

عبوس عن الجھال حین یراھم      فلیس لہ منھم خدین یھازلہ

(جاہلوں سے خشک رُو رہتا ہے۔ ان میں کسی سے اس کا یارانہ نہیں)

تذکر ما یبقی من العیش آجلا      فیشغلہ عن عاجل العیش آجلہ

(پائدار زندگی کی یاد اسے فانی زندگی سے غافل کر چکی ہے)

ابو عمر کہتے ہیں، مفید گفتگو بہتر ہے اور خاموشی سے ہر حال میں افضل، کیونکہ خاموشی کا زیادہ سے زیادہ فائدہ، سلامتی ہے، اگر نیک گفتگو میں تو ثواب ہے۔ مشہور مقولہ ہے "نیکی کی گفتگو مال غنیمت ہے اور خاموشی میں سلامتی ہے" علمی گفتگو اگر جہل کی مقاومت اور خدا کی خوشنودی کے لیے ہو، تو افضل ترین عمل اور علماء کے نزدیک ذکر الہٰی اور تلاوتِ قرآن کے برابر ہے۔

قتادہ کا قول ہے "مبارک ہے بولنے والا عالم"

ابوذیال کہا کرتے تھے "جس طرح گفتگو کرنا سیکھتے ہو، اسی طرح خاموش رہنا بھی سیکھو، کیونکہ اگر گفتگو ہدایت بخشتی ہے، تو خاموشی حفاظت کرتی ہے۔ خاموشی میں دو فائدے اور بھی ہیں اپنے سے زیادہ عالم سے علم سیکھ سکتے ہو اور اپنے سے زیادہ جاہل کے جہل کو روک سکتے ہو"

ابوالعتاہیہ کے یہ شعر خوب ہیں:۔

من لزم الصمت نجیٰ      من قال بالخیر غنم

(خاموشی میں نجات ہے۔ نیک گفتگو مال غنیمت ہے)

من صدق اللہ علا      من طلب العلم علم

(خدا کے ساتھ سچے رہو، ملبند ہو جاؤ گے، علم طلب کرو، عالم ہو جاؤ گے)

من ظلم الناس اسا      من رحم الناس رُحم

(ظلم خود ظالم پر مصیبت لاتا ہے رحم کھاؤ گے تو تم پر بھی رحم کھایا جائیگا)

من طلب الفضل الیٰ      غیر ذوی الفضل حرم

(جو کوئی نااہل سے بھلائی چاہتا ہے، محرومی سے دوچار ہوتا ہے)

من حفظ العهد وفا      ومن احسن السمع فہم

(پابندی عہد، وفاداری ہے۔ حسنِ سماعت، فہم کا وسیلہ ہے)

# فصل

## بعض آدابِ علم

امام مالک سے سوال کیا گیا، مسجد میں علم یا کسی اور معاملے میں آواز بلند کرنا کیسا ہے؟ جواب دیا اس میں ذرا بھلائی نہیں۔ میں نے اُن لوگوں کا زمانہ پایا ہے، جو اس حرکت پر ملامت کرتے تھے اور اگر خود اُن کی مسجد میں کوئی ایسی بات ہو جاتی تھی، تو معذرت کرتے تھے۔ میں اسے مکروہ سمجھتا ہوں اور اس میں کوئی اچھائی نہیں دیکھتا"

ابو عمر کہتے ہیں، لیکن .... بعض بزرگوں نے اسے جائز بھی رکھا ہے، مثلاً امام ابو حنیفہ نے چنانچہ سفیان بن عیینہ کا بیان ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کو مسجد میں بلند آواز سے بولتے دیکھا، تو اعتراض کیا، مگر انھوں نے فرمایا "رہنے بھی دو۔ یہ لوگ اسی طرح سمجھتے ہیں"

عالِم کے لئے بات کا دُہرانا ضروری ہے اگر سننے والے ایک دفعہ کہنے سے نہ سمجھیں۔ بعض علماء تین مرتبہ سے زیادہ تکرار کو ناپسند کرتے تھے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ بات کا اعادہ تین دفعہ کرتے تھے، تاکہ دور نزدیک کے سب لوگ سمجھ جائیں، لیکن بعضوں نے اسے پسند نہیں کیا، چنانچہ قتادہ کہا کرتے تھے "میں نے کبھی کسی سے بات دہرانے کی خواہش نہیں کی کیونکہ تکرار سے بات کا لطف جاتا رہتا ہے"

زہری کہتے ہیں "میرے لئے بات کا دہرانا، بھاری چٹان اُٹھانے سے بھی زیادہ دشوار ہے"

واعظ ابن السماک سے اُن کی کنیز نے کہا "آپ کی تقریر بڑی تیر بہدف ہوتی ہے، لیکن ایک عیب بھی ہے۔ آپ بات کو دہراتے بہت ہیں!" واعظ نے جواب دیا "دہراتا اس لئے ہوں کہ سننے والے سمجھ جائیں" کنیز نے کہا "مگر جب تک سننے والے سمجھیں، سمجھنے والے اکتا جاتے ہیں!"

# فصل

## خاکساری، خود پسندی، طلب ریاست

عالم کے لئے افضل ترین ادب یہ بھی ہے کہ خاکسار ہو۔ اپنے علم پر مغرور نہ ہو۔ حبِ ریاست سے دل پاک ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے "خاکساری سے بندے کی عزت بڑھتی ہے، لہذا خاکسار بنو تاکہ خدا تمہیں عزت بخشے"

حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "صدقے سے مال نہیں گھٹتا۔ درگزر سے خدا بندے کی عزت بڑھاتا ہے۔ جو کوئی نیکی کی راہ سے خاکسار بنتا ہے خدا اسے بلند رتبہ بخشتا ہے"

حضرت عمر فاروق کا قول ہے "جب بندہ رضائے الٰہی کی نیت سے خاکسار بن جاتا ہے، تو خدا اس دانائی کی وجہ سے اُسے بلند کر دیتا ہے اور دنیا اُس سے کہنے لگتی ہے، اونچا ہو جا، اونچا ہو جا خدا تجھے اونچا کرے! وہ خود اپنی نگاہ میں تو چھوٹا ہوتا ہے، مگر دوسروں کی نگاہوں میں بڑا بن جاتا ہے"

مشہور مقولہ ہے "جب علم، عقل سے زیادہ ہو جاتا ہے، تو نقصان پہنچاتا ہے"

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ خاکسار بنو اور آپس میں سرکشی نہ کرو"

بزرجمہر سے پوچھا گیا "وہ کون نعمت ہے، جس پر حسد نہیں کیا جاتا؟ کہنے لگا خاکساری۔ پوچھا گیا، اور وہ کون مصیبت ہے، جس میں رحم نہیں کھایا جاتا؟ کہنے لگا "خود پسندی"

بزرجمہر ہی کا قول ہے "حماقت و بخل کے ساتھ خاکساری، عقل و فیاضی کے ساتھ غرور سے

بہت سر ہے"

ایک عراقی شاعر نے کسی کی تعریف میں خوب کہا ہے:۔

فتی کان عذب الروح لا من غضاضۃ ولکن کبرا ان یکون بہ کبر

(ممدوح کی خوش مزاجی مجبوری سے نہیں ہے لیکن خودداری کو گوارا نہیں کہ انہیں غرور ہو)

وہب بن منبہ نے کہا "بنی اسرائیل کے نوجوانوں نے کتابیں پڑھیں اور علم حاصل کیا تاکہ سرداری اور دولت ملے۔ پھر اس مقصد کیلئے قسم قسم کی بدعتیں ایجاد کیں۔ اس طرح خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر گئے"

ابن عبدوس کا قول ہے "عالم جس قدر زیادہ باوقار اور بلند ہوتا ہے، اسی قدر خودپسندی اس کی طرف دوڑتی ہے، مگر ہاں توفیق الٰہی کسی کو اس آفت سے بچائے اور حب ریاست اس کے دل سے دور ہو جائے"

حضرت عمر نے فرمایا "مجھے سب سے زیادہ خوف یہ ہے کہ تین باتیں تمہیں ہلاک نہ کر ڈالیں: بخل جس کی اطاعت کی جائے، خودغرضی جس کی پیروی کی جائے اور خودپسندی کی خصلت

حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں: بخل جس کی فرمانبرداری کی جائے، خودغرضی جس کے پیچھے چلا جائے، اور آدمی کی خودپسندی اور تین چیزیں نجات دینے والی ہیں: ظاہر و باطن میں پرہیزگاری، رنج ورا حت میں حق گوئی اور غریبی میں کفایت شعاری"

ابراہیم بن اشعث کا بیان ہے "میں نے فضیل بن عیاض سے خاکساری کے معنی پوچھے تو فرمایا "خاکساری یہ ہے کہ تم حق کے سامنے ہمیشہ جھکے رہو۔ جاہل سے بھی حق سنو، تو فوراً قبول کر لو"

مسروق کہا کرتے تھے "بس اس قدر علم کافی ہے کہ آدمی، خوف خدا سے واقف ہو جائے، اور اتنی جہالت کافی ہے کہ آدمی اپنے علم یا عمل پر مغرور ہو"

حضرت ابوالدرداء کا قول ہے "جہل کی تین علامتیں ہیں: خودپسندی، فضول گوئی اور دوسروں

کو کسی بات سے منع کرنا، مگر خود باز نہ رہنا"

حضرت علی کا ارشاد ہے "خود پسندی دانائی کی موت ہے"

مشہور مقولہ ہے "خود پسندی کم عقلی کی دلیل ہے"

علی بن ثابت کا شعر ہے:۔

المال آفتہ التبذیر والنھب    والعلم آفتہ الاعجاب والغضب

(اسراف اور لوٹ سے مال برباد ہو جاتا ہے۔ خود پسندی اور غصہ علم کو تباہ کر دیتا ہے)

مشہور مقولہ ہے "جو کوئی اپنی رائے پر مغرور ہوا، گمراہ ہو گیا جس نے تکبر کیا، ذلیل ہو گیا۔ جس نے رذیلوں کی صحبت اختیار کی، حقیر ہو گیا۔ جو علماء کا ہم نشیں بنا، باوقار ہو گیا"

فضیل بن عیاض کا قول ہے "سرداری کا طالب ضرور حسد میں مبتلا ہو جائے گا، سرکشی اختیار کرے گا، لوگوں کی عیب جوئی کیا کرے گا اور کسی کی تعریف نہ سن سکے گا"

سفیان ثوری نے کہا "جوانی میں مجھے سرداری کی آرزو تھی۔ مفتی کو ستون سے ٹیک لگائے فتوئی دیتے دیکھتا، تو دل میں رشک پیدا ہو جاتا، مگر جب ہم اس درجے پر پہونچے تو منصب کی حقیقت کھل گئی!"

ماموں رشید کا قول ہے "جو کوئی اوائل عمر ہی میں سرداری چاہے گا۔ زیادہ علم سے محروم رہ جائے گا"

ایک دن امیر المومنین علی علیہ السلام مسجد سے برآمد ہوئے تو بہت لوگ پیچھے ہو لئے۔ آپ نے مڑ کر دیکھا اور فرمایا "اس حال میں کون دل ٹھیک رہے گا؟ قدموں کا شور بے وقوفوں کو بگاڑ دیتا ہے"

حضرت عمر کا ارشاد ہے "آدمیوں کا پیچھے پیچھے چلنا، سردار کے لئے بگاڑ اور ماتحتوں کے لئے ذلت ہے"

ابو عمر کہتے ہیں، عالم کی شان یہ ہے کہ نہ غلط دعوے کرے نہ اپنی قابلیت پر فخر کرے۔ یہ بات دوسری ہے کہ ضرورت اس پر مجبور کر دے، جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو مجبوراً فرعون سے

کہنا پڑا تھا" اجعلنی علیٰ خزائن الارض، انی حفیظ علیم[۱]" صورتِ حال یہ تھی کہ دربارِ مصر میں ان کے رتبے و لیاقت سے کوئی واقف نہ تھا اور خود انھیں یقین تھا کہ کوئی شخص وہ ہم انجام نہیں دے سکتا، لہٰذا اپنی تعریف میں زبان کھولنا پڑی۔ ایسی صورتوں میں علماء کیلئے بھی یہ بات جائز ہے، چنانچہ حضرت عباس اور حضرت علی میں جب صدقاتِ نبوی پر تنازعہ ہوا، تو حضرت عمر نے اپنے بارے میں فرمایا "میں ان صدقات میں ہمیشہ نیک، سچا اور جویائے حق رہا ہوں" یہ کچھ خودستائی نہ تھی، بلکہ ضرورت نے اس واقعہ کے اعلان پر مجبور کر دیا تھا۔ بدترین عیب یہ ہے کہ آدمی اپنی جھوٹی بڑائی کرے۔ ہر زمانے کے علماء و حکماء نے اس فعلِ تشنیع کی مذمت کی ہے۔

# باب

## عالم و متعلم کے اوصاف

ابوہارون عبدی اور شہر بن حوشب کہتے ہیں، جب ہم طالب علم، حضرت ابوسعید خدری کی خدمت میں حاضر ہوتے، تو فرماتے "خوش آمدید وصیتِ رسول اللہ، خوش آمدید! اسنو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے" عنقریب زمین تمہارے لیے مسخر کر دی جائے گی اور تمہارے پاس کم عمر لڑکے آئیں گے، جو علم کے بھوکے پیاسے ہوں گے۔ تفقہ فی الدین کے خواہشمند ہوں گے اور تم سے سیکھنا چاہیں گے، پس جب وہ آئیں، تو انھیں تعلیم دینا، مہربانی سے پیش آنا ان کی آؤ بھگت کرنا اور حدیث بتانا"

حضرت علی کا ارشاد ہے" جب تم کسی عالم کے پاس پہنچو، تو پہلے خاص طور پر عالم کو، پھر دوسروں کو سلام کرو، عالم کے روبرو مؤدب بیٹھو۔ ہاتھوں سے اشارے نہ کرو، آنکھیں نہ مٹکاؤ، یہ نہ کہو کہ

---

[۱] مجھے زمین کے خزانوں کا ذمہ دار بنا دو، میں اچھی طرح حفاظت بھی کر سکتا ہوں اور علم بھی رکھتا ہوں۔

فلاں بات اس طرح نہیں، اس طرح فلاں شخص نے بیان کی ہے۔ عالم سے تکرار نہ کرو۔ سوالوں سے پریشان نہ کرو، کیونکہ عالم کی مثال اس نخل کی سی ہے، جو خوشوں سے لدا پڑا ہے اور اپنے شیریں ثمر برابر ٹپکاتا رہے گا"

مشہور مقولہ ہے "عالم کا پورا زیور یہ ہے کہ باوقار، سنجیدہ ہو۔ اِدھر اُدھر نہ دیکھے۔ شور غل نہ مچائے۔ کھیل کود نہ کرے۔ خشک رو نہ ہو۔ فضول گوئی سے بچے"

اسماعیل بن اسحاق سے کہا گیا "آپ قاضیوں کے آداب پر کوئی کتاب کیوں نہ لکھ دیں؟ جواب دیا "کیا قاضیوں کے آداب اور اسلام کے آداب الگ الگ ہیں؟ اگر قاضی انصاف کرتا ہے تو اپنی مجلس میں جس طرح چاہے بیٹھے۔ پاؤں پھیلائے یا سمیٹے۔ عالم کو چاہیے کہ جاہلوں اور دغابازوں سے مناظرہ نہ کرے، کیونکہ یہ لوگ مناظرے کے بہانے بغیر کسی احسان مندی کے علم حاصل کر لینا چاہتے ہیں"

ایوب بن قریہ کا مقولہ ہے "عقلمند وہ ہے جس کی شریعت، اسلام ہے۔ جس کی طبیعت، حلم ہے اور جس کی فطرت، دانائی ہے"

اکثم بن صیفی کا قول ہے "عالم کی مصیبت یہ ہے کہ جاہل سے پالا پڑ جائے جس چیز سے آدمی جاہل ہوتا ہے، اس کا دشمن بن جاتا ہے اور جس چیز سے محبت کرتا ہے اس کا غلام ہو جاتا ہے"

مشہور مقولہ ہے "جو علم کام نہ آئے، اس سے دور رہو"

ایضاً "جب سوال کا جواب دراز ہو جاتا ہے، تو حق چھپ جاتا ہے"

ایضاً "مناظرہ، غلطی کا جامہ ہے"

ایضاً "بے علم خاموش ہو جائیں، تو اختلاف بھی ختم ہو جائے"

یحییٰ بن خالد برمکی نے اپنے لڑکے جعفر کو نصیحت کی "بے سمجھے جواب نہ دو۔ خوب سمجھ کر بولا کرو، کیونکہ بے سمجھے جواب دینا، حماقت ہے"

# باب

## علم اور علماء کا اٹھ جانا

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "فتنے پھوٹیں گے اور ہرج زیادہ ہو جائے گا" صحابہ نے عرض کیا "ہرج کیا چیز ہے؟" فرمایا "قتل! قتل! اور علم قبض کر لیا جائے گا!"

حضرت عمر نے فرمایا "علم اس طرح قبض نہیں ہوگا کہ سینوں سے نکل جائے، بلکہ ہوگا یہ کہ علماء فنا ہو جائیں گے"

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "علم آدمیوں سے چھینا نہیں جاتا، لیکن علماء کے مٹنے سے مٹ جاتا ہے۔ عالم باقی نہیں رہتے، تو لوگ جاہلوں کو سردار اور پیشوا بنا لیتے ہیں، جو علم کے بغیر فتوے دیتے ہیں اس طرح خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور مخلوق کو بھی گمراہ کر ڈالتے ہیں"

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قیامت سے پہلے میری امت میں سے تیس دجال اٹھیں گے اور ہر دجال کا دعویٰ یہی ہوگا کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں۔ مال اٹھ جائیگا علم قبض کر لیا جائے گا۔ فتنے پھیلیں گے اور ہرج بڑھ جائے گا" سوال کیا گیا، ہرج کیا ہے؟ فرمایا "قتل! قتل!"

بخاری نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت انس بن مالک نے ہم سے فرمایا "میں تمہیں ایک ایسی حدیث سناتا ہوں، جو میرے بعد کسی سے نہ سنو گے۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے "قیامت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ علم کم ہو جائے گا، جہل پھیل جائے گا، زنا کو رواج ہوگا عورتیں زیادہ ہو جائیں گی۔ مرد کم ہو جائیں گے، حتیٰ کہ پچاس پچاس عورتوں کا ایک ایک مرد رکھوالا

بن جائے گا"

حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا "علم کو اس کے قبض ہو جانے سے پہلے سیکھ لو، علم کا قبض ہونا، اہل علم کا اٹھ جانا ہے"

ابن شہاب زہری کہا کرتے تھے "ہم نے علماء سے سنا ہے کہ سنتِ نبوی پر استواری نجات ہے. علم بڑی تیزی سے سلب ہو جاتا ہے. علمائے حق کے وجود سے دین اور دنیا کا استحکام ہے اور علم کی تباہی، دین و دنیا کی تباہی ہے"

حضرت عوف بن مالک سے روایت ہے کہ ایک دن ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور فرمایا "یہ علم کے اٹھ جانے کا وقت ہے" اس پر ایک انصاری بول اٹھا "علم کیسے اٹھ سکتا ہے جب کہ کتاب اللہ ہمارے ہاتھ میں موجود ہے، اور ہم اپنے بچوں اور عورتوں تک اس کی تعلیم دے چکے ہیں؟" اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں تو تجھے مدینے کے داناؤں میں خیال کیا کرتا تھا" پھر اہل کتاب کا ذکر فرمایا، جو کتاب اللہ کی موجودگی میں گمراہ ہو گئے۔

حضرت شداد بن اوس نے اس روایت کی تصدیق کی اور فرمایا "تم جانتے ہو علم کے اٹھ جانے کا مطلب کیا ہے؟ علم کا اٹھ جانا، اہل علم کا مر کھپ جانا ہے. تمہیں معلوم ہے، کون علم سب سے پہلے اُٹھے گا؟ وہ علم، خشوع ہے، حتیٰ کہ کسی آدمی میں خشوع نہ پاؤ گے"

حسن بصری کہا کرتے تھے "عالم کی موت سے اسلام میں ایسا شگاف پڑ جاتا ہے کہ گردش لیل و نہار بھی اسے پُر نہیں کر سکتی"

محمد بن سیرین افسوس کیا کرتے تھے "علم تو جا چکا. اب کچھ یوں ہی سی کُھرچن میلے برتنوں میں لگی رہ گئی ہے"

سعید بن جبیر سے پوچھا گیا قیامت کے آنے اور مخلوق کے برباد ہو جانے کا نشان کیا ہے؟ جواب دیا "علماء کا اٹھ جانا"۔

حضرت ابوامامہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا نے مجھے تمام مخلوق کے لئے رحمت و ہدایت بنا کر بھیجا ہے۔ پروردگار کا حکم ہے کہ بانسریاں، باجے، شراب، اور بتوں کو مٹا ڈالوں۔ میرے پروردگار نے اپنی عزت و جلال کی قسم کھائی ہے کہ میرا جو بندہ دنیا میں شراب پئے گا اسے بخشوں یا نہ بخشوں، مگر جہنم کا کھولتا ہوا پانی اسے ضرور پلاؤں گا اور میرا جو بندہ حرام سمجھ کر شراب سے باز رہے گا، اسے حظیرۃ القدس میں شراب طہور سے ضرور شاد کام کروں گا۔ ہر چیز کی طرح اس دین کے لئے بھی اقبال و ادبار کی منزلیں ہیں دین کا اقبال یہ ہے کہ قوم کی قوم علم و معرفت کے زیور سے آراستہ ہو اور اس میں اکا دکا ہی فاسق باقی رہ جائیں۔ وہ ذلیل و خوار ہوں۔ زبان کھولیں تو دھتکار دیں جائیں ستائے جائیں اور مروڑ ڈالے جائیں۔ دین کا ادبار یہ ہے کہ قوم کی قوم علم کو چھوڑ بیٹھے اور اس میں اکا دکا ہی عالم رہ جائیں، جو بالکل مغلوب و ذلیل ہوں۔ بولنے کی جرأت کریں، تو مارے ستائے، چور کر ڈالے جائیں اور کہا جائے، ہم سے سرکشی کرتے ہو! اور پھر یہ ہو کہ مجلسوں اور بازاروں میں برملا شراب کے دور چلیں۔ اس کے نئے نئے نام رکھ دئے جائیں، اور یہ ہو کہ اس امت کی پچھلی نسلیں، اگلی نسلوں پر لعنت کرنے لگیں، حالانکہ خود انہی پر خدا کی لعنت ہے!"

حضرت زید بن ثابت کا انتقال ہوا، تو حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا جس نے علم کا اٹھنا نہ دیکھا ہو آج دیکھ لے"

حضرت عبداللہ ہی فرمایا کرتے تھے "عالم رتنے چلے جائیں گے اور ان کے ساتھ حق کے نشان بھی مٹتے چلے جائیں گے، یہاں تک کہ جب جاہل زیادہ ہو جائیں گے اور اہل علم فنا ہو چکیں گے، تو لوگ جہل پر عمل اور باطل پر یقین کرنے لگیں گے اس طرح گمراہی مکمل ہو جائے گی"

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میری امت پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا جب پڑھنے والے بہت ہوں گے اور سمجھنے والے کم رہ جائیں گے۔ علم سلب کر لیا جائے اور ہرج زیادہ ہو گا۔ عرض کیا گیا، ہرج کیا ہے؟ فرمایا "تمہاری آپس کی خونریزی پھر ایک زمانہ آئے گا جب میری امت کے بعض لوگ قرآن تو پڑھیں گے، مگر وہ ان کے حلق کے نیچے

سنا نہ دے گا۔ پھر ایک زمانہ آئے گا جب منافق، کافروں اور مشرکوں سے کفر میں بحث کرنے لگیں گے"

حضرت ابوالدرداء حسرت سے فرمایا کرتے تھے "یہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ تمہارے علماء اٹھتے جاتے ہیں اور تمہارے جہلاء علم حاصل نہیں کرتے! لوگو، علم حاصل کرلو اس سے پہلے کہ وہ اٹھالیا جائے علم کا اٹھ جانا، اہل علم کا مٹ جانا ہے! یہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ تم اس چیز کے پیچھے پڑے ہو، جو تمہیں ضرور ملے گی (یعنی رزق) اور اس چیز سے بے فکر ہو جس کی تحصیل تم پر واجب ہے (یعنی علم) میں تمہارے شریروں کو اس سے کہیں زیادہ پہچانتا ہوں جتنا سلوتری گھوڑوں کو پہچانتا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو نماز کا، استقبال میٹھ موڑ کے کرتے ہیں اور قرآن کان بند کر کے سنتے ہیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگلے چلے جائیں اور پچھلے علم نہ سیکھیں۔ اگر عالم مزید علم حاصل کریں تو ان کا علم بڑھ جائے گا اور خود علم میں ذرا کمی نہ پڑے گی اور اگر جاہل علم طلب کریں تو علم کو اپنے لئے ہموار پائیں گے یہ کیا ہے کہ میں تمہیں کھانوں سے لبریز اور علم سے خالی دیکھتا ہوں؟"

حضرت حذیفہ نے فرمایا "اس امت کی پہلی نسل ایسے رستے پر استوار ہے جس میں ذرا غبار نہیں، لیکن دوسری نسل میں ظلم وخودغرضی کا ظہور ہوگا۔ تیسری نسل میں فساد و خونریزی کا دور دورہ ہوگا۔ چوتھی نسل میں لوگ دین سے دور جا پڑیں گے، اور ہر قبیلے کا سردار وہ ہوگا، جو اس میں سب سے زیادہ فاسق، سب سے زیادہ منافق، سب سے زیادہ ذلیل عالم ہوگا!"

داؤد بن الجراح کا بیان ہے کہ سفیان ثوری، عسقلان تشریف لائے اور تین دن مقیم رہے، مگر کسی نے ایک مسئلہ بھی ان سے دریافت نہ کیا۔ یہ دیکھ کر فرمانے لگے "سواری کا فوراً انتظام کرو۔ میں یہاں سے نکل جاؤں گا۔ یہ ایسا مقام ہے، جہاں علم کی موت ہے!"

# باب

## فاسقوں اور رذیلوں میں علم

حضرت انس سے روایت ہے کہ صحابہ نے جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کب چھوڑ دیا جائے گا؟ فرمایا "جب تم میں وہ بات پھیل جائے گی جو تم سے پہلے بنی اسرائیل میں پھیل چکی ہے" عرض کیا گیا "وہ کون بات ہے؟" فرمایا "جب تمہارے نیکوں میں مداہنت، تمہارے بدوں میں بدکاری، تمہارے چھوٹوں میں حکمرانی، اور تمہارے رذیلوں میں علم پھیل جائے گا"

حضرت ابوامیہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کی علامت پوچھی گئی، تو فرمایا "جب علم، اصاغر سے سیکھا جانے لگے"

عبداللہ بن مبارک سے سوال کیا گیا، اصاغر کون لوگ ہیں؟ جواب دیا "وہ جو شریعت میں اپنی رائے مقدم رکھتے ہیں"

ابوعبید کا بیان ہے کہ عبداللہ بن مبارک اس حدیث کی شرح میں اصاغر کے معنی اہل بدعت بتاتے تھے۔ ابوعبید کہتے ہیں، لیکن میرے نزدیک مطلب یہ ہے کہ صحابہ کی رائے پر بعد والوں کی رائے کو ترجیح دینا اصاغر سے علم لینا ہے۔

حضرت ابن عباس فرمایا کرتے تھے "برکت تمہارے اکابر کے ساتھ ہے"

حضرت عمر نے فرمایا "سب سے سچا قول خدا کا قول ہے (یعنی قرآن) سب سے اچھا راستہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہے (یعنی سنت) بدترین کام بدعت کے کام ہیں۔ لوگ بھلائی پر ہیں جب تک اپنے اکابر سے علم لے رہے ہیں"

حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ہے "اس وقت تک خیریت ہے، جب تک اکابر سے علم لیا

جاتا ہے، لیکن جب چھوٹوں اور بدوں سے علم لینے لگیں گے تو ہلاکت ہے"

ایک اور روایت ہے کہ حضرت عبداللہ نے فرمایا "جب تک صحابہ سے علم سیکھا جاتا ہے، خیریت ہی خیریت ہے، لیکن جب چھوٹوں سے علم لینے لگو گے، تو بربادی ہے"

ابو عمر کہتے ہیں، اصاغر کی تفسیر میں ابن مبارک اور ابو عبید کے اقوال گزر چکے، لیکن بعض اہل علم نے معنیٰ یہ بتائے ہیں کہ جب بے علموں سے فتویٰ دعلم، لیا جائے، کیونکہ ہر عالم اپنی جگہ بڑا ہے، چاہے کسی عمر کا ہو، اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت معاذ بن جبل، اور حضرت عتاب بن اسید، کم عمر ہونے پر بھی فتوے دیتے تھے، بلکہ معاذ اور عتابؓ کو تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کم سنی کے باوجود حاکم بنا کر بھیجا تھا۔ پھر حضرت عمر کی مجلس میں نوجوان اور بوڑھے ہر عمر کے لوگ شریک ہوتے اور امیر المومنین سب سے مشورہ لیتے تھے۔ فرماتے تھے "کم سنی کے خیال سے اپنی رائے نہ چھپانا، کیونکہ علم، خدا کی دین ہے۔ عمر کا اس میں دخل نہیں"

مکحول کا قول ہے "خانہ بدوش بدویوں میں علم، دین کو بگاڑتا ہے اور راوباشوں میں علم، دنیا کو خراب کرتا ہے"

سفیان ثوری، نبطیوں کو حدیث لکھتے دیکھتے، تو چہرے کا رنگ بدل جاتا۔ پوچھا گیا "یہ کیا بات ہے کہ آپ کو ان لوگوں کا لکھنا برا لگتا ہے؟ جواب دیا "علم، وجیہ لوگوں میں تھا۔ گھٹیا لوگوں میں چلا جائے گا، تو دین میں خلل ڈالے گا"

# باب

## غیر نافع علم

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مناجات یہ بھی تھی "خدایا اس علم سے تیری پناہ، جو نفع نہ پہنچائے، اس دعا سے تیری پناہ جو قبول نہ ہو، اس دل سے تیری پناہ جو نرم نہ ہو، اس نفس سے تیری پناہ جو سیر نہ ہو۔ خدایا ان چاروں سے تیری پناہ!"

حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا "علم نافع کی آرزو کرو، اور بے فائدہ علم سے پناہ مانگو"

حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح بیدار ہو کر یہ دعا مانگتے تھے "خدایا مجھے علم نافع، رزقِ طیب اور عملِ مقبول عطا فرما"

حضرت ابوالدرداء کہتے ہیں "قیامت میں خدا کے سامنے سب سے بدتر وہ عالم ہوگا، جو اپنے علم سے نفع نہیں اٹھاتا"

حضرت ابوہریرہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں "قیامت کے روز سب سے سخت عذاب اس عالم پر ہوگا جس نے اپنے علم سے فائدہ نہ اٹھایا"

حضرت سلمان فارسی کا قول ہے "علم ناپیدا کنار سمندر ہے، لہٰذا اس میں سے اتنا چن لو جتنا کام کا دیکھو"

حضرت ابوہریرہ کا مقولہ ہے "جس علم سے نفع نہیں اٹھایا جاتا اس کی مثال اس خزانہ کی ہے، جو راہ خدا میں خرچ نہیں کیا جاتا"

عبداللہ بن مبارک کے شعر ہیں:-

حسبی بعلمی ان نفع    ما الذل الا فی الطمع

(میرا علم مفید ہو تو کافی ہے ذلت' لالچ ہی میں ہے)

من راقب اللہ رجع　　　عن سوء ما کان منع

(جو کوئی خدا سے ڈرتا ہے' عمل بد سے تائب ہو جاتا ہے)

ما طار شیئ فارتفع　　　الا کما طار وقع

(جو اڑ کر اونچا ہو جاتا ہے' اسے گرنا ہی ہوتا ہے)

مکحول دعا کیا کرتے تھے" خدایا' ہمیں علم سے نفع پہنچا. علم سے زینت بخش' عافیت سے سنوار دے

سفیان بن عینیہ کا مقولہ ہے" مفید علم سے زیادہ سودمند کوئی چیز نہیں اور غیر مفید علم سے بڑھ کر نقصان دہ کوئی چیز نہیں"

حضرت علی مرتضیٰ نے کیا خوب فرمایا ہے" علم کی طرف لوگوں کی رغبت اس لئے کم ہو گئی ہے کہ عالموں کو علم سے زیادہ نفع اٹھاتے نہیں دیکھتے"

# باب

## علماء اور حکام

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "صحرا میں رہنے والا اجڈ ہو جاتا ہے. شکار کے پیچھے پڑ جانے والا غافل ہو جاتا ہے. حکام کے پاس دوڑنے والا فتنے کا نشانہ بن جاتا ہے"

ام المومنین حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر بادشاہوں کی حکومت ہو گی۔ وہ اچھے برے ہر طرح کے کام کریں گے' ان کی برائیوں پر جو اعتراض کرے گا خدا کے حضور بری الذمہ ٹھہرے گا اور جو خاموشی اختیار کرے گا' مگر دل میں انھیں برا سمجھے گا' وہ بھی بچ جائے گا' لیکن جو ان سے راضی ہو گا اور ان کے پیچھے لگ جائے گا' تو خدا اسے

میٹ دے!" صحابہ نے عرض کیا "ہم ان حکام کو قتل نہ کر ڈالیں؟ فرمایا" نہیں جب تک نماز پڑھیں"

ایوب سختیانی کا بیان ہے کہ ابو قلابہ نے مجھ سے کہا "ایوب! میں تجھے تین نصیحتیں کرتا ہوں بادشاہوں کی ڈیوڑھی پر نہ جانا

خود غرضوں کی صحبت میں نہ بیٹھنا بس اپنی دکان سے کام رکھ کیونکہ تونگری بے فکری کا نام ہے"

سفیان ثوری فرمایا کرتے تھے "جہنم میں ایک غار ہے جس میں صرف بادشاہوں کے مصاحب ڈالے جائیں گے"

اسماعیل بن علیہ نے جب تحصیل داری کا منصب قبول کر لیا تو عبداللہ بن مبارک سے درخواست کی کہ ایسے اہل علم بھیجیے جو اس کام میں میری مدد کریں۔ عبداللہ نے جواب میں یہ شعر لکھ بھیجے :۔

یا جاعل العلم لہ بازیا ۔۔۔ یصطاد اموال المساکین

(علم کو باز بنا کر غریبوں کا مال شکار کرنے والے

احتلت للدنیا ولذاتہا ۔۔۔ بحیلۃ تذہب بالدین

(دنیا اور اس کی لذتوں کے لیے تو نے ایسا حیلہ تراشا ہے جو دین کو بھی لے ڈوبے گا)

فصرت مجنونا بہا بعد ما ۔۔۔ کنت دواء للمجانین

(عشق دنیا میں مجنون ہو گیا ہے، حالانکہ تو خود مجنونوں کی دوا تھا)

این روایاتک فیما مضی ۔۔۔ عن ابن عون وابن سیرین

(وہ تیری ابن عون اور ابن سیرین سے روایتیں کہاں چلی گئیں)

ودرسک العلم باٰثارہ ۔۔۔ وترکک ابواب السلاطین

(اور وہ تیری علمی سرگرمی اور شاہی ڈیوڑھیوں سے بیزاری کیا ہوئی؟)

تقول اکرھت فما ذا کذا ۔۔۔ زل حمار العلم فی الطین

(کہتا ہے مجبور کر دیا گیا ہوں۔ غلط، یوں کہہ کہ علم کا گدھا کیچڑ میں پھسل پڑا ہے!)

لا تتبع الدنیا بدین کما　　یفعل ضلال الرھبانین

(دیکھ، گمراہ احبار و رہبان کی طرح دین کی راہ سے دنیا طلب نہ کر)

انہی عبداللہ کے شعر ہیں:۔

رائیت الذنوب تمیت القلو　　ب ویورثک الذل ادمانہا

(گناہوں سے دل مرجاتے ہیں اور گناہ کی زندگی، ذلت لاتی ہے)

وترک الذنوب حیاۃ القلو　　ب وخیر لنفسک عصیانہا

(لیکن گناہوں سے اجتناب میں دلوں کی زندگی ہے۔ نفس کی مخالفت ہی میں بھلائی ہے)

وھل بدل الدین الا الملو　　ک واحبار سوء ورھبانہا

(بادشاہوں اور برے احبار و رہبان کے سوا دین کو کس نے بدل ڈالا ہے)

وباعوا النفوس فلم یربحوا　　ولم تغل فی البیع اثمانہا

(یہ لوگ سستے داموں بک گئے، مگر اس سودے سے کچھ نفع نہ اٹھایا)

لقد رتع القوم فی جیفۃ　　یبین لذی العقل انتانہا

(مردار کھال میں منہ ڈالے کھا رہے ہیں جس کی تعفن ہر ذی عقل محسوس کر رہا ہے)

محمود وراق نے بھی خوب کہا ہے:۔

رکبوا المراکب واغتدوا　　زمرا الی باب الخلیفہ

صبح ہوئی اور سوار ہو ہو خلیفہ کی ڈیوڑھی کی طرف دوڑے

وصلوا البکور الی الروا　　ح لیبلغوا الرتب الشریفۃ

(اونچے عہدوں کی طلب میں رات دن ایک کر دیتے ہیں)

حتی اذا ظفروا بما　　طلبوا من الحال اللطیفۃ

(پھر جب مراد پوری ہوتی ہے، عہدہ پا جاتے ہیں)

وعد المولی منھم　　فرحا بما تحوی الصحیفۃ

(اور شاہی فرمان سے خوب خوش ہو لیتے ہیں)

وتسفوا من تحتهم بالظلم والسير العنيفه

(تو زیردستوں کو ظلم و بدسلوکی سے پریشان کرتے ہیں)

خانوا الخليفة عهده بتعسف الطرق المخوفه

(طرح طرح کے ظالمانہ طریقوں سے خلیفہ کی خیانت کرتے ہیں)

باعوا الامانة بالخيانة واشتروا بالامن جيفة

(امانت کو خیانت کے بدلے بیچ ڈالتے ہیں اور سلامت روی کے عوض مردار کھا خرید لیتے ہیں)

عقدوا الشحوم واهزلوا تلك الامانات السخيفه

(چربی کے ڈھیر لگا کے بیٹھ جاتے ہیں اور اپنی امانتوں کو دبلا کر ڈالتے ہیں)

ضاقت قبور القوم وات سعت قصورهم المنيفه

(ان کی قبریں تو تنگ ہو چکی ہیں، مگر شاندار محل خوب وسیع ہیں)

من كل ذي ادب ومعه رفة واراء حصيفة

(ادیب ہیں، عالم ہیں، منجھی ہوئی آراء رکھتے ہیں)

متفقه جمع الحد يث الى قياس ابي حنيفه

(حدیث کے ساتھ قیاس ابو حنیفہ کو متفق کر چکے ہیں)

فاتاك يصلح للقضا ء بلحية فوق الوظيفه

(منصب قضاۃ کے اہل ہیں، کیونکہ بھاری بھووں کے ساتھ داڑھے بھی رکھتے ہیں)

لم ينتفع بالعلم اذ شغفته دنياه الشغوفه

(مگر علم سے کچھ بھی فائدہ نہ اٹھا سکے کہ شغف دنیا میں مبتلا ہیں)

نسي الاله ولاذ في الدنيا باسباب ضعيفه

(خدا کو بھول گئے اور دنیا میں کمزور رسیوں کو تھامے ہوئے ہیں)

حضرت حذیفہ نے فرمایا "خبردار، فتنوں کی جگہ کے قریب نہ جانا" سوال کیا گیا، فتنوں کی جگہ کون ہے؟ فرمایا "شاہی دربار، لوگ وہاں جاتے ہیں۔ جھوٹ بولتے ہیں جھوٹی تعریفیں کرتے ہیں"

حضرت عبداللہ بن مسعود فرمایا کرتے تھے "شاہی ڈیوڑھی پر فتنے اسی طرح جمے بیٹھے رہتے ہیں، جس طرح اونٹ اپنے تھانوں پر جم کے بیٹھتے ہیں، قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم اُن کی دنیا میں سے جتنا پاؤ گے اس سے دو بھر وہ تمہارے دین میں سے لے لیں گے"

وہب بن منبہ کا قول ہے "مال جمع کرنا اور بادشاہوں کی درباداری کرنا، یہ دونوں باتیں آدمی کی نیکی سے وہی سلوک کرتی ہیں، جو دو بھوکے خونخوار بھیڑیے کر سکتے ہیں، اگر بھیڑوں کے باڑے میں رات بھر پھرنے کا موقعہ پا جائیں!"

انہی وہب بن منبہ سے شاگردوں نے پوچھا آپ پہلے تو سچے خواب دیکھا کرتے تھے اور ہمیں سناتے تھے، مگر اب خواب کیوں نہیں دیکھتے؟ کہنے لگے "جب سے قاضی بنا ہوں، یہ بات باقی نہیں رہی"

عبدالرزاق کہتے ہیں، میں نے یہ واقعہ معمر سے بیان کیا، تو کہنے لگے "اسی طرح قاضی ہونے کے بعد حسن کے فہم میں بھی کمی آ گئی تھی۔

سفیان ثوری نے کہا "ایک زمانہ وہ تھا کہ اخیار و ابرار اٹھتے تھے، ان حکام و امراء کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیا کرتے تھے، اور معمولی لوگ اپنے گھروں میں دم بخود بیٹھے رہا کرتے تھے۔ اُن کی طرف نہ کوئی متوجہ ہوتا تھا نہ کہیں ان کا ذکر ہوتا تھا، لیکن اب یہ زمانہ آیا ہے کہ شریر ترین لوگ، بادشاہوں کے پاس آتے جاتے ہیں، اور ابرار و اخیار کو گھروں میں بیٹھ جانا پڑا ہے"

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میری امت میں دو قسم کے آدمی ٹھیک رہے، تو امت بھی ٹھیک رہے گی حکام اور علماء"

فضیل بن عیاض فرمایا کرتے تھے "مجھے ایک بھی مقبول دعا حاصل ہو جاتی، تو ان حکام کے حق میں صرف کر دیتا"

حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "علماء انبیاء کے امین ہیں انہیں ہدایتِ خلق کی امانت سپرد ہوئی ہے، لیکن یہ اسی وقت تک ہے کہ بادشاہوں سے ربط نہ رکھیں گے، تو انبیاء سے خیانت کریں گے تم ان سے پرہیز کرنا اور دور رہنا"

"قتادہ کا قول ہے علماء نمک ہیں اور نمک ہی وہ چیز ہے جس سے کھانے کا ذائقہ درست ہوتا ہے، لیکن جب خود نمک بدمزہ ہو جائے، تو اسے کون چیز درست کر سکتی ہے؟"

اعمش سے کہا گیا، ابو محمد آپ نے تو علم کو زندہ کر دیا۔ کتنے بے شمار آدمی آپ سے فیض پا رہے ہیں۔ جواب میں فرمایا "تعجب نہ کرو ان میں سے ایک تہائی تو تکمیل سے پہلے ہی مر جائیں گے دوسری تہائی امراء و حکام کے ہو رہیں گے اور یہ مردوں سے بدتر ہیں تیسری تہائی میں سے تھوڑے ہی کامیابی کا منہ دیکھیں گے!"

قتادہ کہا کرتے تھے "بدترین حاکم وہ ہیں جو علماء سے دور رہتے ہیں، اور بدترین علماء وہ ہیں جو حکام سے نزدیک رہتے ہیں"

محمد بن سحنون نے بیان کیا، ایک عالم تھا۔ اس کا بھائی روز رات کو چھپ کر قاضی اور والی (گورنر) کے سلام کو جایا کرتا تھا۔ عالم کو خبر ہوئی تو بھائی کو لکھا "جو تجھے دن کو دیکھتا ہے، وہی رات کو بھی دیکھتا ہے، تیرے نام یہ میری آخری تحریر ہے" محمد کہتے ہیں، میرے والد سحنون یہ واقعہ سن کر خوش ہوئے اور فرمایا "عالم کے لئے یہ کس قدر معیوب ہے کہ لوگ اس کے دروازے پر پہونچیں اور معلوم ہو کہ حاکم کی ڈیوڑھی پر حاضری دینے گیا ہے!"

ابو محمد کہتے ہیں، اس باب میں جن بادشاہوں کا ذکر ہے، وہ ظالم و فاسق بادشاہ ہیں نہ کہ عادل و متقی حکام، کیونکہ عادل و نیک حاکموں سے ارتباط و تعاون افضل ترین عمل ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے دربار میں کیسے کیسے جلیل القدر علماء و فضلاء، اخیار و ابرار موجود رہتے تھے مثلاً عروہ بن الزبیر، امام زہری اور ان کے طبقے کے لوگ اسی طرح شعبی، ابن ذویب، رجا بن حیوہ، حسن بصری ابو الزناد، امام مالک، اوزاعی، امام شافعی وغیرہ حکام کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے۔ اصل اس باب میں

یہ ہے کہ عالم ضرورت ہی سے ایسی جگہ جائے اور نصیحت و ہدایت کا پیام پہونچا دے، لیکن واقعہ یہی ہے کہ یہ گھر فتنہ کا گھر ہے اور اس سے دور رہنے ہی میں سلامتی ہے۔

ابوبکر بن عبدالرحمان نے کہا ہے "علم تین قسم کے آدمیوں کے لئے ہے: حسب ونسب والے شریف کیلئے، جو اُس سے آراستہ ہو۔ دین دار کے لئے، جو اپنے دین میں اُس سے فائدہ اٹھائے اور حکام رس آدمی کیلئے، جو اُس سے اُن کی اصلاح کا کام لے، لیکن میں نے یہ تینوں باتیں عروہ بن الزبیر اور عمر بن عبدالعزیز کے سوا کسی شخص میں جمع نہیں دیکھیں"

یحییٰ ابن ابی کثیر کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے عمّال سلطنت کو فرمان بھیجا تھا کہ طالب علموں کیلئے وظائف مقرر کرو، تاکہ وہ فارغ البال ہو کر تحصیل علم میں مشغول ہوں"

امام مالک سے کہا گیا آپ اِن حکام کے پاس جاتے ہیں، حالانکہ ظالم و متکبر ہیں۔ جواب دیا "ہاں تم پر خدا کی رحمت! اگر میں بھی نہ جاؤں تو کلمۂ حق کا اعلان کون کرے گا؟"

حسین بن علی سے مروی ہے کہ ہارون رشید نے حج کیا اور مدینے میں حاضری دی۔ امام مالک زندہ تھے۔ ان کی خدمت میں پانچ سو دینار کا توڑا بھیجا۔ پھر جب واپس ہونے لگا تو کہلایا "امیرالمومنین کی خوشی ہے کہ آپ ان کے ساتھ بغداد تشریف لے چلیں" یہ سن کر امام مالک نے قاصد سے کہا "اپنے آقا سے کہہ دینا کہ تمہاری تھیلی اسی طرح سر بمہر رکھی ہوئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے مدینہ اپنے باشندوں کے لیے بہترین مقام ہے، بشرطیکہ وہ سمجھیں"

# باب

## دنیا کیلئے طلب علم

حضرت جابر سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "علم اس لیے حاصل نہ کرو کہ علماء پر فخر کرو، جہلاء سے حجت کرو، اور مجلس میں اونچی جگہ بیٹھو جو کوئی ایسا کرتا ہے اس کے لیے دوزخ ہے، دوزخ!"

حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ہے "اہل علم اپنے علم کی عزت کرتے اور اسے اسی کی جگہ رکھتے تو اپنے زمانے کے سردار بن جاتے۔ مگر انھوں نے علم کی قدر نہ جانی اور اسے دنیا والوں کے قدموں پر ڈال دیا تاکہ ان کی دنیا میں سے کچھ حاصل کرلیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ذلیل و خوار ہوگئے۔ میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ "جس کسی نے تمام فکروں کو ایک فکر بنادیا، خدا اس کی فکر آخرت دور کردے گا، اور جس نے دنیا کی بہت سی فکریں اپنے سر جمع کرلیں، خدا بھی اسے چھوڑ دے گا کہ جس کنوئیں میں چاہے گر پڑے"

عراق کے کچھ لوگ حضرت ابوذر غفاری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حدیث سنانے کی درخواست کی۔ حضرت نے فرمایا "تم جانتے بھی ہو یہ حدیثیں محض رضائے الٰہی کے لیے حاصل کی جاتی ہیں، ورنہ جو کوئی ان سے دنیا کمانا چاہے گا، ہرگز جنت کی مہک نہ پائے گا"

مکحول کہا کرتے تھے "جو کوئی حدیث اس لیے حاصل کرتا ہے کہ جہلا سے بحث کرے، علماء پر فخر کرے، مخلوق کو اپنی طرف کھینچے، وہ دوزخ میں گرے گا"

یزید بن قودر کا قول ہے "وہ زمانہ قریب ہے، جب لوگ علم حاصل کریں گے اور اس پر اسی طرح رشک و رقابت سے لڑیں گے، جس طرح فساق، خوب صورت عورت پر لڑتے ہیں!"

ایوب سختیانی کا بیان ہے کہ ابو قلابہ نے مجھے وصیت کی "خدا تجھے جتنا علم دیتا ہے، اتنی ہی

اس کی بندگی کرنا۔ خبردار، فخر کی راہ سے اظہارِ علم نہ کرتے پھرنا"۔

حضرت ابن مسعود نے فرمایا "اُس فتنے میں تمہارا کیا حال ہوگا جس کی دہشت بچوں کو بوڑھا کر ڈالیگی اور بوڑھے اپنے حواس کھو بیٹھیں گے؟ نئی نئی سنتیں نکل آئیں گی اور لوگ آنکھیں بند کرکے ان پر چل پڑینگے اِن سنتوں میں سے کسی کو بدلا جائے گا، تو ایک شور مچ جائے گا کہ دیکھو اسلام کی یہ سنت بدل ڈالی گئی!" حاضرین نے سوال کیا حضرت، یہ کب ہوگا؟ فرمایا "جب تم میں پڑھنے والے بہت ہوجائیں گے اور سمجھنے والے کم رہ جائیں گے۔ جب تمہارے سردار بہت ہوجائیں گے اور امانت دار کم رہ جائیں گے۔ جب عملِ آخرت کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنالیا جائے گا اور جب علم کو دین کے لئے حاصل نہ کیا جائے گا"۔

حضرت ابن عباس کا مقولہ ہے "اگر اہل علم اپنے علم کی عزت کرتے، اور اپنا عمل اس کے مطابق رکھتے، تو خدا، خدا کے فرشتے، اور صالحین ان سے محبت کرتے اور تمام مخلوق ان کا رعب مانتی۔ لیکن انھوں نے اپنے علم کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنالیا، اس لئے خدا بھی ان سے ناراض ہوگیا اور وہ مخلوق میں بے وقعت ہوگئے"۔

ابو حازم کا بیان ہے کہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک، مدینے آیا تو دربار میں فقہا جمع ہوئے۔ زُہری میرے قریب بیٹھے تھے۔ کہنے لگے، کوئی اچھی بات سنائیے۔ میں نے کہا "تو سنو۔ اگلے فقہا و علماء اپنے علم کے مقابلے میں دنیاداروں کی پروا نہیں کرتے تھے اور ان سے مستغنی رہا کرتے تھے، اسی لئے دنیا دار انکی قدر کرتے اور ان سے تقرب میں اپنی عزت سمجھتے تھے۔ مگر آج علماء و فقہا کی حالت دوسری ہے۔ انھوں نے دنیا کی طمع میں اپنے علم کو دنیاداروں کی خوشامد و خدمت پر وقف کردیا ہے، دنیاداروں نے خود علماء میں علم کی یہ بے قدری دیکھی، تو خود بھی علم کو حقیر سمجھنے لگے اور اپنی دنیا پر اور زیادہ فریفتہ ہوگئے"۔

حضرت ابوالدرداء سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک پیغمبر کو وحی کی، اُن لوگوں سے کہہ دو، جو علم کو دین و عمل کے لئے حاصل نہیں کرتے اور دنیا کو عملِ آخرت سے کماتے ہیں کہ تم وہ ہو، جو آدمیوں کے سامنے بھیڑ کی کھال اوڑھ کر جاتے ہو، حالانکہ تمہارے سینوں میں بھیڑیوں کے دل چھپے ہوئے ہیں۔ تمہاری زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہیں، مگر دل زہر کی

طرح کردے ہیں۔ تم مجھے دھوکہ دیتے ہو۔ اور مجھ سے ٹھٹھا کرتے ہو۔ اچھا ہو تو میں تمہیں ایسے فتنے میں ڈالوں گا جس میں بڑے بڑے دانا ہکا بکا ہو کر رہ جائیں گے!"

یزید بن ابی حبیب کہتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا "مخفی ہوس کیا ہے؟" فرمایا "مخفی ہوس یہ ہے کہ آدمی علم حاصل کرے اور دل میں خواہش ہو کہ لوگ اس کی درباداری کریں"

حسن بصری کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "علم کی دو قسمیں ہیں: ایک دل میں ہوتا ہے اور یہی مفید ہے۔ دوسرا زبان پہ اور یہ ابن آدم پر خدا کی حجت ہے"

سفیان ثوری کا قول ہے "علم حدیث کا مقصد یہ ہے کہ خشیت الہٰی پیدا ہو، اسی لئے یہ علم جملہ علوم سے افضل ہے، لیکن اگر یہ مقصد نہ ہو تو پھر اس علم کو کوئی ترجیح نہیں"

انہی سفیان کا مقولہ ہے "علم کو اپنے اخلاق سے سنوارو، نہ یہ کہ علم سے خود آراستہ ہو"

عبداللہ بن مبارک نے فرمایا "اگلے بزرگ کہا کرتے تھے "جاہل عابد اور فاجر عالم کے فتنے سے پناہ مانگو، کیونکہ فتنے میں پڑنے والوں کے لئے دونوں بڑا فتنہ ہیں"

ابن وہب کے واسطے سے یہ حدیث روایت ہوئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میری امت کی ہلاکت، فاجر عالم اور جاہل عابد ہیں۔ بدترین شر فاسق عالم ہے اور بہترین خیر، نیک عالم ہے"

فضیل بن عیاض کا قول ہے "قیامت میں فاسق عالم، بت پرستوں سے پہلے پکڑے جائیں گے کیونکہ جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر نہیں"

حسن بصری نے کہا "عالم کی سزا اُس کے دل کی موت ہے" پوچھا گیا "دل کی موت کیا ہے؟" فرمایا "عمل آخرت سے طلبِ دنیا"

حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا "سب سے برا آدمی کون ہے؟" فرمایا "بگڑا ہوا عالم!"

شعبی سے مروی ہے کہ جنتی لوگ، بعض دوزخیوں کو دیکھ کر تعجب سے کہیں گے "ارے تم یہاں

کیسے؟ تمہاری ہی تعلیم و تربیت سے تو ہمیں جنت ملی ہے!" وہ زخمی جواب دیں گے "سچ ہے اگرہم تمہیں تو نیکی کی تعلیم دیتے تھے اور خود عمل نہیں کرتے تھے"

ابو عمر کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی کتاب حمید میں اس بات کی مذمت کی ہے اور یہ مذمت قیامت تک باقی رہے گی۔ فرمایا:

| | |
|---|---|
| أتامرون الناس بالبر وتنسون | کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے آپ کو |
| انفسکم وانتم تتلون الکتاب | بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب اللہ کی تلاوت بھی |
| أفلا تعقلون | کرتے ہو؟ تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے۔ |

ابو العتاہیہ کا شعر ہے:

یا واعظ الناس قد اصبحت متهما اذعبت منهم امورا انت تاتیها

(لوگوں کو وعظ سنانے والے اب تو خود متہم ہو رہا ہے جن باتوں کی تو برائی کرتا ہے، اپنی سے خود آلودہ ہے)

عبداللہ بن عروہ کہا کرتے تھے "خدا سے میرا شکوہ بس یہ ہے کہ اُس بات کی مذمت کرتا ہوں جسے خود نہیں چھوڑتا اور اُس بات کی تعریف کرتا ہوں جس پر خود عمل نہیں کرتا"

اہنی عبداللہ کا قول ہے "دین، دین چلا کر لوگ دنیا پر رو رہے ہیں!"

حضرت جندب بن عبداللہ البجلی نے کہا "دوسروں کو نصیحت کرنے والا اور خود کو بھول جانے والا شمع کی طرح ہے، جو خود جل کر دوسروں کو روشنی دیتی ہے"

ابو الاسود الدولی نے خوب کہا ہے"

یا ایها الرجل المعلم غیره هلا لنفسك كان ذا التعلیم

(دوسروں کو تعلیم دینے والے، تو خود اپنے آپ کو تعلیم کیوں نہیں دیتا؟)

لا تنه عن خلق وتاتی مثله عار علیك اذا فعلت عظیم

(یہ کیا ہے کہ جس بات سے منع کرتا ہے، خود وہی کرتا ہے کیسا شرمناک طریقہ ہے تیرا)

وابدأ بنفسك فانهها عن غیها فاذا انتهت عنه فانت حکیم

(اپنے نفس سے شروع کر، اسے گمرہی سے باز رکھ، درست ہو جائے تو بیشک تو حکیم ہے)

فهناك تقبل ان وعظت ويقتدى     بالقول منك وينفع التعليم

(تب تیرا وعظ بھی مقبول ہوگا تیری پیروی کی جائے گی اور تیری تعلیم مفید ہوگی)

تصف الدواء لذى السقام من الضنا     كيما يصح به وانت سقيم

(تو بیماروں کے لئے نسخے تجویز کرتا ہے، حالانکہ تو خود بیمار ہے)

وأراك تلقح بالرشاد عقولنا     نصحا وانت من الرشاد عديم

(ہماری عقلوں میں اپنی نصیحتوں کے پیوند لگاتا ہے، حالانکہ تو خود ہدایت سے محروم ہے)

حضرت عبداللہ بن مسعود کا مقولہ ہے "گناہ کرنے سے آدمی وہ علم بھی بھول جاتا ہے، جو حاصل کر چکا تھا"

حضرت ابو امامہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے" (مومن سے مراد عالم ہے)

ابو العتاہیہ کے شعر ہیں :-

بكى شجوه الاسلام من علمائه     فما اكترثوا لما رأوا من بكائه

(اسلام اپنے علماء کے ہاتھوں رو رہا ہے، مگر علماء کو اس کے آنسوؤں کی پروا نہیں)

فاكثرهم مستقبح بصواب من     يخالفه مستحسن لخطائه

(اکثر علماء اپنے مخالف کے حق کی بھی برائی کرتے ہیں اور اپنی غلطی سراہتے ہیں)

فأيهم المرجو فينا لدينه     وأيهم الموثوق فينا برايه

بھروسا (ایسی حالت میں ہم کس کی دین داری سے امید باندھیں اور کس کی رائے پر بھروسا کریں)

منصور فقیہ نے کہا ہے :-

ان قوما يأمرونا     بالذى لا يفعلونا

(جو لوگ ہمیں تو حکم دیتے ہیں مگر خود عمل نہیں کرتے)

لمجانين وان هم　　لم يكونوا ايصرعونا

(دیوانے ہیں اگرچہ ہم پر حملہ آور نہیں ہوتے)

# باب

## علماء سے خدا کا محاسبہ

حضرت عبداللہ بن مسعود بقسم فرمایا کرتے تھے "بخدا تم میں سے ہر ایک پروردگار سے خلوت میں اُسی طرح ملے گا جس طرح چودھویں رات کو تنہائی میں بدر منیر کو دیکھتے ہو وہ فرمائے گا، ابن آدم تجھے کس چیز نے میری بابت دھوکے میں ڈالا تھا؟ بتا اپنے علم سے تونے کیا کام لیا؟ بول انبیا کی دعوت سے تونے کیا سلوک کیا؟"

حضرت ابوالدرداد فرماتے تھے "اِس خوف سے لرز رہا ہوں کہ قیامت کے دن حساب دینے کھڑا کیا جاؤں اور پوچھا جائے، تونے علم تو حاصل کیا تھا مگر اس سے کام کیا لیا؟"

سلیمان بن یسار کا بیان ہے، ایک دن حضرت ابوہریرہ کے پاس بھیڑ چھٹ گئی، تو ایک شامی نے کھڑے ہو کر کہا، اے شیخ! ہمیں کوئی ایسی حدیث سناؤ جو تم نے رسول اللہ سے سنی ہو حضرت نے جواب دیا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے "قیامت کے دن تین آدمیوں کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا:- وہ جس نے خدا کی راہ میں شہادت پائی۔ خدا اُسے اپنے حضور میں طلب کرے گا اور اپنی تمام نعمتیں ایک ایک کر کے یاد دلائے گا۔ جب اسے یاد آجائیں گی، تو فرمائے گا، اب بتا تیرا عمل کیا رہا؟ وہ عرض کرے گا پروردگار میں نے تیری راہ میں تلوار اٹھائی اور قتل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ جواب دے گا، جھوٹے! تو تو صرف اس لئے لڑا تھا کہ بہادر کہلائے پھر حکم ہو گا اور اُسے منہ کے بل کھینچ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ اس کے بعد عالم کو بلایا جائے گا جس نے علم سیکھا سکھایا تھا۔ قرآن پڑھا پڑھایا تھا۔ خدا اسے بھی اپنی نعمتیں یاد دلا کر

سوال کرے گا بتا تیرا عمل کیا تھا؟ عرض کرے گا پروردگار! میں نے تیری رضا جوئی کے خیال سے علم سیکھا اور سکھایا تھا۔ جواب ملے گا نہیں تو جھوٹ بول رہا ہے۔ تیرے دل میں تو یہ خواہش چھپی تھی کہ عالم کہلائے۔ پھر حکم ہوگا اور اُسے بھی منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا آخر میں مال دار حاضر کیا جائے گا اور خدائی نعمتوں کے جواب میں عرض کرے گا پروردگار میں نے تیری خوشنودی کی راہوں میں اپنی دولت خرچ کی تھی۔ جواب ملے گا جھوٹ! تجھے تو سخی مشہور ہونے کا شوق تھا۔ پھر حکم ہوگا اور اُسے بھی منہ کے بل گھسیٹ کے دوزخ میں جھونک دیا جائے گا!"

ابو عمر کہتے ہیں یہ حدیث ان لوگوں کے حق میں ہے جو اپنے علم و عمل سے رضائے الٰہی کے طالب نہیں ہوتے۔ ریاکاری کو "شرک اصغر" بتایا گیا ہے اور ریاکاری کی موجودگی میں کوئی عمل بھی پاک نہیں ہو سکتا۔ خدا ہمیں اس شر سے دور رکھے!

شدّاد بن اوس نے وفات کے وقت فرمایا "اس امت کے حق میں مجھے جو خوف سب سے زیادہ ہے وہ ریاکاری اور مخفی شہوت کا ہے"

سفیان بن عیینہ نے "مخفی شہوت" کے یہ معنی بتائے ہیں کہ نیکی پر تعریف کی خواہش ہو۔

حضرت ابو الدرداء نے فرمایا "مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ قیامت میں پوچھا جائے، جو کچھ جانتا تھا، اس پر کس طرح عمل کیا؟ بلکہ اس بات سے ڈرتا ہوں کہ پوچھا جائے جو کچھ جانتا تھا اس پر کس طرح عمل کیا

حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قیامت کے دن کسی بندے کو بھی اس سوال سے چھٹکارا نہیں ملے گا کہ تو نے اپنا شباب کیونکر گزارا؟ اپنی عمر کس کام میں بسر کی؟ اپنا مال کہاں سے حاصل کیا تھا؟ کس راہ میں خرچ کیا تھا؟ اور اپنے علم پر کہاں تک عمل کیا تھا؟"

سفیان ثوری کہا کرتے تھے "کاش میں قرآن پڑھ کر رہ جاتا! کاش میرے علم پر مجھے ثواب ملے نہ عذاب ملے!"

# باب

## علم اور عمل

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مبارک ہے وہ بندہ جو بغیر کسی نقص کے خاکساری برتتا ہے، بغیر کسی مجبوری کے عاجزی سے رہتا ہے، بغیر کسی گناہ کے اپنا مال خرچ کرتا ہے، اہل علم و حکمت کی صحبت اختیار کرتا ہے، غریبوں اور مسکینوں پر ترس کھاتا ہے۔ مبارک ہے وہ بندہ جس کی کمائی پاک ہے۔ دل اچھا ہے۔ ظاہر شریفانہ ہے اور مخلوق کے شر کو دور کرتا ہے مبارک ہے وہ بندہ، جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے ضرورت سے زائد مال، راہ خدا میں خرچ کرتا ہے اور فضول گوئی سے باز رہتا ہے!"

حضرت ابوالدرداء کا قول ہے "جو نہ جانتا ہے نہ عمل کرتا ہے، اس کے لئے ایک ہلاکت ہے، مگر جو جانتا ہے اور عمل نہیں کرتا، اس کے لئے سات ہلاکتیں ہیں"

حکماء کا قول ہے "عقل نہ ہوتی تو علم بھی نہ ہوتا۔ علم نہ ہوتا تو عمل بھی نہ ہوتا۔ جہل کی راہ سے حق کا چھوڑ دینا اس سے کہیں بہتر ہے کہ جان بوجھ کر حق سے منہ موڑ لیا جائے۔ نور علم جس سے مستور ہو گیا جہل اس کا عذاب ہے، لیکن اس سے بھی بڑا عذاب اس شخص پر ہے، جس کے سامنے علم خود چل کر آیا اور اس نے اس سے منہ پھیر لیا، یا اس شخص پر ہے، جسے خدا نے دولت علم سے مالا مال کیا اور اس نے عمل کر کے فائدہ نہ اٹھایا۔ حکمت پکارتی پھرتی ہے ——— ابن آدم! میں در نشین ہوں اگر تجھے میری تلاش ہے تو سن لے! میں تجھ سے بہت دور نہیں ہوں تو مجھے اِن دو بولوں میں مستور پائے گا جتنی نیکی جانتا ہے اُس پر عمل کر، اور جتنی بدی جانتا ہے اُس سے دور رہ!"

حضرت عیسیٰ نے حواریوں سے فرمایا "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ حکمت کا بولنے والا اور حکمت کا سننے والا، دونوں اس میں شریک ہیں، مگر حکمت کا زیادہ حقدار وہ ہے، جو اس پر عمل کرتا ہے

اے بنی اسرائیل! اندھے کو سورج سے کیا فائدہ، جب کہ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتا؟"

ابراہیم بن ادہم سے سوال کیا گیا، قرآن میں خدا فرماتا ہے ادعونی استجب لکم[1] مگر کیا سبب ہے کہ ہم دعا کرتے ہیں اور قبول نہیں ہوتی؟ جواب دیا "پانچ سبب سے تمہاری دعا قبول نہیں ہوتی: تم نے خدا کو پہچانا تو مگر اس کا حق ادا نہ کیا۔ قرآن پڑھا تو مگر اس پر عمل نہ کیا۔ محبتِ رسول کا دعویٰ کیا تو مگر سنتِ رسول کی پیروی نہ کی، ابلیس پر لعنت کی تو مگر اس کی فرماں برداری بھی کرتے رہے پانچواں سبب یہ ہے کہ اپنے عیبوں سے آنکھیں بند کر کے دوسروں کے عیب ڈھونڈھنے لگے"

حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ ایک شخص، پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا "یا رسول اللہ، اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ مجھے علم کی باریکیاں بتادیں ارشاد ہوا "تو پروردگار کی معرفت حاصل کر چکا ہے؟" عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا "پروردگار کے حقوق کہاں تک ادا کئے ہیں؟" عرض کیا جہاں تک خدا کو منظور تھا۔ فرمایا "اور موت کو بھی جان چکا ہے؟" عرض کیا جی ہاں، جان چکا ہوں۔ فرمایا "اس کے لئے تیاری بھی کرلی ہے؟" عرض کیا جی ہاں جتنی خدا کو منظور تھی۔ فرمایا "جا پہلے جڑ پختہ کر، پھر آنا۔ ہم تجھے دقیق علم سے آشنا کر دیں گے"

حسن بصری کہا کرتے تھے "اس علم کی خدمت کے لئے خدا ایسے لوگوں کو بھی کھڑا کر دے گا جو لِوجہ اللہ حاصل نہیں کریں گے، لیکن خدا انہیں اس لئے کھڑا کرے گا کہ یہ علم مٹ نہ جائے، اور اس کی حجت قائم رہے"

حضرت فاروق نے کعب سے پوچھا "وہ کیا چیز ہے، جو حفظ و فہم کے بعد بھی علم کو سینوں سے نکال لے جاتی ہے؟" کعب نے جواب دیا "وہ لالچ ہے اور مخلوق کے سامنے دستِ سوال کی درازی ........"

حضرت ابی بن کعب نے فرمایا "علم حاصل کرو۔ اس پر عمل کرو اور اسے اپنا زیور نہ بناؤ۔ زندہ رہے، تو جلد ایسے لوگوں کو دیکھو گے، جو خود کو علم سے اسی طرح آراستہ کریں گے، جس طرح لباس سے

---

[1] مجھ سے دعا کرو، میں قبول کروں گا۔

آراستہ ہوتے ہیں"

عبدالرحمان بن غنم کہتے ہیں، مجھے دس صحابیوں نے روایت کیا ہے کہ ہم مسجد قبا میں بیٹھے علمی مذاکرہ کررہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہمیں دیکھ کر فرمایا "جتنا چاہو علم حاصل کرلو، مگر خدا ثواب اسی وقت بخشے گا جب اپنے علم پر عمل کروگے"

حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ہے "باتیں بنانا سب جانتے ہیں، لیکن اچھا وہی ہے جس کا قول وفعل یکساں ہے بڑھ بڑھ کے باتیں بنانا اور عمل کچھ بھی نہ کرنا خود اپنا منہ چڑھانا ہے"

حسن بصری کہا کرتے تھے "لوگوں کو اُن کے افعال سے پرکھو نہ کہ اقوال سے۔ خدا نے کوئی ایسا قول نہیں چھوڑا جس کی تصدیق یا تکذیب کے لئے کوئی نہ کوئی عمل نہ ہو کسی کی میٹھی میٹھی باتوں سے دھوکہ نہ کھاؤ، بلکہ یہ دیکھو فعل کیسا ہے"

قاسم بن محمد نے کہا "میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جنھیں قول پسند نہ تھا۔ صرف عمل سے خوش ہوتے تھے"

مامون رشید کا مقولہ ہے "ہمیں زبانی وعظ سے زیادہ عملی وعظ کی ضرورت ہے"

حضرت علی نے فرمایا "اے اہل علم اپنے علم پر عمل کرو، کیونکہ عالم وہی ہے جو علم حاصل کرکے عمل کرتا ہے اور جس کے علم وعمل میں اختلاف نہیں ہوتا۔ جلد ایسے لوگ پیدا ہوں گے، جو علم تو رکھیں گے مگر علم ان کے حلق کے نیچے نہ اترے گا۔ ان کا باطن ان کے ظاہر سے مختلف ہوگا۔ ان کا علم ان کے عمل کے خلاف رہے گا مجلسیں جماکر بیٹھیں گے، آپس میں فخر ومباہات کریں گے اور لوگوں سے صرف اس لئے ناراض ہوجایا کریں گے کہ ان کی مجلس چھوڑکر دوسرے کی مجلس میں کیوں جا بیٹھے ایسے عالموں کے عمل خدا تک نہیں پہونچیں گے"

حضرت ابوالدرداء کا قول ہے "آدمی متقی نہیں ہوسکتا جب تک عالم نہ ہو اور علم اسے زیب نہیں دے سکتا جب تک عمل نہ کرے"

مالک بن دینار کا قول ہے "آدمی کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں کہ دل سخت

ہو جائے"

اور کہا "بے عمل عالم کی نصیحت، دلوں پر وہی اثر کرتی ہے، جو بارش، سنگلاخ چٹان پر"

سوار کا مقولہ ہے "جو بات دل سے نکلتی ہے، دل میں اتر جاتی ہے اور جو بات محض زبان سے کہی جاتی ہے، کانوں میں رہ جاتی ہے"

سلمان کا قول ہے "قریب ہے کہ علم عام ہو جائے اور عمل غائب ہو جائے۔ لوگ زبانوں سے ملیں گے اور دلوں سے دور رہیں گے۔ جب یہ حالت ہو جائے گی، تو خدا بھی لوگوں کے کانوں آنکھوں، دلوں پر مہر لگا دے گا"

کسی حکیم نے کہا ہے "اگر میری زندگی احمقانہ اور موت جاہلانہ ہوئی، تو حکمت کا یہ بھرپور خزانہ کس کام کا؟"

حسن بصری کہا کرتے تھے "ابن آدم! یہ تیری تمام حکمت و دانائی کس کام کی جب کہ تیرا عمل احمقانہ ہے!"

انہی حسن کا مقولہ ہے "جو علم میں سب سے آگے نکل گیا ہے، اُسے عمل میں بھی سب سے آگے ہونا چاہیئے"

سفیان ثوری کہتے ہیں "علم، عمل کو پکارتا رہتا ہے۔ جواب نہیں پاتا تو رخصت ہو جاتا ہے"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے فرمایا "میں تمہیں حکمت کی تعلیم اس لئے نہیں دیتا کہ بیٹھ کر اس پر تعجب کرو، بلکہ اس لئے دیتا ہوں کہ عمل کرو"

حضرت زین العابدین نے فرمایا کہ حضرت حسین علیہ السلام کی مہر پر کندہ تھا "جان چکا، عمل کر"

حسن بصری کہتے تھے "قیامت میں سب سے زیادہ حسرت دو شخصوں کو ہوگی: ایک جو اپنا مال دوسرے کی میزان میں دیکھے گا، جس سے وہ سعادت پائے گا اور یہ شقاوت، اور دوسرا وہ جو اپنا علم دوسرے کی ترازو میں دیکھے گا، جس سے اسے سعادت ملے گی اور اسے شقاوت"

شعبی کہا کرتے تھے "حفظِ حدیث میں ہم عمل سے مدد لیتے تھے اُس کی تحصیل میں روزے ہمارے مددگار ہوتے تھے"

امام مالک نے فرمایا "طالبِ حدیث کا شیوہ یہ ہونا چاہیئے کہ سنجیدہ، بردبار، خداترس اور متبع سلف ہو"

اور فرمایا "علم کی یہ بھی بربادی ہے کہ تم ہر سوال کا جواب دینے پر کمربستہ رہو"

# باب

## طالب علم اور کسب مال

سفیان ثوری کا قول ہے "عالم اِس امت کا طبیب ہے، اور مال اِس امت کی بیماری ہی اگر طبیب ہی بیماری مول لے لے تو پھر علاج کون کرے گا"

ابو عمر کہتے ہیں، اہل علم کے نزدیک وہی مال مذموم ہے جو ناجائز طریقوں سے کمایا جائے وہ تمام احادیث و آثار جن میں مال کی مذمت کی گئی ہے، ان کا مطلب یہی ہے مثلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دینار و درہم اگلی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں اور تمہیں بھی ہلاک کر ڈالیں گے" یا حضرت عمر نے فرمایا "خدا جب کسی قوم پر سونے چاندی کے خزانوں کا منھ کھول دیتا ہے تو اس میں خونریزی اور حق تلفی بھی پھیل جاتی ہے" ان احادیث و آثار صحابہ اور اقوال سلف صالحین کا مطلب، اہل علم و فہم کے نزدیک یہی ہے کہ مال غیر مشروع طریقوں سے حاصل کیا جائے، خدا کی نافرمانی کی جائے، حرام میں خرچ کیا جائے اور راہ خدا میں خرچ نہ کیا جائے ظاہر ہے ایسا مال، مذموم اور ایسی کمائی، منحوس ہے، لیکن جو مال حلال طریقے سے کمایا اور نیک کاموں میں لگایا جائے، تو بلا اختلاف محمود اور اس کا مالک ممدوح ہے۔ اس بارے میں علمائے حق متفق ہیں اور اختلاف اسی کو ہو سکتا ہے، جو امر الٰہی سے بے خبر ہے

اللہ تعالیٰ نے متعدد آیتوں میں مال خرچ کرنے والوں کی تعریف کی ہے اور یہ ناممکن ہے کہ جسکے پاس مال ہی نہیں، وہ خرچ کر سکے، چنانچہ فرمایا:۔

مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ واللہ یضاعف لمن یشاء واللہ واسع علیم الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون مآ انفقوا منا ولا اذی لھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔

جو لوگ اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیں پیدا ہوئیں۔ ہر بال میں سو دانے ہیں اور خدا برکت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے خدا بڑی گنجائش والا اور علیم ہے جو لوگ اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور اس کے بعد نہ احسان جتاتے ہیں نہ ایذا دیتے ہیں۔ ان کے لئے پروردگار کے پاس ان کا ثواب ہے ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ آزردہ خاطر ہوں گے۔

اور فرمایا:۔

لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون

نیکی کا درجہ ہر گز نہ حاصل کر سکو گے، جب تک اپنی عزیز چیزیں راہ خدا میں خرچ نہ کرو

اسی طرح کتب صحاح وسنن اس مضمون کی حدیثوں سے لبریز ہیں، اور صحابہ وتابعین، علماء وفقہاء اسلام سے بھی ثابت ہے۔ حدیث شریف میں ہے" اونچا ہاتھ نیچے ہاتھ سے بہتر ہے اونچا ہاتھ دینے والا ہے اور نیچا ہاتھ لینے والا" اور حضرت سعد بن ابی وقاص سے فرمایا" اگر تم اپنے وارثوں کو خوش حال چھوڑ جاؤ تو یہ انھیں بھیک مانگتا چھوڑ جانے سے بہتر ہے" عمرو بن العاص سے فرمایا میں تجھے ایسی مہم پر کیوں نہ بھیجوں، جہاں سے تو صحیح سلامت مال غنیمت لے کر لوٹے؟ مال اچھی راہ سے طلب کر پاک آدمیوں کے لئے پاک کمائی کیسی اچھی چیز ہے" خود حضور کا اپنا دستور بھی یہ تھا کہ فدک وغیرہ زمینوں سے جو خدا نے آپ کو دی تھیں، سال بھر کی خوراک جمع کر لیتے

اور باقی آمدنی مسلمانوں کی ضرورتوں پر خرچ فرماتے تھے۔ اس قسم کی آیات و احادیث و آثار بے شمار ہیں، طوالت کے خوف سے انھیں نظر انداز کرتا ہوں۔

حکیم بن قیس بن عاصم سے مروی ہے کہ ان کے والد نے کہا "فرزند مال جمع کر، کیونکہ مال شریفوں کو بلند کرتا اور کمینوں سے مستغنی کر دیتا ہے"

ابن سیرین کا بیان ہے کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف نے بڑی دولت چھوڑی تھی، لیکن حضرت صدیق اور حضرت فاروق نے کچھ نہیں چھوڑا۔

کعب کا بیان ہے کہ حضرت زبیر کے پاس ایک ہزار غلام تھے، جو انھیں خراج دیا کرتے تھے مگر اس آمدنی کا ایک پیسہ بھی حضرت گھر میں نہ رکھتے بلکہ راہ خدا میں خرچ کر دیا کرتے تھے!

حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس وفات کے بعد ستر ہزار درہم تھے۔

سعید بن مسیب کہا کرتے تھے "بخدا وہ آدمی کسی کام کا نہیں، جو اپنی آبرو بچانے اور امانت پوری کرنے کے خیال سے مال جمع نہیں کرتا" چنانچہ انتقال کے وقت ان کے پاس چار سو دینار موجود تھے اس رقم کا ذکر کر کے فرمایا "بخدا یہ میں نے اس لئے سینت رکھی تھی کہ اپنی آبرو بچاؤں گا"

ابو قلابہ کا قول ہے "خدا کے شکر گزار رہو، تو دولت تمہیں ذرا نقصان نہیں پہنچا سکتی"

انہی ابو قلابہ نے ایوب سختیانی سے کہا "بازار میں جم کر کاروبار کرو، تاکہ لوگوں سے مستغنی اور اپنے دین پر استوار رہ سکو"

عبدالرحمان بن ابری کا قول ہے "دولت دین کا کیسا اچھا سہارا ہے"

ابو ظبیان ازدی کا بیان ہے کہ حضرت عمر نے مجھ سے پوچھا "بیت المال سے تمہیں کیا ملتا ہے؟" میں نے عرض کیا "ڈھائی ہزار" فرمایا "مویشی پال لو، ورنہ عن قریب قریش کے نوجوانوں کی حکومت ہوگی اور وہ تمہارا گزارہ بند کر دیں گے"

حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا "میرے پاس کوہِ احد برابر بھی سونا ہو اور اس کی زکوۃ دیتا رہوں، تو اس سے مجھے کچھ بھی نقصان نہیں پہونچ سکتا"

سفیان ثوری کا مقولہ ہے "دس ہزار درہم چھوڑ مروں اور خدا کو حساب دینا پڑے تو یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا پھروں"

ایک دن عبدالرحمان بن شریح اور عمرو بن الحارث نے ایک ہی صف میں نماز پڑھی سلام کے بعد عبدالرحمان نے عمرو سے پوچھا "اس شخص کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں، جسے میراث میں بڑی دولت ملی ہے اور وہ زہد و رضائے الٰہی کے خیال سے خیرات کر دینا چاہتا ہے؟ عمرو نے جواب دیا "اسے یہ نہیں کرنا چاہیئے" عبدالرحمان نے کہا کیا زہد بری چیز ہے؟ عبدالرحمان نے جواب دیا "بری چیز نہیں ہے، مگر خدا نے اپنے نبی کو جس ادب کی تلقین کی ہے، وہ کہیں افضل ہے۔ فرمایا ولا تجعل یدك مغلولة الی عنقك ولا تبسطها كل البسط فتقعد ملوما محسورا[1] لہٰذا اس شخص کو چاہیے کہ کچھ مال خیرات کرے اور کچھ باقی رکھے"

ابو عمر کہتے ہیں، ہم نے یہ آثار نقل کر دیئے ہیں تاکہ اس باب سے کسی کو غلط فہمی نہ ہو اور نادانی سے سمجھ بیٹھے کہ جائز طریقوں سے ضرورت بھر مال حاصل کرنا بھی مذموم و ممنوع ہے، حالانکہ واقعہ اس سے بالکل مختلف ہے خدا کی رحمت ہو حضرت ابو الدرداء پر کتنا سچ فرما گئے ہیں "اصلاحِ معیشت آدمی کے علم و دانائی کی علامت ہے" اور فرمایا "درست معیشت درست دین سے ہوتی ہے۔ اور درست دین، درست عقل سے ہوتا ہے" اور حضرت عمرؓ قرار سے فرمایا کرتے تھے "نیکیوں میں پیش قدمی کرو۔ مال حاصل کرو۔ لوگوں پر بوجھ نہ بنو"

منصور فقیہ نے خوب کہا ہے:

افضل من رکعتی قنوت ‏ ‏ ‏ ‏ وسیل حظ من السکوت

(نماز قنوت اور سکوتِ مراقبہ سے افضل ہے)

---

[1] اپنا ہاتھ نہ اتنا سکیڑو کہ گویا گردن میں بندھا ہے اور نہ بالکل اسے پھیلا ہی دو کہ پھر ایسے ہو بیٹھو کہ لوگ بھی ملامت کریں اور تم تہی دست بھی ہو جاؤ۔

ومن رجال بنوا حصونا نفوتهم داخل البيوت

(اور ان سورماؤں سے بھی افضل ہے جنھوں نے قلعے بنائے ہیں)

غدوّ عبد الی معاش یرجع منه بفضل قوت

(بندے کا طلبِ معاش میں نکلنا اور اپنی روزی حاصل کر کے لوٹنا)

غرض کہ اس بارے میں علمائے اسلام متفق ہیں اور سلف و خلف میں کوئی اختلاف نہیں البتہ زہد کی حدود متعین کرنے میں اقوال مختلف ہیں سب سے بہتر قول ابن شہاب کا ہے زہد یہ ہے کہ نہ حرام تمہارے صبر کو مغلوب کر سکے نہ حلال تمہارے شکر کو"

سفیان ثوری اور امام مالک کا مقولہ ہے" زہد آرزو کم کرنے کا نام ہے"

فضیل بن عیاض نے کہا" زہد قناعت ہے اور قناعت ہی تونگری ہے"

زہد و قناعت کی ضرورت سے زیادہ خواہش نہ کرنے کی قوت لایموت پر صبر و شکر کرنے کی تعریف میں اور غفلت و سرکشی لانے والی دولت کی مذمت میں اس قدر احادیث آثار صحابہ اور اقوال سلف موجود ہیں کہ یہ باب نہیں، ان کے لئے الگ کتاب کی ضرورت ہے۔

صحابہ میں سے جن بزرگوں پر دنیا کے دروازے بند رہے، وہ تعداد میں ان سے کہیں زیادہ ہیں، جن کے قدموں پر دنیا لوٹی۔ حدیث میں ہے، خدا اپنے خاص بندوں سے دنیا کو اسی طرح دور رکھتا ہے، جس طرح تم اپنے بیماروں سے اچھے کھانے دور رکھتے ہو" اس میں اللہ تعالیٰ کی مصلحت یہ معلوم ہوتی ہے کہ شاید کسی بندے کے لئے دولت، فسق و فجور کا سبب بن جائے۔ اسی طرح بعض بندوں کے لئے فقر و فاقہ، کفر و عصیان کا ذریعہ بن جاتا ہے اور یہ دونوں حالتیں مذموم ہیں۔ نہ تو ایسی دولت ہو کہ مغرور و گمراہ کر دے اور نہ ایسی غربت ہو کہ دین و ایمان خطرے میں پڑ جائے۔

خود حدیث میں اس طرف اشارے ملتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا یہ بھی تھی کہ خدایا ایسی دولت سے پناہ مانگتا ہوں، جو متکبر و سرکش بنا دے اور ایسی عسرت سے بھی پناہ مانگتا ہوں جو غفلت کے حوالے کر دے"

اور فرماتے تھے "خدایا بھوک سے تیری پناہ، جو بدترین رفیق ہے، اور خیانت سے تیری پناہ جو بدترین ہم دم ہے"

اور دعا تھی "خدایا! فقر و فاقہ سے تیری پناہ، قلت و ذلت سے تیری پناہ، اور اس بات سے تیری پناہ کہ ظلم کروں یا مظلوم بنوں، بدزبانی کروں یا مجھ سے بدزبانی کی جائے"

اور فرماتے تھے "خدایا مجھے ہدایت، تقویٰ، عافیت، استغنا بخش دے"

ابو عمر کہتے ہیں، مال و دولت میں اعتدال اور قدرِ ضرورت پر اکتفا، ہوسِ دنیا سے ہر حال میں افضل اور سلامتی سے اقرب ہے حدیث میں ہے کہ فرمایا "میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو اندر عموماً غریب ہی نظر آئے اور مال دار باہر کھڑے ملے" اور فرمایا "جنت میں ایک چابک برابر جگہ بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے"

حضرت عبدالرحمان بن عوف کا وقت اخیر ہوا، تو زار زار رونے لگے وجہ پوچھی گئی تو فرمایا "مصعب بن عمیر مجھ سے اچھے تھے کہ مر گئے، اور اتنا بھی نہ چھوڑا کہ کفنائے جاتے صرف ایک چادر تھی اور وہ بھی اتنی چھوٹی کہ سر ڈھکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں پر ڈالی جاتی تو سر کھل جاتا۔ میں ان کے بعد بھی زندہ رہا۔ دنیا سے ملا اور دنیا مجھ سے ملی ڈرتا ہوں دنیا کی اس بہتات سے اپنے ساتھیوں سے پیچھے نہ رہ جاؤں!"

حضرت سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بہترین رزق کفایت بھر رزق ہے اور بہترین ذکر، مخفی ذکر ہے"

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی "خدایا آلِ محمد کا رزق قوت لایموت بھر ہو"

ان احادیث و آثار سے قناعت اور رضا بہ کفاف کی فضیلت ظاہر ہے حضرت خولہ بنت حکیم سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ دنیا نہایت تر و تازہ اور شیریں ہے جس نے اسے حق کے ساتھ لیا، برکت پالے گا"

امیر معاویہ اپنے ماموں، ابو ہاشم بن عقبہ کی عیادت کو گئے، تو وہ رو رہے تھے۔ کہنے لگے آپ درد کی شدت سے روتے ہیں یا دنیا کی محبت سے؟ ابو ہاشم نے جواب دیا "نہ یہ سبب ہے نہ وہ، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا کہ ابو ہاشم! شاید تو بہت دولت دیکھے گا۔ اور لوگ اس سے فائدہ اٹھا رہے ہوں گے، مگر تیرے لئے بس اتنا کافی ہے کہ ایک خادم خدمت کے لئے ہو اور ایک گھوڑا جہاد کے لئے، لیکن اب میں دیکھتا ہوں کہ دولت کا میرے پاس ڈھیر ہے!"

حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت سلمان فارسی کی بیمار پرسی کو گئے حضرت سلمان انھیں دیکھکر آب دیدہ ہو گئے۔ حضرت عبداللہ نے سبب پوچھا، تو فرمایا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حکم دیا تھا، جسے ہم نے پورا نہیں کیا۔ فرمایا تھا" دنیا میں سے اتنا ہی لینا، جتنا ایک مسافر کا زاد راہ ہوتا ہے!"

ابو عمر کہتے ہیں، اب اگر کوئی نادان یہ گمان کر بیٹھے کہ دنیا کمانے میں بے اعتدالی بے خطر ہی یا دنیا کی بہتات، قناعت و کفاف سے افضل ہے، تو یہ بھی اس کی غلطی ہوگی۔ مذکورہ بالا احادیث و آثار سے اس وہم کی تردید ہو رہی ہے۔ تونگری اصل میں دل کی تونگری ہے۔ خدا نے جسے غنی دل دیا ہے وہی غنی ہے۔ حدیث میں ہے" تونگری، بہت مال کا نام نہیں، تونگری دل کی تونگری ہے"

# باب

## علم بھلائی کیطرف لیجاتا ہے

حسن بصری کہا کرتے تھے "ہم نے علم دنیا کے لئے حاصل کیا تھا، مگر علم ہمیں آخرت کیطرف کھینچ لے گیا"

معمر نے بیان کیا، اگلے بزرگ فرماتے تھے "جو کوئی غیر اللہ کے لیے علم حاصل کرے گا، علم اسے خدا کی طرف کھینچ کے رہے گا"

جبیب بن ابی ثابت نے کہا "ہم نے یہ علم بغیر نیت کے حاصل کیا تھا، بعد میں نیت پیدا ہوگئی"

سفیان بن عیینہ نے شاگردوں سے کہا "ہم نے حدیث غیر اللہ کے لئے حاصل کی تھی، مگر اللہ نے ہمیں نہ چھوڑا اور یہ درجہ بخش دیا جو تم دیکھ رہے ہو"

# باب

## اصولِ علم

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "علم تین قسم کا ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہے زاید ہے: آیتِ محکمہ، سنتِ قائمہ، اور فریضہ عادلہ"

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو ایک شخص کے گرد بڑی بھیڑ دیکھی پوچھا یہ کیا ہے؟ عرض کیا گیا، یا رسول اللہ یہ شخص علّامہ ہے! فرمایا علّامہ کیا چیز ہے؟ صحابہ نے عرض کیا "انساب عرب کا سب سے

زیادہ جاننے والا ہے۔ عربیت کا سب سے زیادہ ماہر ہے۔ شعر کا سب سے زیادہ عالم ہے۔ اختلافاتِ عرب کا سب سے زیادہ حافظ ہے یہ سن کر حضور نے فرمایا "یہ علم نہ مفید ہے، نہ اس سے جہل مضر"

ابو عمر کہتے ہیں اس حدیث کی اسناد میں دو غیر ثقہ راوی آ گئے ہیں، اور حدیث صحیح بھی ہو تو معنیٰ یہ ہیں کہ آیتِ محکمہ سنتِ قائمہ اور فریضۂ عادلہ سے جہل کے ساتھ یہ علم مفید نہیں اور اسی طرح اس صورت میں اس کا جہل بھی مضر نہیں، ورنہ فی نفسہ یہ علم مفید بھی ہو سکتا ہے اور مضر بھی، کیونکہ عربیت اور علم انساب، علم ادب کے دو بڑے عنصر ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرمایا کرتے تھے۔ علم تین ہی ہیں: کتاب ناطق، سنتِ ماضیہ، اور لا ادری" (میں نہیں جانتا)

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تین باتیں ہیں:۔ جس بات کی خوبی ظاہر ہے، اس پر عمل کرو۔ جس بات کی برائی ظاہر ہے اس سے پرہیز کرو، اور جس میں اختلاف ہے، اسے اس کے عالم کے ذمے چھوڑ دو"

اور فرمایا "میں تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، جنھیں مضبوطی سے پکڑے رہے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے: اللہ کی کتاب اور اللہ کے نبی کی سنت"

اور فرمایا "میں نے دعا کی کہ میری امت گمراہی پر کبھی متفق نہ ہو اور خدا نے میری دعا قبول کر لی"

عمر بن عبدالعزیز نے عروہ بن الزبیر کو لکھا "تم نے مجھ سے قضاء کے بارے میں سوال کیا ہے قضاء کی بنیاد کتاب اللہ پر ہے، پھر سنت رسول اللہ پر، پھر ائمہ ہدیٰ کے فیصلوں پر، پھر علماء و عقلاء کے مشورے پر"

امام مالک کا قول ہے "قاضی کے فیصلے دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں موجود ہیں اور یہ فیصلے یقیناً درست ہوتے ہیں اور دوسرے خود قاضی

کے اجتہاد سے ہوتے ہیں اور ان میں توفیق الٰہی کی امید ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے اس کا غلط ہونا اغلب ہے"

نیز امام مالک نے فرمایا علم و حکمت بکثرت مسائل کے حفظ کا نام نہیں، بلکہ وہ نور الٰہی ہے اور اس سے خدا جسے چاہتا ہے، ہدایت بخشتا ہے"

سحنون سے سوال کیا گیا کیا عالم کے لئے روا ہے کہ علم رکھنے پر بھی لاعلمی کا اظہار کرے؟ جواب دیا "کتاب و سنت کے معاملے میں روا نہیں، البتہ خاص اپنی رائے کے متعلق یہ کر سکتا ہے، کیونکہ یقین سے کون کہہ سکتا ہے میری رائے صحیح ہے"

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے تھے "بہت سی حدیثیں یاد کر لینا علم نہیں ہے۔ خوفِ خدا کا نام علم ہے"

امام شافعی کا قول ہے "کسی کے لئے بھی حلال و حرام کہنا جائز نہیں، مگر ہاں علم کی بنیاد پر کہے علم کتاب و سنت اور اجماع امت ہے، پھر انہی تینوں اصلوں پر قیاس ہے"

ابو عمر کہتے ہیں، اجماع کا ثبوت آیت ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولیٰ ونصله جهنم وساءت مصیرا[1] میں موجود ہے، لہذا مسلمانوں کے خلاف راہ اختیار کرنا روا نہیں اور حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میری امت گمراہی پر اتفاق نہیں کرے گی" اسی لئے میرے نزدیک اجماع صحابہ کی مخالفت جائز نہیں، کیونکہ یہ فرض نہیں کیا جا سکتا کہ حکم صحیح سے تمام صحابہ بے خبر رہے ہوں اور غلطی سے کسی بات پر ہم خیال ہو گئے ہوں۔ پھر آیت وکذلك جعلنٰکم امة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیدا[2] سے

---

[1] جو کوئی راہ ہدایت ظاہر ہو جانے پر بھی پیغمبر سے کنارہ کش رہے اور مسلمانوں کے رستے کے سوا رستہ اختیار کرے تو ہم اسے اس کے رستے پر چھوڑ دیں گے اور اسے جہنم میں داخل کریں گے جو بہت بری جگہ ہے [2] اسی طرح ہم نے تمہیں درمیانی امت بنا دیا ہے کہ تم لوگوں کے مقابلے میں گواہ بنو اور رسول تمہارے مقابلے میں گواہ بنیں۔

ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کا جب اجماع ہو جائے، تو حجت ہوگا، کیونکہ صحابہ امت پر اسی طرح حجت ہیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ پر حجت تھے اجماع کے متعلق کتاب و سنت میں بکثرت دلائل موجود ہیں، مگر ان کی تفصیل ہماری اس کتاب کے دائرے سے باھر ہے۔

عطاء بن ابی رباح نے آیت "فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول"[1] کی تفسیر میں کہا "خدا کی طرف اور رسول کی طرف جب تک آپ حیات ہیں، بعد میں آپ کی سنت کی طرف رجوع کرنا چاہیئے"

ابن عون کہتے ہیں "تین چیزیں مجھے اور میرے بھائیوں کو سب سے زیادہ محبوب ہیں: قرآن جس میں آدمی فکر و تدبر کرے اور وہ علم پا جائے جو پہلے حاصل نہ تھا، علم سنت کی تحصیل و تکمیل میں کوشاں ہو۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ سب آدمیوں کی بھلائی چاہے"

راوی کہتا ہے، ابن وضاح، ابن عون کے قول پہ وجد کرتے اور کہتے تھے "خوب ہے اخوب ہے"

یحیٰی بن اکثم نے کہا "علماء، طلبہ اور جملہ مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ ضروری علم، قرآن کے ناسخ و منسوخ کا ہے، کیونکہ ناسخ پر عمل کرنا اور منسوخ کو چھوڑ دینا فرض ہے۔ اگر انسان اس علم سے بے بہرہ ہے، تو ممکن ہے واجب کو غیر واجب اور غیر واجب کو واجب ٹھہرائے خود بھی گمراہ ہو اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دے"

عطاء بن ابی رباح نے آیت "واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم"[2] کی تفسیر میں بیان کیا "خدا اور رسول کی اطاعت، کتاب و سنت کی پیروی ہے اور اولی الامر سے مراد اہل علم ہیں"

بقیہ بن الولید کا بیان ہے کہ اوزاعی مجھ سے کہا کرتے تھے "اے بقیہ! علم وہی ہے جو اصحاب محمدؐ سے پہنچا ہے اور جو کچھ اصحاب محمدؐ سے نہیں پہنچا، وہ علم ہی نہیں ہے، اے بقیہ! اپنے نبی

---

[1] اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے، تو اسے خدا اور رسول کی طرف لوٹاؤ [2] اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے میں سے اہل الحل والعقد کی۔

محمد کے اصحاب میں سے کسی کو برا نہ کہنا اور اپنے نبی کی امت کے ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کی بھی برائی نہ کرنا۔ یاد رکھ جو کوئی دوسروں کی برائی کرتا ہے، تو دوسرے لفظوں میں مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں اچھا ہوں"

سعید بن مسیب سے ایک مسئلہ پوچھا گیا۔ کہنے لگے، اس میں صحابہ کا اختلاف ہے۔ لوگوں نے کہا اپنی رائے دے دیجئے۔ فرمایا "صحابہ کے مقابلے میں میری رائے کی بھی کچھ وقعت نہیں!"

سعید بن جبیر کا قول ہے "جو بات اصحاب بدر کو نہیں معلوم، وہ دین بھی نہیں" امام احمد بن حنبل کے پاس ایک شخص بار بار آتا اور ایک ہی سوال پوچھتا۔ آخر جھنجھلا کر فرمایا "کہہ چکا ہوں کہ اس مسئلے میں اگلے بزرگوں کا اختلاف ہے اور مجھے اس سے معاف رکھو، مگر تم اصرار ہی کیے چلے جاتے ہو کہ اپنی ذاتی رائے بتا دوں۔ خود ہی کہو۔ کیا رائے بتاؤ، معافی چاہتا ہوں" مگر سائل پھر کہنے لگا "نہیں حضرت، میں تو آپ کی رائے ضرور معلوم کروں گا کیونکہ میں اور دوسرے مسلمان اُس کے محتاج ہیں۔ یہ سن کر آپ اور بھی خفا ہوئے اور فرمایا ضرور معلوم کرو گے؟ میں کہتا ہوں، معاف رکھو، مگر تم مانتے نہیں۔ جب آدمی اپنی رائے دینے سے ڈرتا ہے، تو اُسے مجبور کرنا کہاں تک درست ہے؟ میں کہہ چکا کہ اختلافی مسئلہ ہے سب نے اپنی اپنی رائے دی ہے، اور علم وہی ہے، جو اوپر آسمان سے آیا ہے۔ ہم آج کچھ کہتے ہیں اور کل غلط سمجھ کر اپنے قول سے رجوع کر لیتے ہیں" پھر عمرو بن دینار کی یہ روایت بیان کی کہ حضرت جابر بن زید کو بتایا گیا کہ لوگ آپ کے فتوے لکھ لیتے ہیں، تو کہنے لگے "تم ایسی بات لکھتے ہو، جو میں نے آج کہی ہے، اور ممکن ہے کل اُس سے رجوع کر لوں"

محمد بن مسلمہ کا قول ہے "جن مسائل میں رائے زنی کی گنجائش ہے، ان میں حاکم کو اجتہاد کرنا چاہیے، مگر کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ صرف اسی کی رائے حق ہے، بلکہ یوں کہنا چاہیے، یہ میرا اجتہاد ہے، یہ میری رائے ہے"

معن بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ امام مالک فرمایا کرتے تھے "میں بھی ایک انسان ہوں ٹھیک بھی کہتا ہوں اور غلطی بھی کر جاتا ہوں۔ میرا قول پرکھا کرو۔ کتاب وسنت کے مطابق ہو تو قبول کرو۔ خلاف ہو تو چھوڑ دو"

خود امام مالک نے بیان کیا' ابن ہرمز نے مجھ سے فرمایا "یہ سب آراء و اجتہادات مجھ سے سنتے ہو' کہیں مان نہ لینا یہ میری اور ربیعہ کی ذہنی کاوشوں کا نتیجہ ہیں"

ابن ابجر کہا کرتے تھے کہ شعبی نے مجھ سے کہا "یہ اہل حدیث' اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ روایت کریں' اسے لے لو اور جو کچھ اپنی عقل و رائے سے کہیں' اس پر پیشاب کر کے چلے جاؤ"

ابن سیرین سے مسئلہ پوچھا جاتا تو کبھی یہ بھی کہہ دیا کرتے "اس بارے میں میرے پاس علم نہیں ہے۔ ذاتی رائے ہے اور اُسے مشتبہ سمجھتا ہوں" اگر لوگ کہتے' اپنی رائے بتا دیجئے تو جواب دیتے "جانتا کہ میری رائے پختہ ہے' تو ضرور بتا دیتا' لیکن ڈرتا ہوں آج کچھ کہوں اور کل غلط سمجھ کے بدل ڈالوں' پھر مجبور ہونا پڑے کہ گھر گھر سب کو اِس تبدیلی کی خبر دیتا پھروں"

سالم بن عبداللہ سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا جواب دیا "اس بارے میں مجھے کوئی روایت نہیں پہونچی" اس شخص نے عرض کیا' میرے لئے تو آپ کی رائے بھی بہت ہے فرمایا "اپنی رائے بتا دوں اور تم چلے جاؤ۔ پھر شاید وہ رائے بدل جائے' تو میں تمہیں کہاں ڈھونڈتا پھروں گا!"

حضرت عبداللہ بن عمرو سے کوئی ایسا مسئلہ پوچھا جاتا' جس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہ سنا ہوتا' تو فرماتے "کہو تو اپنا گمان ظاہر کر دوں"

امام مالک کہا کرتے تھے "ہمارے فتوے' گمان ہی گمان ہیں ہمیں یقین حاصل نہیں"

عطاء بن ابی رباح کا قول ہے "آنکھ کا علم بھی بہت کم زور علم ہے۔ آدمی کہتا ہے' میں نے اُس شخص کو یہ کرتے دیکھا ہے' حالانکہ شاید اس شخص کا فعل نادانستہ ہو"

ابن المقفع نے اپنی کتاب "یتیمہ" میں ایک فصل لکھی ہے کہتا ہے "علماء کا یہ کہنا کہ دین میں بحث و تکرار نہیں، بالکل درست ہے، کیونکہ دین، بحث ہی سے ہوتا ہے تو لوگوں کے ہاتھ میں بھی ہوتا کہ اپنی رائے و گمان سے اسے ثابت کر دیں، حالانکہ جو چیز لوگوں کے ہاتھ میں پڑ جاتی ہے، عام طور پر خراب ہی ہو جاتی ہے، اہل بدعت کی مذمت اسی لیے کی گئی ہے کہ انھوں نے دین کو رائے بنا دیا ہے، حالانکہ کسی انسان کی بھی رائے یقینی و حتمی نہیں ہو سکتی کیونکہ شک و ظن سے آگے کوئی رائے نہیں جاتی۔ کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ میری رائے یقینی اور ناقابل شک ہے؟ اسی لیے جو کوئی اپنی رائے کو یا دوسروں کی رائے کو دین قرار دے لیتا ہے، میں اُسے سب سے زیادہ بے وقوف انسان سمجھ لیتا ہوں"

ابو عمر کہتے ہیں، اِس امت کے علمائے سلف و خلف اس بارے میں بالکل متفق ہیں کہ رائے، حقیقت میں علم نہیں ہے۔ رائے کی تعریف میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا گیا ہے کہ "علم کا بہترین وزیر اچھی رائے ہے"

علم کی بنیادیں دو ہیں: کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ۔ سنت کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس کی عام روایت، سلف سے خلف تک جاری ہے اور اس میں کسی کا اختلاف ثابت نہیں۔ ایسی سنت کا رد و انکار، ناجائز ہے، کیونکہ یہ انکار، بمنزلہ نصوص الٰہی کے انکار کے ہے۔ سنت کی دوسری قسم وہ ہے، جو ثقہ راویوں نے اسنادِ متصل سے روایت کی ہے یہ قسم بھی مستند علمائے امت کے نزدیک حجت ہے اور ذریعۂ علم، لیکن اس بحث کا یہ موقعہ نہیں

حضرت امیر المومنین عمر فاروق فرمایا کرتے تھے "جس طرح قرآن کی تعلیم حاصل کرتے ہو اسی طرح فرائض و سنت کی تعلیم بھی حاصل کرو"

اسحاق بن راشد کا بیان ہے کہ امام زہری، اہل عراق کی کم علمی کی اکثر شکایت کیا کرتے تھے۔ ایک دن میں نے عرض کیا، یہاں کوفے میں قبیلۂ اسد کا ایک پروردہ (یعنی اعمش) موجود ہے، اور چار ہزار حدیثیں روایت کرتا ہے۔ متعجب ہو کر کہنے لگے "چار ہزار؟" میں نے

عرض کیا، جی ہاں، حکم ہو تو اس کی کچھ حدیثیں سناؤں۔ حدیثیں سن کر فرمایا" واللہ یہ علم ہے
میں نہیں سمجھتا تھا کہ عراق میں اس کا کوئی جاننے والا موجود ہوگا!"

عمر بن عبدالعزیز نے اپنے ایک فرمان میں لکھا" نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کی ہوئی سنت
کے مقابلے میں کسی آدمی کی بھی رائے وقعت نہیں رکھتی"

امام احمد کے شعر ہیں:۔

دین النبی محمد اخبار　　نعم المطیۃ للفتی آثار

(محمد رسول اللہ کا دین، حدیث ہے اور حدیث مسلمان کیلئے کیا ہی خوب ہے)

لا ترغبن عن الحدیث واھلہ　　فالرأی لیل والحدیث نہار

(خبردار حدیث و اصحاب حدیث سے منہ نہ پھیرنا۔ حدیث دن ہے اور رائے رات ہے)

ولربما جھل الفتی اثر الھدیٰ　　والشمس بازغۃ لہا انوار

(کبھی آدمی کو راہ نہیں سوجھتی، حالانکہ آفتاب درخشاں ہوتا ہے اور روشنی پھیلی ہوتی ہے)

بشر بن السری السقطی کا قول ہے" میں نے غور کیا تو علم کی دو قسمیں معلوم ہوئیں: حدیث اور رائے۔
حدیث میں مجھے انبیائے مرسلین کا، موت کا، ربوبیت الٰہی کا، عظمت و جلال خداوندی کا، جنت
دوزخ کا، حلال حرام کا، نیکی و تقوے کا، جملہ محاسن اخلاق کا تذکرہ ملا، لیکن رائے میں مکر و فریب
کا، شرارت دجل کا، ظلم و حق تلفی کا، قطع رحم کا، دین میں خرابی اور حرام پر جرأت ہی کا چرچا ملا"

محمد بن سیرین کہا کرتے تھے" سلف صالحین اپنے آپ کو راہ راست پر سمجھتے تھے،
جب تک سنت کا دامن ہاتھ میں رہتا تھا"

ابو بکر ہذلی کی روایت ہے کہ امام زہری نے مجھ سے پوچھا "تمہیں حدیث سے محبت
ہے؟ میں نے اقرار کیا، تو فرمایا" بہت خوب یاد رکھو، حدیث سے مرد ہی محبت کرتے ہیں۔
مخنثوں کو اس سے وحشت ہوتی ہے!"

ابوالقاسم عبیداللہ بن عمر کہا کرتے تھے" بحث و نظر کے معنی یہ ہیں کہ ان فروع میں نہ

پڑ جائے جن کے اصول اچھی طرح نہ سمجھ لئے گئے ہوں، ایسے پھل نہ تلاش کرو جن کا درخت نہیں لگایا گیا اور ایسے نتیجوں کے پیچھے نہ پڑو جن کے مقدمات پہلے سے جانے نہیں گئے"

# باب

## علوم کی قسمیں

علم کی تعریف علماء نے یہ کی ہے کہ علم، یقین وظہور کا نام ہے، پس جو بات تعیینی ہو، ظاہر ہو معلوم ہے، لیکن جو آدمی یقین نہیں رکھتا بلکہ دوسروں کی دیکھا دیکھی کہنے لگتا ہے، وہ عالم نہیں۔

علماء نے اِتّبّاع اور تقلید میں فرق رکھا ہے۔ اتباع یہ ہے کہ ایک بات کی خوبی معلوم ہوئی اور اس کی پیروی کرنے لگے۔ اس کے برخلاف تقلید یہ ہے کہ ایک بات سنی اور بے سوچے سمجھے اسے مان لیا اس پر غور کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے خلاف کچھ سننے سے کان بند کر لئے، بلکہ وہ غلط بھی ثابت ہوگئی، تو بھی اسی سے چمٹے رہے اور رجوع نہ کیا۔ تمام علماء کے نزدیک اس قسم کی تقلید، دینِ الٰہی میں حرام ہے۔

علوم کی دو قسمیں ہیں: ضروری اور کسبی۔ علم ضروری وہ علم ہے، جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو۔ غور وفکر کی ضرورت نہ ہو اور حواس وعقل سے بداہتاً معلوم ہو، مثلاً یہ علم کہ کوئی وجود ایک ہی وقت میں ساکن ومتحرک، کھڑا بیٹھا، بیمار وتندرست نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح حواس درست ہوں، تو زبان سے تلخ وشیریں کا، آنکھ سے رنگ روپ کا، کان سے آواز کا قطعی علم حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی قبیل سے یہ علم بھی ہے کہ دنیا میں مثلاً مکہ، ہندوستان، مصر، چین وغیرہ ممالک واقوام موجود ہیں۔ اس قسم کے علم کو ضروری علم کہتے ہیں۔

علم کسبی وہ علم ہے، جو نظر واستدلال سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں، جلی اور خفی۔ جو علم، علوم ضروریہ سے قریب ہے، وہ جلی ہے اور جو دور ہے وہ خفی ہے۔ اسی طرح

معلومات کی بھی دو قسمیں ہیں: شاہد و غائب۔ جو بداہتاً معلوم ہو، شاہد ہے، اور جو شاہد کی دلالت سے معلوم ہو، غائب ہے۔

تمام اصحاب ادیان کے نزدیک علوم تین طرح کے ہیں: اعلیٰ، اوسط، ادنیٰ۔ علم اعلیٰ، علم دین ہی جو خدا کی اتاری ہوئی کتابوں اور اس کے انبیا کی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کسی کے لئے جائز نہیں کہ اس علم میں اپنے دل سے گڑھ کر کوئی بات کہے۔ علم اوسط، دنیاوی علوم کو کہتے ہیں، جیسے طب اور ہندسہ وغیرہ۔ ان علوم کی معرفت کا طریقہ یہ ہے کہ ایک بات، دوسری بات پر قیاس کی جاتی ہے اور ایک نوع کو دوسری نوع کی مدد سے شناخت کرتے ہیں۔ علم ادنیٰ، صنعت و حرفت، دستکاری، ورزش وغیرہ کا علم ہے، جیسے پیراکی، شہ سواری، تیر اندازی، خوش نویسی وغیرہ فنون جو اعضا و جوارح کی مشق سے حاصل ہوتے ہیں۔

فلاسفہ کے یہاں بھی علوم کی یہی تقسیم ہے، لیکن وہ علم اعلیٰ، اُس علم کو کہتے ہیں جس کا تعلق ماوراء طبیعت امور سے ہے، مثلاً حدوثِ عالم، ذاتِ باری کی تشبیہ وغیرہ مسائل، جو حواس و مشاہدے سے معلوم نہیں ہو سکتے اور جن میں بحث و نظر سے آسمانی کتابیں اور پیغمبر ہمیں مستغنی کر چکے ہیں۔ علم اوسط و علم ادنیٰ اُن کی اصطلاح میں بھی بعینہ وہی ہیں جو ارباب ادیان کی اصطلاح میں بیان ہو چکے، لیکن وہ علم اوسط کو چار قسموں پر تقسیم کرتے ہیں اور یہی قسمیں ان کے جملہ علوم کی بنیادیں ہیں یعنی علم حساب، نجوم، طب، اور موسیقی۔

حق یہ ہے کہ کسی علم کا عالم بھی، علم حساب سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ علم نجوم کا فائدہ، جملہ اہل ادیان کے نزدیک یہ ہے کہ اس سے فلک کی گردش، تاروں کی رفتار، مطالع بروج، اوقاتِ لیل و نہار، اختلافِ طلوع و غروب، ممالک کی جائے وقوع، خط استوا، اور دوسرے افقوں سے ان کا قرب و بعد، چاند کے مختلف مدارج، نکھتوں کا حال، سورج چاند گرہن اور برسوں کا حال معلوم ہوتا ہے۔ ابو بصرہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا "علم نجوم کی اتنی واقفیت ضروری ہے کہ اندھیری راتوں میں خشکی تری کے راستے معلوم کر سکو۔ اس سے آگے نہ بڑھو" حضرت عباس سے

سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خدا نے اس جزیرۂ عرب کو شرک سے پاک کر دیا ہے یہ بات دوسری ہے کہ نجوم سے گمراہی پیدا ہو جائے" حضرت ابو محجن کہا کرتے تھے میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے اپنے بعد اپنی امت پر تین چیزوں سے اندیشہ ہے: حکام کے ظلم سے، نجوم پر ایمان سے، تقدیر کے انکار سے" علم طب علم الابدان ہے اس میں جڑی بوٹی، پانی، معادن، جواہرات کے خواص، مزے، بو، عناصر کی طبیعت، حیوانات کے خواص، جسم کی طبیعت، عوارض و امراض کے اسباب، علاج کے طریقوں، زمانوں، موسموں، ملکوں کی آب و ہوا، حرکت و سکون کے فوائد وغیرہ امور سے بحث ہوتی ہے۔

غرض فلاسفہ کے نزدیک بھی اول الذکر علم، علم دین ہے، ثانی الذکر علم، علم اوسط ہے، اور جن فنون کا تعلق اعضا و جوارح کی مشق سے ہے، علم ادنیٰ ہیں۔

جملہ اہل اسلام کے نزدیک علم دین کے تین درجے ہیں: خاصہ ایمان و اسلام یعنی معرفتِ توحید و اخلاص۔ اس علم کا ذریعہ ایک ہی ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذریعہ ہے کیونکہ آپ ہی نے خدا کے احکام پہنچائے ہیں، اور خدا کی منشا ظاہر کی ہے۔ پھر حکم قرآنی کے بموجب خلق الٰہی میں غور و تامل اور رب العالمین کی ربوبیت و وحدانیت و ازلیت کے دلائل تفکر و تدبر ہے قرآن میں جو کچھ آیا ہے، سب پر ایمان لانا چاہیئے۔ خدا کے فرشتوں، کتابوں، نبیوں کی تصدیق کرنا چاہیئے۔

دوسرا درجہ، حامل دین و شریعت کی معرفت کا ہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جن کی زبان اور ہاتھ سے دین اترا اور قائم ہوا ہے۔ پھر اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت ہے، جنھوں نے آپ کی لائی ہوئی شریعت، خود آپ ہی سے سمجھی اور بعد کی نسلوں کو پہنچائی۔ پھر اُن تمام علماء کی معرفت ہے، جنھوں نے علم دین حاصل کیا اور پھیلایا ہے۔ پھر خبرِ متواتر کی معرفت بھی ضروری ہے، جو اپنی صحت و ثبوت میں ظاہر و واضح ہوتی ہے۔ علماء ان امور پر کتب اصول میں بحث کر چکے ہیں۔ یہاں اعادے کا موقعہ نہیں۔

تیسرا درجہ سُنن، واجباتِ سنن، آدابِ سنن کی معرفت کا ہے۔ اسی میں ثقہ راویوں کی حدیث بھی داخل ہے۔ علماء نے فرمایا ہے تکمیلِ فقہ اِن تینوں درجوں کی تکمیل کے بغیر ممکن نہیں۔

# باب

## حقیقت میں عالم کون ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا "تو جانتا بھی ہے، سب سے افضل آدمی کون ہے؟ سب سے افضل وہ ہے، جس کا عمل سب سے افضل ہے، اگر دین میں سمجھ بھی رکھتا ہے" پھر فرمایا "تو جانتا بھی ہے، سب سے بڑا عالم کون ہے؟ سب سے بڑا عالم وہ ہے، جو حق کا اُس وقت بھی اعلان کرتا ہے، جب دنیا شک میں پڑ جاتی ہے، اگرچہ وہ اپنے عمل میں کوتاہ ہی کیوں نہ ہو، اگرچہ اپنے سرین پر گھِس کے چلتا ہی کیوں نہ ہو!"

دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا "ایمان کی سب سے مضبوط گرہ، اللہ کے نام پر دوستی اللہ کے نام پر محبت، اور اللہ ہی کے نام پر نفرت ہے۔ سب سے افضل وہ ہے جس کا عمل سب سے افضل ہے بشرطیکہ اپنے دین میں سمجھ رکھتا ہو سب سے بڑا عالم وہ ہے، جو لوگوں کے اختلاف کے وقت بھی حق کو پہچانتا ہے، اگرچہ عمل میں کوتاہ ہو"

حضرت ام الدرداء کا مقولہ ہے "افضل ترین علم، معرفت الٰہی ہے"

اسی قول کو لے کر شاعر نے کہا ہے:۔

خیرنا افضلنا معرفة　　　　واذا عرف اللہ عبد

(سب سے بہتر وہ ہے جو سب سے بہتر معرفت رکھتا ہو معرفت کے بعد ہی صحیح عبادت ہوتی ہے)

حسان بن عطیہ کا قول ہے "بندے کو جتنی زیادہ معرفت ملتی ہے، اسی قدر لوگ اس سے

قریب ہو جاتے ہیں"

حسن بصری یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے:۔

یسر الفتیٰ ما کان قدم من تقیٰ　　اذا عرف الداء الذی ھو قاتلہ

(جب جان لیوا بیماری کا پتہ چلتا ہے تو پچھلے پرہیز سے آدمی کو خوشی ہوتی ہے)

آیت "ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" میں مجاہد "یعبدون" کی یہ تفسیر بیان کرتے تھے کہ جن و انس کی پیدائش کا مقصد یہ ہے کہ معرفت الٰہی حاصل کریں۔

ابن جریج نے کہا "یعبدون" سے مراد یہ ہے کہ اُس سعادت و شقاوت کا علم حاصل کریں، جس پر خدا نے اُن کی تخلیق کی ہے۔

حضرت علی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں تمہیں اُس فقیہ کی شناخت کیوں نہ بتا دوں، جو پورا پورا فقیہ ہے؟ یہ شخص وہ ہے جو لوگوں کو نہ رحمت الٰہی سے مایوس کرتا ہے نہ خوفِ خدا سے نڈر بناتا ہے، نہ قرآن کو بے پروائی سے چھوڑ دیتا ہے۔ یاد رکھو اُس عبادت میں بھلائی نہیں، جو تفقہ (فہم و تدبر) سے خالی ہے۔ اُس علم میں کوئی فائدہ نہیں جو فہم سے خالی ہے، اُس تلاوت میں کوئی نفع نہیں، جو تدبر سے خالی ہے"

لقمان سے پوچھا گیا سب سے بڑا مالدار کون ہے؟ جواب دیا "جو اپنے مال پر سب سے زیادہ قانع ہے" پوچھا گیا، سب سے زیادہ عالم کون ہے؟ کہا "جو دوسروں کے علم سے اپنے علم میں اضافہ کرتا رہتا ہے"

حضرت عبداللہ بن مسعود کا مقولہ ہے "خشیت الٰہی، کافی و وافی علم ہے، اور خدا کے معاملے میں فریب نفس کافی جہالت ہے"

حضرت ابوالدرداء نے فرمایا "تم کامل فقیہ نہیں ہو سکتے، جب تک محبت الٰہی کی راہ سے تمہیں شریروں سے بغض نہ ہو۔ اپنے نفس سے تمہارا بغض اور بھی زیادہ ہونا چاہیئے"

ابن عیینہ کا مقولہ ہے "عالم وہ ہے، جو ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھتا ہے"

حارث بن یعقوب کہا کرتے تھے "کامل فقیہ وہ ہے، جو قرآن میں خاص فہم حاصل کر چکا ہے اور شیطان کے مکر سے کما حقہ آگاہ ہے"

امام مالک سے پوچھا گیا، فتویٰ دینا کس کو جائز ہے؟ فرمایا "اسے جو اختلافاتِ علماء سے واقف ہے" پوچھا گیا، کیا اصحابِ رائے کے اختلافات سے؟ کہا "نہیں، بلکہ صحابہ کے اختلافات سے"۔

عبداللہ بن مبارک سے پوچھا گیا، آدمی فتویٰ دینے کا اہل کب ہوتا ہے؟ جواب دیا "جب حدیث کا عالم اور رائے کا مبصر ہو"

خلیل بن احمد نے کہا "آدمی چار قسم کے ہیں: وہ جو جانتا ہے اور کم جانتا ہے یہ عالم ہے اس سے پوچھو۔ اس کی پیروی کرو۔ دوسرا وہ جو نہیں جانتا، اور جانتا ہے کہ نہیں جانتا یہ جاہل ہے اسے سکھاؤ۔ تیسرا وہ ہے، جو جانتا ہے مگر نہیں جانتا کہ جانتا ہے یہ غافل ہے۔ اسے ہشیار کرو۔ چوتھا وہ ہے، جو نہیں جانتا، مگر بدقسمتی سے نہیں جانتا کہ نہیں جانتا ہے یہ غبی و احمق ہے اس سے بچو دور بھاگو!"

سعید بن مسیب کا قول ہے "کوئی عالم، کوئی شریف، کوئی نیک نہیں، جس میں عیب نہ ہو، لیکن جس کی خوبیاں، برائیوں سے زیادہ ہوں، وہ اچھا ہے اور جس کی برائیاں، اچھائیوں سے زیادہ ہوں وہ برا ہے"

بعض داناؤں نے کہا ہے "کوئی عالم، غلطی سے مبرا نہیں، لیکن جس کی غلطیاں کم ہوں اور صواب دید زیادہ ہو، وہ عالم ہے، لیکن جس کی صواب کم اور غلطیاں زیادہ ہوں، وہ جاہل ہے"

امام مالک فرماتے تھے "چار آدمیوں سے علم نہ لو: کھلے ہوئے بدکار سے، کسی خاص مقصد کی طرف دعوت دینے والے بندۂ غرض سے، عام گفتگو میں جھوٹ بولنے والے سے، اگرچہ روایتِ حدیث میں جھوٹ نہ بھی بولتا ہو اور ایسے متدین پرہیزگار سے، جو سادہ لوحی کی وجہ سے جھوٹ سچ میں تمیز نہ کر سکے"

ابوحیان تیمی کا قول ہے "عالم تین قسم کے ہیں: اللہ کے اور امرِ الٰہی کے جاننے والے اللہ

کے جاننے والے، مگر امرِ الٰہی کے نہ جاننے والے۔ امرِ الٰہی کے جاننے والے، مگر اللہ کے نہ جاننے والے۔ پہلی قسم کے عالم، اللہ سے ڈرتے ہیں اور اس کے احکام و اوامر کو جانتے ہیں۔ دوسری قسم کے عالم، اللہ سے تو ڈرتے ہیں، مگر اس کے احکام و اوامر سے بے خبر ہیں۔ تیسری قسم کے عالم، اللہ کے احکام و اوامر کا علم تو رکھتے ہیں، مگر اللہ سے نہیں ڈرتے"

عطاء بن ابی رباح آیت "انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء[ا]" کی تفسیر میں کہتے تھے: "جو خدا سے ڈرتا ہے، وہی عالم ہے"

حضرت عبداللہ بن مسعود یہ آیت اس طرح پڑھتے تھے۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء[۲] اُن کے مصحف میں بھی یہ آیت اسی طرح لکھی تھی۔

ابو قلابہ کہا کرتے تھے "علماء تین قسم کے ہیں: ایک وہ جنھوں نے علم سے زندگی حاصل کی، مگر دنیا کو ان سے زندگی نہ ملی۔ دوسرے وہ جن کے علم سے دوسروں نے زندگی پائی، مگر خود انھوں نے نہ پائی، اور تیسرے وہ جنھوں نے اپنے علم سے خود بھی زندگی پائی اور مخلوق نے بھی پائی"

مجاہد کا قول ہے "جو خدا سے ڈرتا ہے، وہی فقیہ ہے"

سلیمان بن ابی موسیٰ نے کہا "عالم کی صحبت میں تین قسم کے آدمی بیٹھتے ہیں: ایک وہ جو اچھا برا جو کچھ سن لیتا ہے، قبول کر لیتا ہے۔ دوسرا وہ جو کچھ بھی حاصل نہیں کرتا اور صمٌ بکمٌ بیٹھا رہتا ہے اور تیسرا وہ جو انتخاب کرتا ہے اور یہی تینوں میں بہتر ہے"

انہی سلیمان کا قول ہے "آدمی وہی ہے، جس کا علم حجازی ہو اور اخلاق عراقی!"

---

[ا] خدا سے اس کے بندوں میں سے علماء ہی ڈرتے ہیں [۲] معنی دونوں آیتوں کے ایک ہی ہیں۔

~~[۳] ہمیں صرف وہی علم ہے جو تو نے بخشا ہے۔~~

# باب

## لاعلمی کی صورت میں عالم کا فرض

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کیا "سب سے اچھے مقامات کون ہیں؟ فرمایا "میں نہیں جانتا!" اس نے پھر سوال کیا "سب سے برے مقامات کون ہیں؟ فرمایا "میں نہیں جانتا!"

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں نہیں جانتا کہ عُزیر نبی تھے یا نہیں تھے۔ مجھے نہیں معلوم تُبَّع ملعون تھا یا نہیں؟"

ابن سیرین نے کہا "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق سے زیادہ اپنے علم کے بارے میں کوئی خائف نہ تھا۔ حضرت صدیق کے سامنے ایسا مسئلہ آجاتا، جس کا حکم کتاب و سنت میں نہ ملتا، تو اجتہاد کرتے اور فرماتے "یہ میری رائے ہے درست ہو، تو خدا کی توفیق سے ہے۔ غلط ہو تو غلطی میری ہے۔ خدا مجھے معاف فرمائے!"

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے تھے "لوگو، جو بات جانتے ہو، وہی کہو۔ جو نہیں جانتے اس پر اللہ اعلم (خدا زیادہ جانتا ہے) کہا کرو، کیونکہ علم کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ انسان جو بات نہیں جانتا، اس سے لاعلمی کا اعتراف کرے"

شعبی سے ایک مسئلہ پوچھا گیا، تو کہنے لگے "یہ ایک آفت و مصیبت ہے۔ میں اسے نہیں جانتا۔ اور میں کیا، اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جاتا، تو وہ بھی مشکل میں پڑجاتے ہم تو بھیڑ بکری ہیں۔ اونٹوں میں ہمارا شمار نہیں!" یہ جواب سن کر شعبی کے شاگرد کہہ اٹھے "آپ کے جواب نے تو ہمیں شرمندہ کر ڈالا" فرمایا "لیکن ملائکہ مقربین تو اس اقرار سے شرمندہ نہیں ہوئے کہ لا علم لنا الا ما علمتنا[1]!"

[1] ہمیں صرف وہی علم ہے جو تو نے بخشا ہے۔

حضرت صدیق فرمایا کرتے تھے "کون آسمان مجھ پر سایہ کرے گا اور کون زمین میرا بوجھ اٹھائے گی، اگر کتاب اللہ میں علم کے بغیر رائے زنی کرنے لگوں!"

حضرت عبداللہ بن عمر سے ایک شخص نے سوال کیا تو جواب دیا "میں نہیں جانتا" اس نے مایوس ہو کر پیٹھ پھیری اور کہنے لگا "عبداللہ نے کیا ہی خوب جواب دیا ہے! جو نہیں جانتے تھے اُس سے لاعلمی کا اقرار کر لیا!"

عبداللہ بن یزید بن ہرمز کا یہ قول امام مالک نقل کرتے تھے "مجھے پسند ہے کہ عالم اپنی ایک یادگار "لا ادری" (میں نہیں جانتا) بھی چھوڑ جائے، تاکہ بعد کے لوگ یہ کہتے ہوئے نہ شرمائیں"

مجاہد سے میراث کا ایک مسئلہ پوچھا گیا، تو کہنے لگے "میں نہیں جانتا" کہا گیا "آپ جواب کیوں نہیں دیتے؟" فرمایا "حضرت عبداللہ بن عمر کو جو بات معلوم نہ ہوتی تو صاف صاف انہی لفظوں میں اقرار کر لیا کرتے تھے"!

حضرت ابوبکر صدیق کے پوتے، قاسم بن محمد سے مقام منیٰ میں ہر طرف سے لوگوں نے مسئلے پوچھنا شروع کئے، وہ ہر سوال کے جواب میں یہی کہہ دیتے "میں نہیں جانتا مجھے نہیں معلوم" جب لوگوں نے بہت ہجوم کیا اور ان کے جواب پر تعجب ظاہر کرنے لگے، تو فرمایا "بخدا تمہارے ان سوالوں کا جواب ہمیں نہیں آتا، آتا ہوتا تو ہرگز نہ چھپاتے کیونکہ علم کا چھپانا ہمارے لئے جائز نہیں!"

سعید بن جبیر سے ایک مسئلہ پوچھا گیا، تو کہنے لگے "مجھے نہیں معلوم، اور ہلاکت ہے اُس کے لئے جو علم نہ رکھنے پر علم کا دعویٰ کرے!"

شعبی کی روایت ہے کہ ایک دن امیر المومنین علی مرتضیٰ یہ فرماتے ہوئے برآمد ہوئے "اِس چیز میں دل کے لئے کیسی ٹھنڈک ہے!" عرض کیا گیا "وہ کون چیز ہے؟" فرمایا "وہ چیز یہ ہے کہ جو کچھ تم نہیں جانتے، اس سے لاعلمی کا اقرار کر لو!"

قاسم بن محمد نے عراقیوں سے کہا "اہل عراق! ہمارے پاس تمہارے اکثر مسئلوں کا جواب نہیں۔ فرائض الٰہی سے جاہل رہنا اس سے کہیں بہتر ہے کہ آدمی خدا ورسول پر بے علمی کے باوجود بہتان باندھے"

انہی قاسم بن محمد کے متعلق ابن عون نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے سوال کیا تو کہنے لگے "میں نہیں جانتا" اس آدمی نے بڑی افسردگی سے کہا، کیسی امید سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، کسی اور عالم سے واقف بھی نہیں ہوں!" قاسم نے جواب دیا "برادر! میری اس نیچی داڑھی پر اور شاگردوں کے اس بڑے حلقے پر نہ جائیں۔ قسم کہتا ہوں، تیرے سوال کا میرے پاس کوئی جواب نہیں!" اس پر ایک سربرآوردہ قریشی سردار بول اٹھا "برادر زادے! جواب کے بغیر سائل جانے نہ پائے، کیونکہ میں نے تمہارے گرد آج سے زیادہ شاندار مجمع کبھی نہیں دیکھا!" قاسم نے فوراً جواب دیا "بخدا! میری زبان کٹ کے گر پڑے، تو یہ اس سے کہیں اچھا ہے کہ علم کے بغیر جواب دوں!"

امام مالک بیان کرتے تھے کہ عبداللہ بن نافع نے ایوب سختیانی سے ایک مسئلہ پوچھا۔ ایوب خاموش رہے۔ عبداللہ نے کہا، شاید آپ میرا سوال سمجھے نہیں؟ ایوب نے جواب دیا "سمجھ گیا ہوں" عبداللہ نے کہا، پھر جواب کیوں نہیں دیتے؟ ایوب نے کہا اس لئے کہ جواب معلوم نہیں!"

خود امام مالک کے متعلق عبدالرحمان بن مہدی نے بیان کیا، ایک دن مجلس جمی ہوئی تھی کہ ایک شخص نمودار ہوا اور کہنے لگا "ابو عبداللہ! چھ مہینے کی کڑی منزلیں طے کر کے پہنچا ہوں، میری قوم نے ایک مسئلہ دریافت کرنے کیلئے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے" امام مالک نے فرمایا "جو کچھ پوچھنا ہے، پوچھو" اس نے مسئلہ پیش کیا، تو دیر تک سوچتے رہے پھر فرمایا "میں اسے نہیں جانتا!" سائل مبہوت ہو کر رہ گیا۔ وہ تو یہ سمجھ کر آیا تھا کہ ایسے شخص کے پاس جا رہا ہوں جو سب کچھ جانتا ہے اب صاف جواب سنکر

سناٹے میں پڑ گیا۔ پھر کہنے لگا "لیکن حضرت! لوٹ کر اپنی قوم سے کیا کہوں گا؟" امام مالک نے جواب دیا "کہنا، مالک نے مجھ سے کہا کہ تمہارے مسئلے سے میں ناواقف ہوں!"

ابن وہب نے کتاب المجالس میں لکھا ہے کہ میں نے امام مالک کو فرماتے سنا "عالم کو چاہیئے کہ بے علمی کی حالت میں اعترافِ جہل کی عادت ڈالے۔ ایسا کرنے سے اُسے بھلائی حاصل ہونے کی امید ہے"

اسی کتاب میں ابن وہب لکھتے ہیں "اگر ہم امام مالک کی زبان سے "لا ادری" لکھنا شروع کر دیں، تو صفحے کے صفحے بھر جائیں گے"

انہی محمد بن وہب کا بیان ہے کہ امام مالک نے قاسم بن محمد کا یہ قول نقل کیا کہ "آدمی کا جاہل رہنا اس سے بہتر ہے کہ لاعلمی کے ساتھ خدا پر تہمت لگائے" اور فرمایا "یہ حال ہے ابوبکر صدیق کا (یعنی حضرت کے پوتے "قاسم کا) لاعلمی کا اعتراف کیا کرتے تھے، حالانکہ خدا نے انہیں علم و فضل میں کتنا بلند رتبہ بخشا تھا!"

ابن وہب ہی کہتے ہیں کہ امام مالک نے مجھ سے فرمایا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، امام المسلمین و سید العالمین تھے، مگر ایسا بھی ہوتا تھا کہ سوال کیا جاتا تو جب تک وحی نہ آجاتی، جواب نہیں دیتے تھے"

عبدالرحمان بن مہدی کی روایت ہے کہ امام مالک نے کہا "دیکھو جلیل القدر فرشتے بھی کہتے ہیں لا علم لنا" (ہم بالکل بے علم ہیں)

عبدالرزاق راوی ہیں کہ امام مالک نے حضرت عبداللہ بن عباس کا یہ قول بیان کیا "عالم جب لا ادری کہنا بھول جاتا ہے، تو ٹھوکریں کھانے لگتا ہے"

عقبہ بن مسلم کہتے ہیں، میں حضرت عبداللہ بن عمر کی صحبت میں چونتیس مہینے رہا اور برابر دیکھتا رہا کہ اکثر مسئلوں پر لا ادری کہہ دیا کرتے اور میری طرف مڑ کے فرماتے "تم جانتے بھی ہو یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ چاہتے ہیں کہ ہماری پیٹھ کو جہنم تک اپنے لئے پل بنالیں!"

حضرت ابو الدرداء فرمایا کرتے تھے "لاعلمی کی صورت میں آدمی کا لا ادری کہنا آدھا علم ہے"

ابو الزناد نے کہا "لا ادری کہنا سیکھو۔ ادری (میں جانتا ہوں) کہنا نہ سیکھو کیونکہ لا ادری کہو گے، تو لوگ تمہیں سکھائیں گے اور تم میں درایت پیدا ہوگی، لیکن ادری ہی کہتے رہو گے تو تم سے سوال ہوتے رہیں گے۔ آخر تمہارا علم ختم ہو جائے گا، اور لا ادری کی منزل میں پہونچ جاؤ گے"

حضرت عبداللہ بن مسعود فرمایا کرتے تھے "جو کوئی ہر مسئلے میں فتویٰ دیتا ہے دیوانہ ہے"

اعمش کہتے ہیں، میں نے یہ قول حکیم بن عیینہ کو سنایا، تو کہنے لگے "یہ بات میں نے پہلے سن لی ہوتی، تو اتنے بہت فتوے نہ دیتا"

سفیان بن عیینہ کا مقولہ ہے "فتوے پر جو شخص زیادہ جری ہوتا ہے اس کا علم اتنا ہی کم ہوتا ہے"

ابو عمر کہتے ہیں، ہم نے فتویٰ دینے کے شوق پر ایک الگ باب لکھا ہے، جو اپنے مقام پر آئیگا۔

# باب

## اجتہاد کب روا ہے

حضرت معاذ بن جبل سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مجھے یمن روانہ کرنے لگے، تو فرمایا "تیرے سامنے کوئی معاملہ آئے گا، تو کس طرح فیصلہ کرے گا؟" میں نے عرض کیا، کتاب اللہ کے بموجب فیصلہ کروں گا۔ فرمایا "اگر کتاب اللہ میں نہ ہوا؟" میں نے عرض کیا، تو سنت رسول اللہ کے بموجب۔ فرمایا "اور سنت رسول اللہ میں بھی نہ ہوا؟" میں نے عرض کیا، تو اپنی عقل پر زور ڈالوں گا، اور صحیح فیصلے پر پہنچنے کی پوری کوشش کرونگا یہ سن کر حضور نے دست مبارک سے میرا سینہ ٹھوکا اور فرمایا "الحمد للہ کہ اس نے اپنے نبی کے قاصد کو اس بات کی توفیق بخشی جس سے رسول اللہ خوش ہے!"

قاضی شریح کا بیان ہے کہ امیرالمومنین عمر فاروق نے مجھے لکھا جب کوئی معاملہ سامنے آئے تو کتاب اللہ کے بموجب فیصلہ کرنا' کتاب اللہ میں حکم نہ ہو' تو سنت رسول اللہ کو لینا' سنت میں بھی نہ ملے' تو اجماع امت پر چلنا۔ اجماع میں بھی نہ ہو' تو چاہیئے اجتہاد کرنا یا نہ کرنا تیرے خیال میں تمہارا اجتہاد نہ کرنا ہی بہتر ہے"

عبدالرحمان بن یزید کہتے ہیں' ایک دن لوگوں نے حضرت عبداللہ پر سوالات کی بوچھار کر دی' تو فرمایا "لوگو ایسا زمانہ بھی گزر رہا ہے' جب ہم فتوی' نہیں دیتے تھے' اور آج بھی فتوے کے اہل نہیں ہیں۔ جس کسی کو اس آزمائش میں اترنا پڑے' اسے چاہیئے کہ کتاب اللہ کے بموجب فیصلہ کرے۔ کتاب اللہ میں حکم نہ ملے' تو سنت رسول اللہ کو دیکھے۔ اس میں بھی نہ ہو' تو صالحین سلف کا عمل دیکھے۔ اس میں بھی نہ ہو' تو خود اجتہاد کرے۔ اجتہاد دین روشنی پر ہو۔ شک کی راہ سے کچھ نہ کہے۔ یہ میری رائے ہے' مگر ڈرتا ہوں' کیونکہ حلال ظاہر ہے حرام ظاہر ہے' اور دونوں درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں' لہذا اے لوگو' وہی بات لو جو ظاہر و صاف ہو اور مشتبہ کو چھوڑ دو"

ابو عمر کہتے ہیں اس تصریح سے صاف ظاہر ہے کہ اجتہاد مستحکم اصول پر ہونا چاہیئے' جس میں حلال و حرام بھی داخل ہے اور یہ کہ اجتہاد اسی شخص کے لیے جائز ہے' جو ان اصول کا عالم ہے' اگر کوئی مسئلہ سمجھ میں نہ آئے' تو اس میں توقف و خاموشی اختیار کرنا چاہیئے' کسی کے لیے روا نہیں کہ خدا کے دین میں کوئی ایسی بات کہے' جس کی اصل خود دین میں موجود نہیں۔ اس بارے میں تمام ائمہ اسلام متفق ہیں اور سلف و خلف میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔

شعبی کی روایت ہے کہ حضرت فاروق جب شریح کو قاضی بنا کر کوفے بھیجنے لگے' تو فرمایا "سن لے' تجھے جو بات کتاب اللہ میں صاف نظر آئے' اسے کسی سے نہ پوچھنا' بلکہ اس کے بموجب فیصلہ کرنا۔ کتاب اللہ میں نہ ملے' تو سنت نبوی کی پیروی کرنا۔ سنت میں بھی نہ ہو تو اجتہاد کرنا"

حضرت عبداللہ بن مسعود فرمایا کرتے تھے "قاضی کو چاہیئے کہ کتاب اللہ کے بموجب حکم صادر کرے کتاب اللہ میں موجود نہ ہو' تو سنت رسول اللہ کے بموجب' سنت میں بھی نہ ہو' تو اگلے بزرگوں کے طریقے

کرے۔ یہاں بھی نہ ملے تو خود اپنی رائے کے مطابق فیصلہ کرے اور ہچکچائے نہیں"

ابو عمر کہتے ہیں، یہ قول زیادہ واضح ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اجتہاد اسی شخص کیلئے روا ہے، جو اصولِ دین کا پورا عالم ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا "جب کوئی مسئلہ سامنے آئے تو کتاب اللہ کو دیکھو۔ نہ پاؤ، تو سنت رسول اللہ کی طرف رجوع کرو۔ یہاں بھی نہ ملے تو خود اجتہاد کرو" اور فرمایا کرتے تھے "جب ہمیں معتبر طریقے سے امیرالمومنین علی کی رائے۔ ۔ ۔ معلوم ہو جاتی ہے، تو ہم اس پر بے کھٹکے عمل شروع کر دیتے ہیں"

مسروق کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابی بن کعب سے ایک مسئلہ پوچھا، تو فرمایا "کیا یہ صورت پیش آئی ہے؟" میں نے عرض کیا، نہیں مگر پیش آ سکتی ہے۔ فرمایا "جب تک پیش نہ آئے ہمیں بھی رہنے دو۔ پیش آئے گی، تو اجتہاد کر کے حکم نکالیں گے"

حضرت عبداللہ بن عمر نے ایک مرتبہ کوئی کام کیا۔ لوگوں نے پوچھا "یہ آپ کا اپنا اجتہاد ہے یا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی عمل کرتے دیکھا ہے؟ فرمایا "یہ میرا اپنا اجتہاد ہے"

حضرت ابوہریرہ جب کوئی بات کہتے، تو صاف اعلان کر دیتے "یہ میری اپنی عقل کی پیداوار ہے"

حضرت ابوالدرداء فرمایا کرتے تھے "لوگو، علماء کی فراست سے بچو۔ ایسا نہ ہو کہ تم پر ایسی شہادت دے دیں، جو تمہیں دوزخ میں منہ کے بل گرا دے، کیونکہ خدا حق کو علماء کے دلوں میں انڈیلتا اور اُن کی آنکھوں میں رکھ دیتا ہے"

حدیث مرفوع میں ہے "علماء کی فراست سے بچو، کیونکہ وہ نورِ الٰہی سے دیکھتے ہیں"

حضرت عمر نے ایک شخص سے پوچھا "فلاں معاملے میں تو نے کیا کیا؟ اس نے کہا، علی اور زید نے اس اس طرح فتویٰ دیا ہے اور میں نے اُسی پر عمل کیا ہے۔ یہ سن کر فرمایا "اگر میں ہوتا تو یوں نہیں یوں فتویٰ دیتا" اس شخص نے عرض کیا، پھر آپ یہ کیوں نہیں کرتے، آپ تو امیرالمومنین ہیں فرمایا "کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ کی طرف رجوع کرنا ہوتا، تو ہر گز نہ رکتا، لیکن یہ میری

ذاتی رائے کا معاملہ ہے، اور رائے کا دروازہ سب کیلئے یکساں کھلا ہوا ہے۔"

عبیدہ کا بیان ہے کہ امیر المومنین علی نے مجھ سے فرمایا "پہلے میری اور عُمر کی رائے یہ تھی کہ آقا سے اولاد پیدا ہو جانے کے بعد کنیز آزاد ہو جاتی ہے۔ پھر میری یہ رائے ہو گئی کہ اُسے کنیز ہی رہنا چاہیئے" عبیدہ کہتے ہیں، اس پر میں نے عرض کیا، آپ کی تنہا رائے پر میں آپ کی اور عُمر کی متفقہ رائے کو ترجیح دیتا ہوں"

"قاضی عروہ بن محمد سعدی نے عمر بن عبدالعزیز کو یمن سے ایک مسئلے کے متعلق لکھا تو خلیفہ نے جواب دیا "مجبوری کے بغیر فتویٰ دینے میں چست نہیں ہوں، بتہیں قاضی اسی لئے بنایا گیا ہے کہ اس بوجھ سے ہلکا رہوں۔ لہٰذا اپنی صواب دید پر عمل کرو"

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے تھے "جو بات مومنین کے نزدیک اچھی ہے، خدا کے نزدیک بھی اچھی ہے، اور جو بات مومنین کی نظر میں بری ہے، خدا بھی اسے برا سمجھتا ہے"

ابو سلمہ بن عبدالرحمان نے حسن بصری سے پوچھا آپ کے یہ سب فتوے، صحابہ سے سنے ہوئے ہیں یا اپنی رائے سے ہیں؟ حسن نے جواب دیا "نہیں واللہ، ہمارے اکثر فتوے وہی ہیں، جو ہم نے صحابہ سے نہیں سنے۔ ہماری اپنی رائے کے نتائج ہیں، لیکن عام لوگوں کے حق میں ہماری رائے ان کی اپنی رائے سے بہتر ہے"

امام محمد بن حسن کا قول ہے "جو شخص کتاب و سنت سے، اقوالِ صحابہ سے، اور فقہائے اسلام کے فتووں سے باخبر ہے، اس کے لئے اجتہاد کرنا، اپنے اجتہاد کے مطابق فتویٰ دینا اور اپنے روزے، نماز، حج، اور دوسرے اوامر و نواہی میں اس پر عمل کرنا روا ہے اِس صورت میں اجتہاد غلط ہو، تو بھی مواخذہ نہیں"

امام شافعی فرماتے ہیں "قیاس کرنے کا مجاز وہی ہے، جو آلاتِ قیاس کا مالک ہے یعنی کتاب اللہ سے واقف ہے، فرائض و آداب، ناسخ و منسوخ، عام و خاص، نصائح و مستحبات کا عالم ہے۔ مختلف مسائل میں سنتِ رسول اللہ اور اجماعِ امت سے استدلال

کر سکے۔ ایسا معاملہ پیش آجائے، جس کا حکم کتاب اللہ میں نہیں ہے، تو سنت نبوی اور اجماع امت پر نظر ڈالے۔ یہاں بھی نہ ملے تو پہلے کتاب اللہ پر قیاس کرے، پھر سنت رسول اللہ پر، پھر سلف صالحین کے مسلّم قول پر، جس میں اختلاف نہیں۔ کسی کیلئے روا نہیں کہ ان اصولوں سے اور ان پر قیاس سے ہٹ کر دین الٰہی میں کوئی بات کہے۔ قیاس کرنے کا منصب اسی کو ہے، جو اگلے بزرگوں کے طریقوں، سلف کے اقوال، امت کے اجماع و اختلاف اور زبان عرب سے بخوبی واقف ہو۔ عقل سلیم بھی رکھتا ہو۔ مشتبہ امور میں قوت تمیز سے کام لے سکے۔ رائے قائم کرنے میں جلد باز نہ ہو۔ مخالف کی بات بھی سننے سے انکار نہ کرتا ہو، کیونکہ مخالف کی بات پر توجہ دینے میں نقصان نہیں، نفع ہی ہے۔ ممکن ہے انسان غفلت میں پڑا ہو اور مخالفت سے ہوشیار ہو جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مخالفت اس کے قول کی صحت و فضیلت کو اور نمایاں کر دے۔ بہرحال قیاس و اجتہاد میں پوری سعی و کاوش سے کام لینا اور اپنے نفس کا کماحقہ محاسبہ کرتے رہنا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ تعصب و ضد راہ روک دے۔ جب ایسا آدمی قیاس کرنے بیٹھے اور دوسرے اختلاف کریں، تو اسے اپنی ہی بصیرت پر عمل کرنا چاہیئے۔ روا نہیں کہ اپنا اجتہاد چھوڑ کر دوسروں کی پیروی میں لگ جائے۔ پھر اختلاف کی بھی دو صورتیں ہیں: منصوصات میں اور محتملات میں۔ منصوصات میں اختلاف جائز نہیں، اگر محتملات میں زیادہ تشدد کو میں پسند نہیں کرتا"

ابو عمر کہتے ہیں، اس بحث کا دامن بہت دراز ہے، مگر امام شافعی نے جو کچھ فرمادیا ہے، کافی ووافی ہے۔ نصوص کی عدم موجودگی میں اجتہاد و قیاس کے جواز پر صحابہ سے بکثرت آثار واقوال روایت ہوئے ہیں، بعض تمہاری نظر سے ہماری کتاب میں بھی گزریں گے۔

نصوص کی عدم موجودگی میں جن علمائے تابعین نے اجتہاد و قیاس سے کام لیا، بعض کے نام حسب ذیل ہیں:

مجتہدین مدینہ ——— سعید بن المسیب، سلیمان بن یسار، قاسم بن محمد، سالم بن عبداللہ بن عمر

عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، ابو سلمہ بن عبدالرحمان، خارجہ بن زید، ابوبکر بن عبدالرحمان، عروہ ابن الزبیر، ابان بن عثمان، ابن شہاب، ابن الزناد، ربیعہ، مالک بن انس اور ان کے اصحاب عبدالعزیز بن ابی سلمہ، ابن ابی ذئب۔

مجتہدین مکہ و یمن — عطاء، مجاہد، طاوس، عکرمہ، عمرو بن دینار، ابن جریج، یحیٰی ابن ابی کثیر معمر بن راشد، سعید بن سالم، سفیان بن عیینہ، مسلم بن خالد، شافعی۔

مجتہدین کوفہ — علقمہ، اسود، عبیدہ، قاضی شریح، مسروق، شعبی، ابراہیم نخعی، سعید بن جبیر، حارث العکلی، حکم بن عتیبہ، حماد بن ابی سلیمان، ابوحنیفہ نعمان بن ثابت اور ان کے اصحاب سفیان ثوری، حسن بن صالح، عبداللہ بن مبارک وغیرہ فقہائے کوفہ،

مجتہدین بصرہ — حسن، محمد بن سیرین، جابر بن زید، ابوالشعثاء، ایاس بن معاویہ، عثمان البتی، عبیداللہ بن حسن، قاضی سوار۔

مجتہدین شام — مکحول، سلیمان بن موسیٰ، اوزاعی، سعید بن عبدالعزیز، یزید بن جابر۔

مجتہدین مصر — یزید بن ابی حبیب، عمرو بن الحارث، لیث بن سعد، عبداللہ بن وہب، اصحاب مالک: ابن القاسم، اشہب، ابن الحکم، اصبغ۔ اصحاب شافعی: مزنی، بویطی حرملہ۔

مجتہدین بغداد وغیرہ — ابوثور، اسحاق بن راہویہ، ابوعبیدہ، قاسم بن سلام، ابوجعفر طبری۔

# باب

## مجتہد کی ذمہ داریاں

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں: دو جہنم کا ایندھن بنیں گے، اور ایک کو جنت نصیب ہوگی جنت ایسے قاضی کے لئے ہے، جس نے حق کو پہچانا اور حق کے بموجب فیصلہ کیا۔ دوزخی قاضی وہ ہیں، جو جاہل ہونے پر بھی فیصلہ کرتے ہیں، یا جان بوجھ کر حق کو چھوڑ دیتے ہیں اور ظلم سے کام لیتے ہیں۔"

قتادہ کہتے ہیں کہ ابو العالیہ نے حضرت علی مرتضیٰ کا یہ قول نقل کیا "قاضی تین ہیں: دو دوزخ میں جائیں گے اور ایک جنت سے شاد کام ہوگا۔ دوزخی قاضی وہ ہیں، جو دانستہ ظلم کو راہ دیتے یا غلط اجتہاد کرتے ہیں، اور جنتی قاضی وہ ہے، جو اجتہاد کرتا اور درست اجتہاد کرتا ہے" قتادہ کہتے ہیں، اس پر میں نے ابو العالیہ سے سوال کیا، سعی دکاوش کے باوجود غلطی ہو جائے تو اس میں آدمی کا کیا قصور؟ کہنے لگے "قصور یہ ہے کہ جاہل ہونے پر بھی قاضی بننا منظور کرلیا"

ابو عمر کہتے ہیں، لیکن اس کے مقابلے میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب حاکم اجتہاد کرتا ہے اور صحیح فیصلے پر پہونچتا ہے، تو اس کے لئے دو اجر ہیں، لیکن جب اجتہاد کرتا ہے اور فیصلہ غلط ہو جاتا ہے، تو اس کے لئے ایک اجر ہے"

ابو عمر کہتے ہیں، اس حدیث کی تاویل میں فقہا کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ غلطی کرنے والے کو کوئی اجر نہیں ملے گا، کیونکہ غلطی پر اجر نہیں ہے، بلکہ مواخذہ نہ ہو تو یہی غنیمت ہے یہ لوگ حضرت ابو ہریرہ کی مذکورہ حدیث کے مقابلے میں حضرت ابن بریدہ کی متذکرۂ صدر حدیث کے علاوہ یہ روایت بھی پیش کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خدا میری امت کو

اس کی بھول چوک اور نادانستہ غلطی معاف کر چکا ہے" اور قرآن مجید کی اس آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں "لیس علیکم جناح فیما اخطأتم بہ" کہتے ہیں اس سب سے صرف اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ بھول چوک معاف ہے، نہ یہ کہ غلطی پر الٹے ثواب ملے گا۔

دوسرا اگر وہ کہتا ہے کہ حدیث صریح میں دونوں کے اجر الگ الگ بیان فرما دئے گئے ہیں اس لئے غلطی کرنے والے کو بھی ثواب حاصل ہوتا ہے امام شافعی نے اس حدیث کی ایک اور توجیہ کی ہے۔ کہتے ہیں، حدیث سے مقصود یہ نہیں کہ غلطی کرنے والے مجتہد کو اس کی غلطی پر ثواب ملے گا، بلکہ معنی یہ ہیں کہ اسے اپنے اجتہاد یعنی حق تک پہونچنے کی کوشش کا اجر حاصل ہوگا۔

ابو عمر کہتے ہیں اس باب میں ہمیں امام مالک کی کوئی تصریح نہیں ملی، البتہ ابن وہب نے کتاب العلم میں ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "انسان کی یہ خوش نصیبی ہے کہ اسے نیکی اور بھلائی کی توفیق ملتی رہے اور انسان کی یہ بدبختی ہے کہ ہمیشہ غلطی کرتا رہے" اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ امام مالک بھی غلطی کرنے والے مجتہد کو بہتر حالت میں نہیں سمجھتے لیکن مالکی مذہب کے بکثرت اکابر علماء نے امام مالک کا مسلک یہ بتایا ہے کہ جن مسائل میں اجتہاد و قیاس کی گنجائش ہے ان میں اہلیت رکھنے والے مجتہد سے سعی بلیغ کے بعد بھی غلطی ہو جائے، تو قابل مواخذہ نہ ٹھہرے گا، بلکہ نیک نیتی کا ثواب ملنے کی امید ہے۔

یہی مذہب امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کے اکثر اصحاب کا ہے، جیسا کہ امام محمد اور امام ابو یوسف نے تصریح کی ہے۔

# باب

## اختلافاتِ صحابہ و ائمہ

اس باب میں فقہائے اسلام کے دو قول ہیں: ایک یہ کہ صحابہ اور بعد کے ائمہ کا اختلاف رحمت و وسعت ہے، اور یہ کہ ہر صحابی کے قول پر عمل کرنا جائز ہے۔ اسی طرح ائمہ کے مختلف اقوال میں سے جس قول کو لے لیا جائے، روا ہے، بشرطیکہ کتاب وسنت کی نصِ صریح، یا علمارِ امت کا اجماع اُس کے خلاف موجود نہ ہو، مگر علم سے بے بہرہ عوام کے لئے عالم کی تقلید بلا اختلاف جائز ہے یہ قول عمر بن عبدالعزیز، قاسم بن محمد، سفیان ثوری وغیرہ علمار کی ایک جماعت سے مروی ہے۔ اِن بزرگوں کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرے صحابی ستاروں کی طرح ہیں، جس کی بھی اقتدار کرو، ہدایت پاؤ گے" لیکن اہل علم کا ایک بڑا طبقہ اس مذہب کو ضعیف قرار دیتا ہے اور اکثر فقہار و علمار نے اسے مسترد کر دیا ہے۔

پہلے مسلک کے قائلوں میں سے حضرت صدیق کے پوتے قاسم بن محمد نے فرمایا "خدا نے اختلافاتِ صحابہ سے امت کو بڑا فائدہ پہونچایا ہے۔ جب آدمی کسی صحابی کے عمل کی پیروی کرتا ہے تو اِس خیال سے مطمئن رہتا ہے کہ یہ عمل مجھ سے بہتر آدمی کا ہے" انہی قاسم بن محمد کا قول ہے "اختلافاتِ صحابہ کے ذریعہ خدا نے امت کیلئے آسانی بہم پہنچادی ہے جس صحابی کی بھی اقتدار کرو، ٹھیک ہے"۔

رجاء بن جمیل کا بیان ہے کہ ایک دن عمر بن عبدالعزیز اور قاسم بن محمد، مذاکرۂ حدیث کرنے بیٹھے، لیکن قاسم جو بات کہتے، عمر بن عبدالعزیز اس کے خلاف کسی صحابی کا قول پیش کردیتے۔ قاسم کو ناگواری ہوئی، تو عمر بن عبدالعزیز نے کہا "آپ ناراض نہ ہوں واقعہ یہ ہے کہ مجھے صحابہ کی مخالفت کسی حال میں پسند نہیں"

عبدالرحمان بن قاسم کہتے ہیں، میرے والد قاسم بن محمد، عمر بن عبدالعزیز کا یہ قول بڑی خوشی سے نقل کرکے فرماتے "میں نے کبھی آرزو نہیں کی کہ صحابہ میں اختلاف نہ ہوا ہوتا کیونکہ ہر مسئلے میں اگر ایک ہی قول ہوتا تو امت کو سخت تکلیف ہو جاتی۔ ہر صحابی امام ہے اور ہر صحابی کی پیروی درست ہے"

اسامہ بن زید کہتے ہیں، میں نے قاسم بن محمد سے پوچھا، غیر جہری نماز میں امام کے پیچھے قرات کیسی ہے؟ فرمایا "قرات کرو تو اصحاب رسول اللہ میں تمہارے لئے قدوہ موجود ہے" اور نہ کرو تو بھی اصحاب محمد میں قدوہ موجود ہے۔

بھی

یحییٰ بن سعید کا قول ہے "فتوے ہمیشہ سے چلے آرہے ہیں۔ ایک مفتی کا فتویٰ دوسرے مفتی کے فتوے سے مختلف بھی ہوتا ہے، مگر کوئی کسی کو گمراہ نہیں سمجھتا"

ابو عمر کہتے ہیں، یہ مذہب قاسم بن محمد اور ان کے متبعین کا ہے، لیکن ان کے برخلاف امام شافعی، امام مالک، لیث بن سعد، اوزاعی، ابو ثور، اور اہل نظر کی رائے یہ ہے کہ جب ایک ہی مسئلے میں دو متضاد قول ہوں، تو دونوں حق نہیں ہو سکتے۔ لازمی طور پر ایک صحیح ہوگا دوسرا غلط۔ ایسی صورت میں کتاب وسنت، اجماع امت، اور اصول مسلمہ پر قیاس کرکے طلب دلیل ضروری ہے اگر طرفین کے دلائل ہم پلہ ہوں اور راجح و مرجوح کا فیصلہ نہ ہو سکے، تو جو قول، کتاب وسنت سے زیادہ مشابہ ہو، اس کی طرف مائل ہونا چاہیئے۔

یہ بھی ممکن نہ ہو تو سکوت و توقف بہتر ہے۔ قطعیت کے ساتھ کوئی حکم نہ لگایا جائے۔ اس قسم کے مسائل اگر اپنی ذات خاص کو پیش آئیں، تو عوام کی طرح تقلید جائز ہے از حد تشابہ و تماثل کی صورت میں، جب کوئی واضح پہلو سمجھ میں نہ آسکے، تو اس حدیث شریف پر عمل کرنا چاہیئے "نیکی وہ ہے جس پر دل مطمئن ہو، اور بدی وہ ہے جو دل میں کھٹک پیدا کرے جس بات میں ڈبدھا ہو اُسے چھوڑ دو اور جس میں دل کو خلش نہ ہو اسے لو" لیکن یہ طریقہ ان لوگوں کے لئے ہے، جو عوام کے درجے میں ہیں اور غور و فکر کی صلاحیت نہیں رکھتے ایسے

لوگوں کو یقیناً علماء کے فتووں کی پیروی کرنا چاہیئے، مگر جملہ علماء کا اتفاق ہے کہ قاضی اور مفتی کو قضاء و افتاء کے منصب اُسی وقت قبول کرنا چاہیئے، جب کتاب و سنت اور اجماع امت سے کماحقہ واقفیت ہو، اور بوقتِ ضرورت اجتہاد کی قابلیت بھی رکھیں۔

شعبی کہتے ہیں، ایک دن ہم قرائے بصرہ و کوفہ کے ساتھ ابن ہبیرہ کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ ابن ہبیرہ نے سب سے سوال شروع کئے محمد بن سیرین کی باری آئی، تو ہر مسئلے کے جواب میں انھوں نے لوگوں کے اقوال سنانا شروع کر دیئے۔ ابن ہبیرہ نے اکتا کر کہا "آپ اتنے بہت اقوال سنا چکے مگر یہ نہ بتایا میں کس قول کو مانوں! محمد نے جواب دیا "یہ فیصلہ خود آپ کو کرنا چاہیئے۔ اس پر ابن ہبیرہ ہم لوگوں سے کہنے لگا "شیخ نے سن سنا کر بہت سا علم رٹ لیا ہے، کاش قوت فیصلہ کا بھی مالک ہوتا!"

اشہب کہتے ہیں، امام مالک سے اختلافاتِ صحابہ کے بارے میں سوال کیا گیا، تو فرمایا "ان میں حق بھی ہے، باطل بھی ہے، اور چھان پھٹک ضروری ہے"

محمد بن قاسم سے مروی ہے کہ امام مالک اور لیث کہا کرتے تھے "اختلافاتِ صحابہ میں امت کے لئے سہولت و وسعت نہیں ہے، جیسا لوگ سمجھتے ہیں، بلکہ اِن اختلافات میں حق و باطل کی آمیزش ہے"

لیث کہا کرتے تھے "صحابہ کے اختلاف ہمیں پہونچتے ہیں، تو ہم زیادہ محتاط قول کو لیتے ہیں"

امام مالک نے فرمایا "صحابہ میں بعض حق پر تھے اور بعض سے غلطی ہوئی ہے، اس لئے اُن کے اقوال پرکھا کرو"

ابن وہب کہتے ہیں، امام مالک نے مجھ سے فرمایا "عبداللہ تو جو کچھ سنتا ہے، پہونچا دیا کر۔ اپنی پیٹھ پر دوسروں کا بوجھ نہ لاد۔ یاد رکھ، ایک مسئلے میں جب دو قول ہوں، تو ایک حق ہوگا، دوسرا باطل، لہذا اپنی حفاظت کر، کیونکہ بزرگوں کا قول ہے، سب سے زیادہ گھاٹے میں وہ ہے، جس نے اپنی دنیا کے لئے اپنی آخرت بیچ ڈالی، لیکن اس سے بھی زیادہ ٹوٹے میں وہ ہے، جو دوسروں کی دنیا بنانے کے لئے اپنی آخرت بیچ ڈالتا ہے!"

"قاضی اسماعیل بن اسحاق کا قول ہے "صحابہ کے اختلافات عمل میں سہولت و وسعت پیدا نہیں کرتے، البتہ اجتہاد کی راہ کشادہ کرتے ہیں۔ آدمی کیلئے روا نہیں کہ صحابی کی غلطی لیکر بیٹھ جائے اور کہے یہ صحابہ کا عمل ہے۔ البتہ ان کے اختلاف سے یہ نتیجہ نکالنے کا حق ضرور ہے کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور اس میں اختلاف کی گنجائش ہے"

ابو عمر کہتے ہیں، قاضی اسماعیل کا یہ قول بالکل درست ہے۔ اشہب کی روایت ہے کہ امام مالک سے سوال کیا گیا، اگر ثقہ راوی ایک ہی مسئلے میں صحابہ سے دو مختلف قول روایت کرے تو کیا ہر قول پر عمل کرنا ٹھیک ہے؟ امام مالک نے جواب دیا "بخدا نہیں۔ بلکہ جو قول حق ہو، اسے لینا چاہیئے، اور حق ایک ہی ہو سکتا ہے۔ دونوں متضاد قول حق نہیں ہو سکتے"

اسماعیل بن یحییٰ مزنی نے امام شافعی کا یہ قول بیان کیا ہے "میں اختلاف کی صورت میں اس صحابی کا قول لوں گا، جو کتاب و سنت و اجماع امت کے موافق یا قیاس کی کسوٹی پر کھرا اترے گا اگر کسی مسئلے میں ایک ہی صحابی کا قول ہے اور اس کے خلاف کوئی قول موجود نہیں، تو اسے لے لوں گا، مگر شرط یہ ہے کہ کتاب و سنت و اجماع کے خلاف نہ ہو اور قیاس پر بھی پورا اترے مگر ایسی صورت شاذ ہی پیش آتی ہے"

ابو عمر کہتے ہیں، امام شافعی نے کتاب "ادب القضاۃ" میں فرمایا ہے "قاضی اور مفتی کو اپنے منصب قبول کرنے کی اسی وقت جرأت کرنا چاہیئے، جب قرآن کا عالم ہو، تفسیر سے باخبر ہو، سنن و آثار سے واقف ہو، اختلاف علماء پر نظر رکھتا ہو۔ ساتھ ہی صحیح الدماغ پرہیزگار اور مشتبہات میں مشورے کا خوگر ہو"

امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے دوسرے فقہائے اسلام نے بھی قاضی اور مفتی کے لئے یہی شرطیں ضروری قرار دی ہیں البتہ امام ابو حنیفہ سے اس بارے میں دو قول مروی ہیں: ایک تو امام شافعی کے ہم معنی ہے، اور دوسرے میں ہے کہ فرمایا "میں جس صحابی کا قول بھی لے لوں، درست ہے اجماعِ صحابہ سے خروج میرے نزدیک روا نہیں تابعین اور دوسرے

لوگوں کی جانچ پڑتال کو ضروری سمجھتا ہوں"

ابو عمر کہتے ہیں، اس قول سے ظاہر ہوا کہ امام ابو حنیفہ، صحابہ اور بعد کے لوگوں میں فرق کرتے ہیں۔ میرے خیال میں ان کا رجحان بھی حدیث" اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم" کی طرف ہے۔

امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے۔ محمد بن عبد الرحمان صیرفی کا بیان ہے کہ میں نے امام موصوف سے پوچھا، اگر کسی مسئلے میں صحابہ کا اختلاف ہو، تو کیا تنقید و تحیص کرنا چاہیئے، تاکہ جس کے ساتھ حق نظر آئے، اس کی پیروی کی جائے؟ فرمایا" نہیں" میں نے کہا پھر ہم کیا کریں؟ فرمایا" جس صحابی کے قول کو چاہو لے لو"

امام مزنی نے اس مسلک کے خلاف بہت سے دلائل پیش کئے ہیں۔ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً[۱]" آیت میں اختلاف کی مذمت کی گئی ہے اور فرمایا ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا[۲] اور فرمایا:۔ فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر ذلک خیر و احسن تاویلا[۳]" یہاں بھی اختلاف سے منع کیا گیا ہے، اور اختلاف کی صورت میں کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" عالم کی ٹھوکر سے ہشیار رہو" قرآن و حدیث کے ان احکام کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ میں اختلاف پیدا ہوا اور انھوں نے ایک دوسرے کی تغلیط کی، حالانکہ اگر وہ اپنے تمام افراد کو ہمیشہ حق ہی پر سمجھتے تو ہرگز تغلیط نہ کرتے۔ پھر انھوں نے خود اپنی

---

[۱] اگر قرآن، غیر اللہ کی طرف سے ہوتا، تو اس میں بہت اختلاف پاتے [۲] ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے آپس میں پھوٹ ڈالی اور اختلاف کیا [۳] کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اسے خدا اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی تمہارے لئے بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے اچھا۔

غلطیوں کا بھی پوری صفائی سے اقرار و اعتراف کیا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے متعدد مسائل میں مروی ہے کہ فرمایا "یہ میری رائے ہے صحیح ہو تو خدا کی توفیق سے ہے، غلط ہو تو میری اپنی کوتاہی ہے" ایک مرتبہ اپنی حضرت عبداللہ اور حضرت ابی بن کعب کا اس مسئلے میں سخت اختلاف ہوا کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ حضرت ابی کہتے تھے، اچھا ہے، اور حضرت عبداللہ انکار کرتے اور کہتے تھے، یہ اس وقت کی بات ہے جب مسلمانوں کے پاس کپڑا کم تھا۔ حضرت عمر نے یہ جھگڑا سنا تو غضب ناک باہر نکلے اور فرمایا اصحاب رسول اللہ میں سے دو ایسے شخص جھگڑ رہے ہیں، جن کی طرف احترام کی نگاہیں اٹھتی ہیں اور جن کی پیروی کی جاتی ہے ابی کا قول درست ہے اور عبداللہ نے بھی اجتہاد میں کوتاہی نہیں کی لیکن پھر کبھی ایسے جھگڑے نہ سنوں، ورنہ سزا دی جائے گی!"

# باب

## اختلاف کی صورت میں کیا کرنا چاہیے

سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے عرض کیا، نوف البکالی کہتے ہیں کہ خضر کے قصے میں جن موسیٰ کا تذکرہ ہے وہ بنی اسرائیل کے موسیٰ نہیں ہیں، یہ سن کر حضرت خفا ہو گئے، اور فرمایا "نوف جھوٹا ہے" پھر ایک طویل حدیث تردید میں سنائی۔

ابو عمر کہتے ہیں حضرت ابو بکر صدیق نے مرتدین عرب کے بارے میں تمام صحابہ کا قول رد کر دیا تھا اور فرمایا تھا اگر عرب وہ سب ادا نہیں کریں گے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کرتے تھے، تو میں ان پر جہاد کروں گا۔

اسی طرح جب تکبیراتِ جنازہ کی تعداد پر صحابہ میں اختلاف ہوا۔ تو حضرت عمر نے

سب کو چار تکبیروں پر مجبور کر دیا۔

اسی طرح حضرت عائشہ نے سنا کہ حضرت ابو ہریرہ روایت کیا کرتے ہیں کہ "عورت کے سامنے آجانے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے" تو تردید کی اور فرمایا "میں درمیان میں لیٹی ہوتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے"

اسی طرح جب معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ عزیزوں کے رونے سے مُردے پر عذاب ہوتا ہے، تو حضرت اُمّ المومنین نے تردید کی اور فرمایا "ابو عبدالرحمان (یعنی ابن عمر) بھول گئے ہیں!"

اسی طرح انہی حضرت عبداللہ بن عمر نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے تھے، تو حضرت عائشہ نے مخالفت کی اور فرمایا "عبداللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام عمروں میں ساتھ تھے، مگر بھول گئے ہیں۔ حضور نے چار نہیں، تین عمرے کئے تھے"

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ کہا کرتے تھے "میت کو نہلانے والا غسل اور جنازہ اٹھانے والا وضو کرے" حضرت عبداللہ بن مسعود نے یہ سنا تو بہت خفا ہوئے اور فرمایا "مسلمانو، اپنے مُردوں کو چھوت نہ سمجھو"

اسی طرح حضرت ابن مسعود سے بیان کیا گیا کہ سلمان بن ربیعہ اور ابو موسیٰ اشعری نے فتویٰ دیا ہے کہ متوفی کے ایک لڑکی، ایک بہن اور ایک پوتی ہو، تو پوری میراث لڑکی اور بہن میں تقسیم ہوگی اور پوتی محروم رہ جائے گی۔ ساتھ ہی دونوں صاحبوں نے یہ بھی کہا کہ جا کر عبداللہ بن مسعود سے پوچھ لو۔ وہ بھی ہمارے فتوے کی تائید کریں گے حضرت عبداللہ نے سنا تو ناراض ہوئے اور فرمایا "ان کی تائید کروں تو خود بھی گمراہ ہوں اور ہدایت سے محروم! میں وہ فیصلہ کروں گا، جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا: لڑکی کے لئے نصف، پوتی کے لئے سُدس (چھٹا حصہ) اور باقی بہن کو ملے گا"

اسی طرح بالاتفاق تمام امہات المومنین نے حضرت عائشہ کے اِس قول کو رد کر دیا کہ عہد طفلی کے بعد بھی دودھ پی لینے سے رضاعت ہو جاتی ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری کا بھی مسلک یہی تھا، یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے سنا کہ "وہی رضاعت معتبر ہے، جس سے خون اور گوشت بنے" تو رجوع کر لیا۔

اسی طرح حضرت علی نے مرتدوں کو قتل کے بعد جلوا دیا تھا۔ حضرت ابن مسعود نے مخالفت کی اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف یہ فرمایا ہے "جو کوئی اپنا دین بگاڑ لے، اُسے قتل کر ڈالو" حضرت علی نے یہ سنا تو ابن مسعود کے قول سے بہت خوش ہوئے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس کو معلوم ہوا کہ حضرت علی، عرب عیسائیوں کا ذبیحہ کھانے سے منع کرتے اور فرماتے ہیں "اُنھوں نے نصرانیت میں سے اگر کچھ لیا ہے، تو شراب خواری ہے" اِس پر حضرت ابن عباس نے کہا "بلکہ اُن کا ذبیحہ کھانا روا ہے، کیونکہ خدا فرماتا ہے "ومن یتولہم منکم فہو منہم"[1]

ابو عمر کہتے ہیں، اس قسم کے واقعات، صحابہ، تابعین اور بعد کے ائمہ وعلماء سے اس قدر کثرت سے مروی ہیں کہ ضخیم کتاب میں بھی مشکل سے سما سکتے ہیں۔ ان سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ خود یہ بزرگ بھی، اپنے اختلاف کو حق و باطل سمجھتے تھے۔ یہ نہ ہوتا تو ہر شخص اپنے مخالف سے کہہ سکتا تھا کہ میرا قول بھی حق ہے اور تمہارا قول بھی حق ہے۔ ہم دونوں ہدایت کے ستارے ہیں، اور اختلاف کی وجہ سے ہم پر کوئی مواخذہ نہیں! پھر یہ بات بھی بالکل ظاہر ہے کہ حق دو نہیں ہو سکتے، "دو متضاد باتیں صحیح کیسے ہو سکتی ہیں؟ ضرور ایک حق ہوگی، دوسری باطل" صحابہ اِس حقیقت سے کماحقہ واقف تھے، اسی لئے ایک مسئلے میں حضرت عمر فاروق نے اپنی رائے چھوڑ کر حضرت معاذ بن جبل کی رائے کی طرف رجوع کیا اور فرمایا "معاذ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا!" اور

---

[1] تم میں جو کوئی اُن سے دوستی رکھے، تو انہی میں سے ہے۔

حضرت عمر نے ہی ابو موسیٰ اشعری کو لکھا تھا "تم جو فیصلہ کل کر چکے ہو اگر اُس کی غلطی آج معلوم ہو جائے، تو رجوع کرنے میں پس و پیش نہ کرنا حق، قدیم ہے اور باطل میں پڑے رہنے سے حق کی طرف لوٹ آنا ہر حال میں اولیٰ ہے"۔

امام مزنی نے اُن لوگوں پر اعتراض کیا ہے، جو کہتے ہیں کہ جب دو عالم ایک ہی مسئلے میں اجتہاد کر کے متضاد حکم دیتے ہیں: ایک حلال کہتا ہے اور دوسرا حرام، تو دونوں حق پر ہوتے ہیں امام مزنی فرماتے ہیں، یہ تم کس بنا پر کہتے ہو؟ کسی اصل شرعی کی بنا پر یا قیاس کی بنا پر؟ اصلِ شرعی کی بنا پر کہتے ہو، تو اصل تو قرآن ہے اور وہ اختلاف سے منع کر رہا ہے۔ قیاس کی بنا پر کہتے ہو، تو یہ کون سا قیاس ہے کہ اصل تو اختلاف کی نفی کرتی ہے اور تم جوازِ اختلاف کو قیاس کرتے ہو؟ ایسی بات عالم تو درکنار، معمولی عقل کا آدمی بھی نہیں کہہ سکتا۔ پھر ہم پوچھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر ایک ہی معاملے میں دو متضاد حدیثیں مروی ہوں: ایک سے حِلّت ثابت ہوتی ہو اور دوسری سے حرمت، تو تم کیا کرو گے؟ یہی نہ کہ کتاب و سنت میں دونوں کے دلائل تلاش کرو گے اور ان دلائل کی روشنی میں جو حدیث صحیح ثابت ہو گی اُسے لے لو گے اور دوسری کو رد کرو گے۔ اگر کتاب و سنت میں دلیل نہ ملے گی، تو سکوت و توقف سے کام لو گے۔ نہ اس حدیث کو قبول کرو گے نہ اُسے رد کرو گے۔ اگر تمہارا جواب ہاں ہے اور ہاں کے سوا جواب ہی کیا ہو سکتا ہے، تو اختلاف رکھنے والے دونوں عالموں کے اقوال سے بھی یہی برتاؤ کیوں نہیں کرتے؟ جو قول، دلیل سے صحیح ثابت ہو جائے، اُسے لو اور باطل ٹھہرے اُسے چھوڑ دو"

ابو عمر کہتے ہیں، امام مزنی کا استدلال بالکل درست ہے اور میں بھی یہی کہتا ہوں، لیکن میں نے اُن کے نام کی تصریح اس لئے کر دی کہ آدابِ علم کا تقاضہ ہے کہ ہر قول اس کے قائل ہی کی طرف منسوب کیا جائے۔

نیز امام مزنی نے حدیث "اصحابی کالنجوم" کی تشریح میں کہا ہے "اگر حدیث صحیح ہو، تو معنیٰ

یہ ہیں کہ روایت دین میں تمام صحابی ثقہ اور معتبر ہیں اس کے علاوہ کوئی اور معنی میرے نزدیک درست نہیں کیونکہ اگر خود صحابہ اپنی رائے کو ہمیشہ صائب اور غلطی سے مبرا سمجھتے ہوتے، تو نہ آپس میں ایک دوسرے کی تغلیط کرتے اور نہ کبھی اپنے کسی قول سے رجوع کرتے، حالانکہ بے شمار موقعوں پر وہ ایسا کر چکے ہیں"

اس حدیث کے بارے میں محمد بن ایوب الرقی کہتے ہیں کہ ابو بکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار نے ہم سے کہا کہ میں نے علماء سے دریافت کیا، یہ حدیث کیسی ہے جو عوام میں مشہور ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اصحابی کالنجوم فبایہم اقتدوا اھتدوا" تو انھوں نے مجھے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث ثابت نہیں۔ عبدالرحیم بن زید العمی اس کا راوی ہے اور وہ محدثین کے نزدیک متروک ہے پھر یہ مسلّم واقعہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد صحابہ کے اختلاف کو روا نہیں رکھا"

فبائیم

حکیم بن عتیبہ کا قول ہے "کوئی انسان نہیں جس کا قول لیا اور چھوڑا نہ جاتا ہو، بجز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے"

مجاہد کہا کرتے تھے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نہیں جس کا قول ماننا اور رد کر دینا جائز نہ ہو"

سلیمان التیمی کا قول ہے "اگر تم علماء کے آسان اقوال ہی لیتے پھرو گے، تو بہت سا شر جمع کر لو گے"

ابو عمر کہتے ہیں اس بارے میں علمائے امت کا اجماع ہے اور کسی کے بھی اختلاف کی مجھے خبر نہیں۔

# باب

## مناظرہ و مجادلہ

ابو عمر کہتے ہیں، احادیث ناطق ہیں کہ قرآن میں مناظرہ و جدال ممنوع ہے حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قرآن میں حجت کرنا کفر ہے" معنی یہ ہیں کہ قرآن کی کسی آیت کو ایک شخص آیت بتائے اور دوسرا تردید یا شک کرے، ورنہ قرآنی احکام و آیات کے معانی میں نزاع خود صحابہ سے ثابت ہے۔ اسی طرح سلفِ صالح نے اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات میں بحث و تکرار سے منع کیا ہے، لیکن فقہ کا معاملہ دوسرا ہے فقہ میں بحث و مناظرے کے جواز و ضرورت پر سب کا اتفاق ہے، کیونکہ یہ ایک ایسا علم ہے جس میں فروع کو اصول کی طرف لوٹانا اور احکام کا استخراج کرنا ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف عقائد میں ایسا نہیں ہوتا۔ عقائد کا معاملہ عقل و قیاس کی الجھنوں سے الگ ہے۔ اسماء و صفاتِ الٰہی، اہل سنت کے نزدیک وہی ہیں، جو خود خدا نے اپنی کتاب حمید میں ذکر فرمائے ہیں یا جن کی تعلیم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے، یا جن پر امت کا اجماع ہو چکا ہے۔ اُس ذات برتر کے مثل کوئی شئی نہیں ہے کہ قیاس یا عقل و فکر کی راہ سے گفتگو ہو سکے۔ یہی سبب ہے کہ ذات الٰہی میں بحث کی ممانعت کر دی گئی ہے، البتہ مخلوقاتِ الٰہی میں تفکر و تدبر کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ صفاتِ الٰہی پر دلالت کرتی ہیں، اب دینِ حق بفضل خدا عام ہو چکا ہے اور گھروں میں بیٹھنے والی مستورات تک پہونچ گیا ہے، اس لئے بحثوں کی ضرورت باقی نہیں۔

یحییٰ بن سعید سے مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے کہا "جو کوئی اپنے دین کو بحثوں کا نشانہ بناتا ہے، اس کا اعتقاد بھی ڈانواڈول رہتا ہے"

مغیرہ بن ابراہیم کہتے ہیں "اگلے بزرگ، دین کے معاملے میں تلوّن کو ناپسند کرتے تھے"

اوزاعی کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا "جب لوگوں کو دیکھو کہ عوام سے چھپکر دین کے معاملے میں سرگوشیاں کر رہے ہیں، تو سمجھ جاؤ کہ گمرہی پھیلانے کی فکر میں ہیں"۔

ابو مسعود حضرت حذیفہ کے پاس گئے اور نصیحت چاہی، تو فرمایا "کیا تجھے یقین نہیں پہنچا ہے؟ پہنچا ہے تو یاد رکھ، گمرہی، سراسر گمرہی یہ ہے کہ جس بات کو تو بُرا سمجھا کرتا تھا، اسے اچھا سمجھنے لگے اور جس بات کو اچھا سمجھا کرتا تھا اسے برا سمجھنے لگے۔ خبردار، دین الٰہی میں تلون سے کام نہ رکھنا، کیونکہ دین الٰہی بس ایک ہی ہے۔ ایک سے زیادہ نہیں"۔

اوزاعی کہا کرتے تھے، میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ "خدا کسی قوم کی برائی چاہتا ہے تو اُس میں بحث و جدل کی گرم بازاری ہو جاتی ہے، اور عمل کا ولولہ جاتا رہتا ہے"۔

فرازی سے مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز سے جنگ صفین کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا "صفین کے خون سے خدا نے میرے ہاتھ رنگین ہونے نہیں دئیے، تو اب میں کیوں اپنی زبان اس خون سے رنگین کروں!"

ابراہیم التیمی نے آیت "فاغرینا بینهم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ" کی یہ تفسیر کی "اُن لوگوں کے اندر مذہبی مناظرے عام کر دیے"۔

معاویہ بن عمر کا مقولہ ہے "بحث مباحثے سے دور رہو، کیونکہ اس سے عمل گم ہو جاتا ہے"۔

محمد بن الحنفیہ فرمایا کرتے تھے "دنیا ختم نہیں ہوگی، جب تک لوگ اپنے پروردگار کے بارے میں بھی بحث نہ کرنے لگیں"۔ یہی مضمون ایک حدیث مرفوع کا بھی ہے۔

ہیثم بن جمیل کہتے ہیں، میں نے امام مالک سے دریافت کیا، کیا محدّث کو حمایت حدیث میں مناظرہ کرنا چاہیئے؟ فرمایا "ہرگز نہیں۔ محدث کو چاہیئے کہ حدیث سنادے لوگ قبول نہ کریں تو خاموش ہو جائے"۔

مصعب بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے اسحاق بن اسرائیل سے مباحثہ کرنا چاہا تو کہنے لگے "بھائی، میں نہ یہ کہتا ہوں نہ وہ کہتا ہوں" پھر فرمایا "مجھے اپنے مسلک

میں شک نہیں ہے، لیکن وہی کہوں گا جو ثابت ہے، اور جو ثابت نہیں، اُس پر سلف صالحین کی طرح خاموش رہوں گا" مصعب کہتے ہیں، اس پر میں نے اپنے کچھ شعر سنائے۔ بہت پسند کیے اور انھیں لکھ لیا وہ شعر حسب ذیل ہیں:۔

أأقعد بعد ما رجفت عظامی وکان الموت أقرب ما یلینی

(اب کہ میری ہڈیاں لرز رہی ہیں اور موت اس قدر نزدیک آچکی ہے)

أجادل کل معترض خصیم أجعل دینہ غرضا لدینی

(میں ہر جھگڑالو سے بحث کرنے بیٹھوں گا اور اس کے دین کو اپنے دین کا نشانہ بناؤں گا)

فاترک ما علمت لرأی غیری ولیس الرأی کالعلم الیقینی

(اپنے علم کو دوسروں کی رائے کے چلتے چھوڑ دوں گا حالانکہ رائے، علم یقین کے برابر نہیں)

وما انا والخصومۃ وھی لبس تصرف فی الشمال وفی الیمین

(مجھے مباحثے سے کیا کام؟ مباحثہ، شک ہے اور ادھر ادھر بھٹکنے کا نام)

وقد سنت لنا سنن قوام یلحن بکل فج او وجین

(مستحکم سنتیں ہمارے لئے مقرر ہو چکی ہیں اور ہر طرف روشنی پھیلا رہی ہیں)

وکان الحق لیس بہ خفاء اغر کغرۃ الفلق المبین

(حق کچھ چھپا ڈھکا نہیں۔ وہ تو پیشانی صبح کی طرح روشن ہے)

وما عوض لنا منہاج جھم بمنہاج ابن آمنۃ الامین

(جہم کا راستہ آمنہ کے فرزند امین کے راستے کا بدل نہیں ہو سکتا)

فأما ما علمت فقد کفانی واما ما جھلت فجنبونی

(جو کچھ جانتا پہچانتا ہوں، میرے لئے کافی ہے اور جو اجنبی ہے اُسے مجھ سے دور ہی رکھو)

فلست مکفرا أحدا یصلی ولم احرمکم ان تکفرونی

(میں کسی نمازی کی تکفیر کرنے والا نہیں اور میری تکفیر بھی تم پر سخت حرام ہے)

وکنا اخوۃ نرمی جمیعا　　فنرمی کل مرتاب ظنین

(ہم بھائی بھائی تھے اور ایک ہو کر بدراہوں کا مقابلہ کرتے تھے)

فما برح التکلف ان رمینا　　بشان واحد فرق الشوون

(لیکن یہ قیل وقال ہمیں ایسا کر کے رہی کہ دوسروں کا نشانہ بن گئے)

فاوشک ان یخر عماد بیت　　وینقطع القرین عن القرین

(اب قریب ہے کہ عمارت ڈھ جائے اور بھائی، بھائی سے جدا ہو جائے)

انہی مصعب بن عبداللہ سے روایت ہے کہ امام مالک نے فرمایا" دین کے اندر گفتگو مجھے پسند نہیں۔ ہمارے شہر کے لوگ اسے ناپسند کرتے تھے۔ اس سے منع کرتے تھے، جیسے جہم کی رائے اور قضا و قدر وغیرہ مسائل میں بحث۔ میں وہی گفتگو پسند کرتا ہوں، جس کا نتیجہ عمل ہو۔ دین الٰہی اور ذات الٰہی میں مجھے گفتگو نہیں سکوت پسند ہے، کیونکہ میں نے اپنے شہر کے بزرگوں کو دیکھا ہے کہ دین الٰہی میں قیل وقال سے روکتے تھے اور وہی گفتگو پسند کرتے تھے، جو عمل کی رغبت دیتی ہے"

ابو عمر کہتے ہیں، امام مالک کے اس قول سے واضح ہو گیا کہ ان کے نزدیک اور علمائے مدینہ کے نزدیک وہی گفتگو مباح ہے، جس کا نتیجہ عمل ہو اور یہ کہ دین الٰہی میں محض لفظی نزاع اور اسماء و صفاتِ الٰہی میں قیل وقال مذموم و مکروہ ہے۔ امام مالک نے جو کچھ فرمایا ہے، ہر زمانے کے فقہاء و علماء حق کا وہی مسلک رہا ہے، اور معتزلہ وغیرہ بدعتی فرقوں کے علاوہ اہل سنت میں سے کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔ بے شک کوئی ایسی ہی مجبوری آپڑے، لوگوں کے عام گمراہی میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو، تو بقدر ضرورت اس طرح کی گفتگو مباح ہے۔

اس قسم کے مناظروں سے سلف صالحین اس قدر ڈرتے اور بچتے تھے کہ سفیان بن عیینہ نے کہا "میں نے جابر جعفی کی زبان سے ایسی گفتگو سنی کہ خوف ہوا کہیں چھت مجھ پر

اور اس پر چھوٹ نہ پڑے!"

یونس بن عبدالاعلیٰ کہتے ہیں، جب امام شافعی اور حفص الفرد میں مناظرہ ہوا تو امام شافعی نے مجھ سے فرمایا "ابو موسیٰ شرک کے علاوہ اور جس گناہ سے بھی آلودہ ہو کر بندہ، پروردگار کے حضور جائے، مگر "کلام" کے گناہ سے آلودہ نہ ہو۔ میں نے حفص کے منہ سے ایسی گفتگو سنی ہے جسے دہرانے کی مجھ میں جرأت نہیں!"

نیز امام شافعی کا قول ہے "اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ علم کلام میں کیسی کیسی گمراہیاں ہیں، تو ضرور اس سے اسی طرح بھاگنے لگیں، جس طرح شیر سے بھاگا جاتا ہے"

اور فرمایا "جب کسی کو کہتے سنو کہ اسم غیر مسمیٰ ہے یا مسمیٰ ہے، تو گواہ ہو جاؤ کہ وہ اہل کلام میں سے ہے۔ بے دین ہے"

اور فرمایا "اہل کلام کے بارے میں میرا فتویٰ یہ ہے کہ کھجور کی چھڑیوں سے پیٹے جائیں اور قبائل میں انھیں گشت کرایا جائے! یہی سزا ان لوگوں کی ہے، جو کتاب و سنت کو چھوڑ کر کلام پر جھک پڑے ہیں!"

امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے "علم کلام والا کبھی فلاح نہیں پا سکتا جس کسی کو علم کلام میں تھوڑا سا بھی دخل ہے، اس کے دل میں ضرور کھوٹ پاؤ گے"

امام مالک کا مقولہ ہے "یہ حجتی لوگ جب جب اپنے سے بڑے حجتیوں سے ہارتے جائیں گے تو کیا اپنا دین بھی چھوڑ کر نئے نئے دین قبول کرتے رہیں گے؟"

حسن بن زیاد سے ایک شخص نے سوال کیا "کیا امام زفر بن ہذیل کو علم کلام میں دخل تھا؟ حسن یہ سنکر برہم ہوئے اور کہا سبحان اللہ! تو بھی کس قدر احمق ہے! ہمارے مشائخ زفر، ابو یوسف ابو حنیفہ، اور وہ تمام بزرگ جن کی صحبت ہمیں نصیب ہوئی اور جن سے ہم نے کسب علم کیا ہے، ہمیشہ فقہ میں مشغول اور سلف صالحین کی پیروی میں سرگرم رہتے تھے"

ایک دن طاؤس اور وہب بن منبہ میں ملاقات ہوئی۔ طاؤس نے کہا "ابو عبداللہ

میں نے آپ کے بارے میں ایک بہت بڑی بات سنی ہے!" وہب نے پوچھا "وہ کیا بات ہے" طاؤس نے کہا "یہ کہ آپ کہتے ہیں، خدا ہی نے تو قوم لوط کو ایک دوسرے پر سوار کیا تھا!" وہب نے جواب میں صرف اس قدر کہا "اعوذ باللہ" اور دونوں خاموش ہوگئے۔ آپس میں کوئی رد و قدح نہ ہوئی۔

ابو عمر کہتے ہیں، اہل فقہ وائمہ تمام ممالک میں متفق ہیں کہ علم کلام والے اہل بدعت و زیغ ہیں اور زمرۂ علماء میں محسوب نہیں۔ علماء صرف اہل اثر و اصحاب حدیث اور تفقہ رکھنے والے لوگ ہیں، جن کے مرتبے فہم و تمیز کے اعتبار سے مختلف ہیں۔

ابو عبداللہ محمد بن احمد بن اسحاق مصری نے اپنی کتاب "الاجارات" میں تصریح کی ہے کہ امام مالک اور جملہ علمائے مالکیہ کے نزدیک اہل کلام، اہل بدعت ہیں ہر متکلم "بدعتی" ہے عام اس سے کہ اشعری ہو یا معتزلی یا کوئی اور نام اپنا رکھ لے۔ اسلام میں ان کی شہادت مقبول نہیں۔

ابو عمر کہتے ہیں، اسماء وصفات الٰہی کے جملہ اعتقادات کی بنیاد سراسر کتاب اللہ، صحیح سنت رسول اللہ اور اجماع امت پر ہے۔ بلکہ اس باب میں احادیث احاد کو بھی بے چون وچرا تسلیم کر لینا اور اُن میں بحث و مناظرے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ اوزاعی کا بیان ہے کہ مکحول اور زہری کہا کرتے تھے "یہ حدیثیں جس طرح آئی ہیں، اسی طرح چلنے دو" امام مالک، اوزاعی، سفیان ثوری، سفیان بن عُیَیْنَہ، معمر بن راشد نے بھی احادیث صفات میں یہی کہا ہے کہ جیسی وارد ہوئی ہیں ویسی ہی رہنے دو، مثلاً یہ حدیث کہ خدا اترے گا، یا یہ حدیث کہ خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا، یا یہ کہ خدا جہنم میں اپنا قدم رکھے گا، یا یہ کہ خدا آسمانوں کو اپنی ایک انگلی پر اٹھا لیگا یا یہ کہ انسان کا دل، خدا کی دو انگلیوں کے درمیان ہے، تو ان حدیثوں کو بلا تاویل و بحث رہنے دینا چاہیئے"

حسن بصری کہا کرتے تھے "بدعتیوں کی صحبت اختیار کرو، نہ اُن سے بحث کرو، نہ اُن کی حدیث سنو"

جعفر کا قول ہے " خدا نے کچھ علم بندوں کو دیا ہے اور کچھ نہیں دیا۔ جو کوئی اُس علم کے پیچھے پڑے گا، جو نہیں دیا گیا، تو خدا سے برابر دور ہوتا چلا جائے گا قضاء و قدر کا مسئلہ بھی اسی علم میں سے ہے، جو خدا نے بندوں کو نہیں دیا"

اور فرمایا " قضاء و قدر میں بحث کرنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے، جو سورج پر نگاہیں جما دیتا ہے اور جتنا گھورتا جاتا ہے، اسی قدر اس کی آنکھیں خیرہ ہوتی چلی جاتی ہیں"

سعید بن جبیر کا مقولہ ہے " جو بات اصحاب بدر کو معلوم نہیں، وہ دین بھی نہیں "

ابو عمر کہتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے معتبر و ثقہ راویوں نے صحت کے ساتھ جو کچھ روایت کیا ہے، وہی علم ہے اور اسی پر یقین کرنا چاہیے، جو بات ان کے بعد نکالی گئی ہے اور ان سے ثابت علم پر استوار نہیں، وہ بدعت اور گمراہی ہے۔ اسماء و صفات الٰہی میں جو کچھ ثابت ہے، اسے تسلیم کرنا چاہیے، اور بحث و مناظرہ سے اسی طرح پرہیز کرنا چاہیے، جس طرح خود صحابہ نے پرہیز کیا ہے۔ سلف نے اِن امور کو روایت کیا ہے، مگر ان میں قیل و قال سے گریز کیا ہے، حالانکہ وہ علم میں سب سے زیادہ گہرے، فہم میں سب سے آگے، اور تصنع و تکلف میں سب سے پیچھے تھے۔ ان کا یہ سکوت، کچھ درماندگی و جہل کی وجہ سے نہ تھا وہ وسیع علم رکھتے تھے اور موقعہ پر بولنے سے چوکتے بھی نہیں تھے، مگر انھوں نے جان بوجھ کر خاموشی اختیار کی، کیونکہ اِن معاملات میں گفتگو، بے بنیاد اور بے فائدہ ہے پس جو بات ان بزرگوں کے لئے انسب و اصلح تھی، اسے جو کوئی اپنے لئے مناسب نہیں سمجھتا، اس پر اور اس کی بدنصیبی پر افسوس کرنا چاہیئے۔

حسن بصری کی مجلس میں صحابۂ کرام کا تذکرہ ہوا، تو فرمایا " تم انھیں جانتے بھی ہو؟ یہ امت میں سب سے بہتر دل رکھنے والے، سب سے زیادہ گہرا علم جاننے والے سب سے کم بناوٹ کرنے والے لوگ تھے۔ خدا نے انھیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و رفاقت کے لئے منتخب کیا تھا، لہٰذا ان کے سے اخلاق بناؤ، اور ان کے طریقوں پر چلنے کی

کوشش کرو۔ یہ میں اس لئے کہتا ہوں کہ رب کعبہ کی قسم، وہ سراسر راہ ہدایت پر استوار تھے!"

ابراہیم کہا کرتے تھے "تم ایسے کہاں کے برگزیدہ ہو کہ خدا نے اپنے نبی کریم کے ساتھیوں سے علم چھپا کر تمہارے لئے اٹھا رکھا تھا!"

حضرت حذیفہ بن الیمان فرمایا کرتے تھے "اے مجمع قراء! اگلوں کے نقش قدم پر چلو۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگلوں کی پیروی کرو گے، تو ہدایت میں بازی لے جاؤ گے، لیکن ان کے رستے سے ہٹ کر دائیں بائیں چلنے لگو گے، تو بھرپور گمراہی کا شکار ہو جاؤ گے"

قتادہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا "تم اگر کسی کو اپنے لئے نمونہ بنانا چاہتے ہو تو اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نمونہ بناؤ۔ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس امت میں سب سے زیادہ نیک دل رکھنے والے، سب سے گہرا علم جاننے والے، سب سے کم بناوٹ کرنے والے، سب سے زیادہ سیدھی راہ چلنے والے، اور سب سے زیادہ اچھی حالت رکھنے والے لوگ ہیں، جبھی تو خدا نے اپنے نبی کی رفاقت اور دین کی استواری کے لئے انھیں منتخب کیا، لہٰذا ان کی بزرگی کے قائل ہو اور ان کے طریقے کی پیروی کرو۔ بے شک وہ صراط مستقیم پر استوار رہے"

حضرت ابو امامہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہدایت پا جانے کے بعد وہی گمراہ ہوتے ہیں، جنھیں بحث و جدال میں مبتلا کر دیا جاتا ہے" پھر یہ آیت تلاوت فرمائی "وما ضربوہ لک الا جدلا، بل ھم قوم خصمون[1]"

ابو عمر کہتے ہیں، سلف نے علم فقہ میں مباحثہ و مناظرہ کیا ہے، لیکن عقائد میں اس سے منع کیا ہے کیونکہ عقائد میں مباحثہ آدمی کو دین سے باہر کر دیتا ہے۔ کیا تم نے سنا نہیں کہ جب بشر نے آیت ما یکون من نجوی ثلاثۃ الا ھو رابعھم[2] میں کہا کہ "خدا بذات خود ہر جگہ موجود ہے" تو اس کے

---

[1] انھوں نے یہ مثال کٹ حجتی سے پیش کی ہے۔ یہ لوگ بڑے جھگڑالو ہیں۔ [2] تین آدمی راز کی باتیں کرتے ہیں، تو چوتھا ان کے ساتھ خدا ہوتا ہے۔

حریف نے کہنا شروع کیا "یہی بات ہے تو پھر خدا تمہاری ٹوپی کے نیچے، تمہارے باغ کی چہار دیواری کے اندر، اور تمہارے گدھے کی کھال کے پیچھے بھی چھپا بیٹھا ہوگا!" وکیع رحمۃ اللہ نے یہ قول نقل کیا ہے، حالانکہ واللہ میں اُن لوگوں کی گفتگو نقل کرنا بھی از حد ناپسند کرتا ہوں علماؤ نے اس قسم کی باتوں سے منع کیا ہے۔

ربیعہ سے ایک شخص نے سوال کیا "قرآن میں سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کو پہلے جگہ کیوں دی گئی، حالانکہ یہ دونوں سورتیں، مدینے میں اتری ہیں، اور کچھ اوپر اسی سورتیں ان سے پہلے نازل ہو چکی تھیں؟ ربیعہ نے جواب دیا "ان سورتوں کو پہلے اس لئے رکھا گیا ہے کہ قرآن کے مرتب کرنے والے، سورتوں کی ترتیب سے متعلق کوئی خاص علم رکھتے تھے انھوں نے بلا اختلاف اسی ترتیب پر اتفاق کیا، لہٰذا اِسے قبول کرنا اور اس میں بحث نہیں کرنا چاہئے"

ابوالزناد کہا کرتے تھے "بخدا ہم سُنَن کو بھی اہل فہم و دیانت سے اُسی اہتمام کے ساتھ لیتے تھے جس اہتمام سے آیات قرآنی سیکھتے ہیں۔ جن نیکوکار اور مخیر بزرگوں کو ہم نے دیکھا ہے وہ بال کی کھال نکالنے والے حجتیوں اور دین میں مخصوص اپنی رائے سے جھگڑنے والوں کی سخت مذمت کرتے تھے اور ان سے میل جول، خلا ملا رکھنے سے بشدت منع کیا کرتے تھے فرماتے تھے۔ یہ گمراہ لوگ ہیں۔ کتاب اللہ میں تحریف کرتے ہیں حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے کوچ نہیں کیا، جب تک مسلمانوں کو قیل و قال، کثرۃ سوال، اور بے معنی حجت و تکرار سے سختی کے ساتھ روک نہیں دیا۔ یہاں تک فرما دیا کہ "جب تک میں تمہیں چھوڑے رہوں، تم بھی مجھے چھوڑے رہو۔ یاد رکھو، اگلی قومیں اسی سے ہلاک ہوئیں کہ بکثرت سوال کیا کرتی تھیں، اور سوال کے بعد جب حکم مل جاتا تھا، تو اپنے پیغمبر کی مخالفت بھی کیا کرتی تھیں۔ تم یہ کرو کہ جس بات سے منع کروں، اس سے باز رہو، اور جس کا حکم دوں، اس کی حتی الوسع تعمیل کرو"

ایک شاعر نے خوب کہا ہے:-

قد نفر الناس حتیٰ احدثوا بدعا — فی الدین بالرائی لم تبعث بھا الرسل

(کم بحث کرتے کرتے آخر لوگوں نے دین میں ایسی بدعتیں نکال دیں جنھیں مغیبہ نہیں لائے تھے)

حتی استخف بدین اللہ اکثرھم    وفی الذی حملوا من دینہ شغل

(آخر دین مضحکہ بن کر رہ گیا، حالانکہ حقیقی دین میں کافی مشغولیت تھی)

حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک کرکے تین مرتبہ فرمایا "کہ بحث کرنے والے ہلاک ہوگئے"

عبداللہ بن حسن کا مقولہ ہے "بحث مباحثے سے پرانی دوستیاں غارت ہوجاتی ہیں اور محبت کی گرہیں کھل کر بغض و عداوت کی گرہیں بن جاتی ہیں۔ مباحثے کا کم سے کم نقصان یہ ہے کہ ہر فریق غالب آنے کی خواہش رکھتا ہے اور اس خواہش سے بڑھ کر پھوٹ ڈالنے والی کوئی چیز نہیں"

مسعر نے اپنے بیٹے، کدام کو نصیحت کی،

انی منحتک یا کدام نصیحتی    فاسمع لقول اب علیک شفیق

(کدام! میری نصیحت تیرے سامنے ہے اپنے باپ کی بات پر کان دھر)

اما المزاحۃ والمراء فدعھما    خلقان لا ارضاھما لصدیق

(تمسخر اور بحث سے باز رہ۔ یہ خصلتیں ہیں کسی دوست کیلئے بھی پسند نہیں کرتا)

انی بلوتھما فلم احمدھما    لمجاور جارا ولا لرفیق

(دونوں کو خوب آزما چکا ہوں، نہ ہمسائے کے لئے پسندیدہ ہیں نہ ساتھی کے لئے)

# باب

## مناظرہ کب جائز ہے؟

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

| | |
|---|---|
| وقالوا لن ید خل الجنۃ الا من | انھوں نے کہا جنت میں وہی داخل ہوگا جو |
| کان ھودا او نصاریٰ تلک امانیھم | یہودی یا نصرانی ہو یہ انکی خام خیالیاں ہیں اے |
| قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین | رسول کہدیجئے کہ سچے ہو تو اپنی دلیل لاؤ۔ |

اور فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| لیھلک من ھلک عن بینۃ | تاکہ جو ہلاک ہو دلیل وحجت سے ہلاک ہو اور |
| ویحییٰ من حی عن بینہ | جو زندہ رہے دلیل وحجت سے زندہ رہے۔ |

اور بَیِّنَہ وہی ہے جس سے حق ظاہر ہوتا ہے۔

اور فرمایا

| | |
|---|---|
| قل ھل عندکم من سلطان بھذا | کیا تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل موجود ہے |

"سلطان" کی تفسیر مفسرین نے یہ کی ہے کہ حجت ودلیل۔ اور فرمایا:

| | |
|---|---|
| قل فللہ الحجۃ البالغہ | حجت بالغہ اللہ ہی کے لئے ہے |
| یوم تاتی کل نفس تجادل عن نفسھا | وہ دن جب ہر کوئی اپنی صفائی میں بحث کرتا آئیگا |

"الیوم نختم علیٰ افواھھم[1]" کی تفسیر میں حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک دن ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ آپ ہنسنے لگے۔ یہاں تک کہ دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ پھر فرمایا "جانتے ہو مجھے کیوں ہنسی آئی؟ قیامت کے دن بندہ اپنے رب سے عرض کرے گا "میرے پروردگار! کیا تو مجھے اپنے

[1] آج ہم اون کے منہ پر مہر لگا دیں گے۔

ظلم سے پناہ نہیں دے چکا ہے؟ خدا فرمائے گا، بے شک تجھے پناہ مل چکی ہے۔ بندہ عرض کرے گا، تو میں آج کے دن اپنے حق میں خود اپنی شہادت کے سوا کسی اور کی شہادت تسلیم نہیں کروں گا! خدا فرمائے گا "کفی بنفسك الیوم علیك حسیبا؟" بہت اچھا آج تو خود ہی اپنا گواہ بن۔ پھر بندے کے منہ پہ مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضاء و جوارح سے کہا جائے گا، تم بولو۔ ہاتھ پاؤں اور دوسرے اعضاء بولنے لگیں گے اور سب کرتوت بیان کر جائیں گے۔ پھر بندے کے منہ پر کی مہر توڑی جائے گی اور اسے بولنے کی اجازت ملیگی تب وہ اپنے اعضاء سے کہے گا "دور ہو تم: میں نے تمہارے لئے ہی تو اتنی حجت کی تھی!

قرآن مجید میں ہے :-

انکم یوم القیامۃ عند ربکم تختصمون — تم قیامت کے دن اپنے رب کے حضور آپس میں تکرار کرو گے۔

اور ابراہیم سے بادشاہ کی بحث اس طرح قرآن نے بیان کی ہے :-

الم تر الی الذی حاج ابراھیم فی ربه ان آتاہ اللہ الملك، اذ قال ابراھیم ربی الذی یحیی ویمیت قال انا احی و امیت قال ابراھیم فان اللہ یاتی بالشمس من المشرق فات بھا من المغرب فبھت الذی کفر،

کیا تم نے اس شخص کی حالت پر نظر نہیں کی، جس نے اس گھمنڈ میں کہ خدا نے بادشاہی دی ابراہیم سے ان کے رب کے متعلق بحث کی۔ ابراہیم نے کہا میرا رب وہ ہے جو جلاتا اور مارتا ہے وہ بولا میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں۔ ابراہیم نے کہا اگر خدا سورج کو پورب سے نکالتا ہے تو پچھم سے نکال دے اس پر کافر دم بخود رہ گیا۔

یعنی حضرت ابراہیم کا حریف ہار گیا اور محکم دلیل کے سامنے ہکا بکا رہ گیا۔

اللہ تعالیٰ نے وہ مناظرہ بھی نقل فرمایا ہے جو حضرت ابراہیم کا اپنی قوم اور والد سے ہوا تھا:

---

لے آج ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے۔

اذ قال لابیه و قومه ما هذه
التماثیل التی انتم علیها عاکفون

ابراہیم (اپنے باپ سے اور قوم سے) یہ کیا مورتیں ہیں
جن پر تم جھکے پڑے ہو؟

قالوا وجدنا اٰبائنا لها عابدین

قوم — ہم نے اپنے بزرگوں کو انھیں پوجتے پایا ہے

قال لقد کنتم وا ٰباؤکم فی ضلال
مبین۔

ابراہیم — تم بھی کھلی گمراہی میں ہو اور تمہارے
بزرگ بھی۔

قالوا اجئتنا بالحق ام انت من
اللاعبین؟

قوم — تو کوئی حق بات بھی لایا ہے یوں ہی
دل لگی کرتا ہے؟

قال بل ربکم رب السماوات والارض
فطرهن وانا علی ذلکم من الشاهدین
وتاللہ لاکیدن اصنامکم بعد ان
تولوا مدبرین

ابراہیم — یہ بات نہیں۔ تمہارا پروردگار آسمانوں
کا اور زمین کا پروردگار ہے۔ اسی نے انھیں بنایا
ہے اور خود میں اس پر ایک گواہ ہوں (اور دل میں
کہا کہ) جاؤ بخدا تمہارے پیٹھ پھیرتے ہی میں ان بتوں
کی گت بنا دوں گا!

. . . . . . . .

قالوا من فعل هذا بآلهتنا انه
لمن الظالمین۔

قوم — (بت ٹوٹے دیکھ کر) یہ کس نے کیا ہے
ہمارے بتوں کے ساتھ؟ یقیناً وہ ظالم ہے

قالوا سمعنا فتی یذکرهم یقال
له ابراهیم۔

کچھ لوگ — ہم نے ایک نوجوان کو جسے ابراہیم
کہتے ہیں انکی برائی کرتے سنا ہے۔

قالوا فاتوا به علی اعین الناس
لعلهم یشهدون

قوم — لاؤ اسے سب کے سامنے
کہ وہ بھی دیکھیں۔

قالوا ءانت فعلت هذا بآلهتنا
یا ابراهیم؟

قوم — ابراہیم یہ تو نے ہی ہمارے معبودوں
کے ساتھ کیا ہے؟

قال بل فعله کبیرهم هذا فسئلوهم

ابراہیم — (طنز سے) بلکہ یہ حرکت بڑے

| | |
|---|---|
| ان كانوا ينطقون۔ | بت کی ہے تم خود ان سے پوچھ لو، اگر بولتے ہوں! |
| فرجعوا الی انفسھم فقالوا انکم انتم | قوم —— ضمیر نے ملامت کی کہ تم خود ہی |
| الظلمون ثم نكسوا علی رؤسھم | ظالم ہو، مگر گمراہی پھر غالب آگئی (اور کہنے لگے) تو |
| لقد علمت ما ھؤلاء ینطقون | تو جانتا ہے کہ یہ معبود بولتے نہیں! |
| قال افتعبدون من دون اللہ | ابراہیم —— پھر کیا خدا کو چھوڑ کر ایسوں کی پرستش |
| ما لا ینفعکم شیئا ولا یضرکم؟ اف | کرتے ہو، جو تمہیں نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان |
| لکم ولما تعبدون من دون اللہ | تف ہے تم پر اور ان پر بھی جن کی تم خدا کو چھوڑ کر |
| افلا تعقلون | عبادت کرتے ہو؟ |

سورۂ شعراء میں بھی حضرت ابراہیم کی اپنی قوم سے بحث کا تذکرہ ہے:

| | |
|---|---|
| اذ قال لابیہ وقومہ ما تعبدون | ابراہیم ۔ اپنے باپ اور قوم سے: یہ کیا پوجتے ہو؟ |
| قالوا نعبد اصناما فنظل لھا | قوم ۔ بت پوجتے ہیں اور ان پر جھکے رہتے |
| عاکفین۔ | ہیں ۔ |
| قال ھل یسمعونکم اذ تدعون او | ابراہیم —کیا وہ تمہاری صدائیں سنتے ہیں |
| ینفعونکم او یضرون؟ | یا تمہیں نفع نقصان پہونچاتے ہیں؟ |

اس معقول اعتراض کا ان کے پاس جواب ہی کیا ہو سکتا تھا؟ اسی لئے یہ کہہ کر بحث سے بھاگ نکلے:

| | |
|---|---|
| بل وجدنا آباءنا کذلک یفعلون | ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا ہے |

حضرت نوح علیہ السلام کے قصے میں ہے:-

| | |
|---|---|
| قالوا یا نوح قد جادلتنا فاکثرت | (منکروں نے) کہا اے نوح! تم ہم سے بہت |
| جدالنا فاتنا بما تعدنا ان کنت | حجت کر چکے اب اگر سچے ہو، تو وہ عذاب لے |
| من الصادقین قال انما یاتیکم | ہی آؤ جس سے ڈرایا کرتے ہو۔ نوح نے کہا |

به الله ان شاء وما انتم بمعجزین ولا ینفعکم نصحی ان اردت ان انصح لکم ان کان الله یرید ان یغویکم هو ربکم والیه ترجعون ام یقولون افتراه قل ان افتریته فعلی اجرامی وانا بریٔ مما تجرمون۔

عذاب تو خدا لائے گا اگر لانا چاہے گا اور تم اسے روک نہ سکو گے میں لاکھ نصیحت کروں تمہیں فائدہ ہونے سے رہا جب فیصلہ الٰہی یہ ہے کہ تم بہک جاؤ وہ خدا ہی تمہارا رب ہے اور اسی کی طرف تمہیں لوٹنا ہے۔ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اپنے دل سے یہ سب بنا لیا ہے؟ تو اے رسول تم کہہ دو کہ میرا گناہ مجھ پر ہے اور میں تمہارے گناہوں سے بری ہوں۔

حضرت موسیٰ اور فرعون کی بحث قرآن مجید میں اس طرح مذکور ہے:۔

فمن ربکما یا موسیٰ؟

فرعون۔ اے موسیٰ تمہارا (اور ہارون کا) رب کون ہے

قال ربنا الذی اعطی کل شیٔ خلقه فهدی

موسیٰ۔ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو خلقت بخشی پھر راہ بتا دی۔

قال فما بال القرون الاولیٰ؟

فرعون اور اگلی نسلوں کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

قال علمها عند ربی فی کتاب لا یضل ربی ولا ینسی الذی جعل لکم الارض مهدا وسلک لکم فیها سبلا وانزل من السماء ماءً فاخرجنا به ازواجا من نبات شتی کلوا وارعوا انعامکم ان فی ذلک لآیات لاولی النهیٰ منها خلقنکم وفیها نعیدکم ومنها نخرجکم تارة اخریٰ۔ ........

موسیٰ۔ اگلوں کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے۔ میرا رب نہ بھٹکتا ہے نہ بھولتا ہے وہ تو وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا کر دیا اور اس میں تمہارے لئے راستے نکالے ہیں اور آسمان سے پانی برسایا ہے جس سے ہم نے (خدا نے) ہر نباتات میں سے جوڑے نکالے۔ کھاؤ اور اپنے جانور چراؤ اس واقعے میں دانشمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے اور اسی زمین میں تمہیں لوٹا دینگے اور پھر اسی زمین سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے

اور سورۂ شعراء میں اس مناظرے کو اس طرح بیان فرمایا ہے :-

| | |
|---|---|
| قال فرعون وما رب العالمین ؟ | فرعون — رب العالمین کیا چیز ہے ؟ |
| قال رب السماوات والارض وما | موسیٰ — وہ آسمان کا اور زمین کا اور دونوں کے |
| بینهما ان کنتم موقنین | مابین تمام کائنات کا پروردگار ہے اگر تم یقین کرو |
| قال لمن حوله الا تستمعون ! | فرعون — (اپنے درباریوں سے) سن رہے ہو تم ؟ |
| قال ربکم ورب آبائکم الاولین ، | موسیٰ — وہی تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے بزرگوں کا |
| قال ان رسولکم الذی ارسل الیکم لمجنون | فرعون — (درباریوں سے) تمہارا یہ رسول یقیناً دیوانہ ہے ، |
| قال رب المشرق والمغرب وما بینهما | موسیٰ — وہی مشرق کا مغرب کا اور جو کچھ دونوں کے |
| ان کنتم تعقلون - | مابین ہے سب کا رب ہے ، بشرطیکہ تم عقل سے کام لو |
| قال لئن اتخذت الها غیری لاجعلنك | فرعون — (موسیٰ سے) دیکھ میرے سوا کسی کو |
| من المسجونین - | معبود بنائیگا تو میں تجھے قیدی بنا دوں گا ! |
| قال اولو جئتك بشئ مبین | موسیٰ — اگرچہ میں تیرے سامنے کوئی صاف چیز بھی پیش کردوں ؟ |

اور قرآن میں ارشاد ہوا ہے :

| | |
|---|---|
| قل هل من شرکائکم من یبدؤ | اے رسول ، کہہ دیجئے ، تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں |
| الخلق ثم یعیده ؟ قل الله یبدؤ | میں کوئی ہے جو آفرینش کو آغاز کرتا ، پھر اسے لوٹا دیتا ہے |
| الخلق ثم یعیده فانی تؤفکون ؟ | کہہ دیجئے ، وہ خدا ہی ہے جو آفرینش کا آغاز کرتا اور |
| قل هل من شرکائکم من یهدی | اسے لوٹاتا ہے ؛ کہئے تمہارے شریکوں میں کون ہے جو حق |
| الی الحق ؟ قل الله یهدی للحق افمن | کیطرف رہنمائی کرتا ہے ؟ کہدیجئے ، وہ خدا ہی ہے جو حق |
| یهدی الی الحق احق ان یتبع امن | کی راہ دکھاتا ہے تو کیا پیروی کا زیادہ مستحق وہ ہے جو حق کی |
| لا یهدی الا ان یهدی فما لکم | طرف رہنمائی کرتا ہے یا وہ جو رہنمائی نہیں کر سکتا جب تک |
| کیف تحکمون ؟ | خود اسکی رہنمائی نہ کیجائے ؛ پس یہ کیا ہے کہ ایسی رائے |

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سوال و اعتراض و بحث کی تعلیم دی ہے۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب سے مباحثہ کیا تھا' اور حجت قائم کر چکنے کے بعد مباہلے کی دعوت دی تھی۔ قرآن میں یہ واقعہ مذکور ہے:

| | |
|---|---|
| ان مثل عیسٰی عند اللہ کمثل آدم | خدا کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی جیسی ہے کہ اسے |
| خلقہ من تراب ثم قال لہ کن | (آدم کو) مٹی سے پیدا کیا اور کہا کہ ہو جا اور وہ ہو گیا |
| فیکون الحق من ربک فلا تکن | حق تیرے رب کی طرف سے ہے' لہٰذا شک کرنیوالوں |
| من الممترین فمن حاجک فیہ | میں سے نہ ہو جانا اور علم کے آ جانیکے بعد جو کوئی تجھ سے حجت |
| من بعد ما جاءک من العلم فقل | کرے' تو کہدے کہ آؤ ہم بلائیں اپنی اولاد کو اور تم |
| تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم | بلاؤ اپنی اولاد' ہم بلائیں اپنی عورتوں کو اور تم |
| ونساءنا ونساءکم وانفسنا | بلاؤ اپنی عورتوں کو اور ہم پکاریں اپنے آپ کو |
| وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ | اور تم پکارو اپنے آپ کو' پھر خدا کے حضور گڑگڑائیں |
| اللہ علی الکاذبین۔ | اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔ |

مفسرین نے حضرت عمر کا بھی یہودیوں سے ایک مناظرہ روایت کیا ہے۔ لکھتے ہیں' اطراف مدینہ میں حضرت عمر کی ایک زمین تھی' جہاں اکثر تشریف لے جاتے تھے۔ راستے میں یہودیوں کی ایک بیٹھک ملتی تھی۔ حضرت اُدھر سے گزرتے تو ان کے یہاں بھی چلے جاتے تھے۔ ایک دن یہودیوں نے کہا' اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ سے ہم سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ اُن کا اِدھر سے گزر ہوتا ہے' تو ہمیں تکلیف پہنچاتے ہیں' مگر آپ نے کبھی نہیں ستایا' اور ہمیں امید ہے کہ آپ ہمارے گروہ میں آ جائیں گے۔ حضرت عمر نے فرمایا' تمہارے نزدیک سب سے بڑی قسم کون ہے؟ کہنے لگے' رحمان کی قسم۔ حضرت عمر نے کہا' تو میں تمہیں اُسی رحمان کی قسم دیتا ہوں' جس نے طور سینا میں موسیٰ علیہ السلام پر توراۃ اتاری' سچ سچ بتاؤ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا تمہارے یہاں کچھ پتہ ملتا ہے؟ وہ سب چپ ہو گئے۔ حضرت عمر نے فرمایا' بولو۔ جواب دو

چپ کیوں ہو؟ بخدا یہ سوال میں نے اس لیے نہیں کیا کہ اپنے دین میں شک رکھتا ہوں۔ اس پر وہ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ آخر ایک شخص نے اٹھ کر کہا "بتانا ہو تو بتاؤ، ورنہ میں بولتا ہوں۔ مجبور ہو کر کہنے لگے، ہاں بے شک ہم محمد کو اپنے یہاں لکھا پاتے ہیں، لیکن اُن کے پاس جو فرشتہ آتا ہے، وہ جبریل ہے، اور جبریل ہمارا پرانا دشمن ہے۔ یہی فرشتہ ہر قسم کا عذاب، خونریزی اور بربادی ہم پر لاتا رہا ہے۔ اگر محمد کا فرشتہ، میکائیل ہوتا، تو ہم ضرور ایمان لے آتے، کیونکہ میکائیل، رحمت اور خیر و برکت کا فرشتہ ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا، تمہیں اُسی رحمان کی قسم جس نے طور سینا میں تورات موسیٰ علیہ السلام پر اتاری، سچ سچ بتاؤ۔ میکائیل کی جگہ خدا کے کس طرف ہے، اور جبریل کی کس طرف؟ کہنے لگے، جبریل خدا کے دہنی طرف اور میکائیل بائیں طرف رہتا ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا تو سن لو، میں گواہی دیتا ہوں کہ جو کوئی خدا کے دہنی طرف والے فرشتے کا دشمن ہے، وہ بائیں طرف والے کا بھی دشمن ہے، اور جو بائیں طرف والے کا دشمن ہے، وہ دہنی طرف والے کا بھی دشمن ہے، اور جو کوئی اِن دونوں فرشتوں کا دشمن ہے، وہ خود خدا کا بھی دشمن ہے! پھر حضرت عمر واپس ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو واقعہ کی اطلاع دیں، مگر جب پہنچے تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت، جو فوراً نازل ہوئی تھی، سنائی من کان عدواللہ وملائکتہ ورسلہ وجبریل ومیکائیل فان اللہ عدو للکافرین اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کے قول و بحث کی تصدیق کی ہے، اور یہ طریق بحث، اہل نظر کے یہاں مقبول و راجح ہے

پھر یوم سقیفہ میں خود صحابہ کا آپس میں مباحثہ ہوا تھا۔ ایک نے دوسرے کی تردید کی یہاں تک کہ حق روشن ہو گیا اور سب نے اسے تسلیم کر لیا۔ پھر حضرت ابو بکر کی بیعت کے بعد مرتدین عرب کے بارے میں طویل بحث ہوئی۔ صحابہ نے حضرت ابو بکر کے مقابلے میں یہ دلیل پیش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "مجھے لڑائی کا حکم دیا گیا ہے، یہاں تک کہ لوگ لا الہ الا اللہ کا اقرار کریں، ایسا کریں تو اُن کی جان و مال محفوظ رہے، مگر یہ کہ شریعت الٰہی کا کوئی حق ہو" اِس پر حضرت ابو بکر نے فرمایا "زکاۃ بھی شریعت الٰہی کا حق ہے۔ بخدا میں ہر اُس آدمی پر جہاد کروں گا جو نماز

اور زکاۃ میں تفریق کرے گا۔ اگر وہ ایک بکری/ ایک اونٹ بھی دینے سے انکار کریں گے، تو لڑوں گا
حضرت عمر اور دوسرے صحابی قائل اور حضرت ابوبکر کی پیروی میں مصروف ہو گئے' اسی طرح ہر شخص
کو چاہیے کہ بحث میں جب حق ظاہر ہو جائے، تو ضد نہ کرے' بلکہ حق کے سامنے فوراً جھک جائے'

اسی طرح عبداللہ بن عباس نے خوارج سے مناظرہ کیا تھا۔ خود ان کا اپنا بیان ہے کہ جب
خارجیوں نے بغاوت کا منصوبہ باندھا تو امیرالمومنین کو خبریں پہونچنے لگیں' مگر آپ یہی فرماتے
رہے' "جب تک بغاوت نہیں کرتے' تعرض نہ کرو" ایک دن میں نے عرض کیا" امیرالمومنین
ظہر کی نماز ذرا تاخیر سے پڑھیے گا۔ میں ان لوگوں سے ملنے جا رہا ہوں" جب میں خارجیوں میں
پہونچا' تو دیکھا' شب بیداری سے اُن کے منہ اترے ہوئے ہیں۔ کثرتِ سجود سے پیشانیاں اور
ہتھیلیاں ایسی کھری ہو چکی ہیں' جیسے اونٹ کے گھٹنے دھوئے ہوئے ہیں پرانے کرتے پہنے
تھے' مجھے دیکھتے ہی چلا اٹھے:

وہ — ابن عباس' کیسے آئے' اور یہ لباس فاخر کیوں؟

میں — اس لباس پر تمہیں کیا اعتراض ہے؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہترین یمنی
کپڑے پہنے دیکھا ہے (پھر میں نے یہ آیت پڑھی "قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج
لعبادہٖ والطیبات من الرزق)

وہ — آپ کس غرض سے آئے ہیں؟

میں — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم (یعنی حضرت علی) اور صحابہ کے پاس سے آ رہا
ہوں' مگر اُن میں سے کوئی ایک بھی تمہاری اس بھیڑ میں مجھے دکھائی نہیں دیتا' حالانکہ اُنھی پر قرآن
اترا اور وہی قرآن کے معانی سب سے زیادہ سمجھنے والے ہیں۔ میں اس لیے آیا ہوں کہ ان کی
بات تمہیں اور تمہاری بات انھیں پہنچاؤں۔

اس پر بعضوں نے کہا" قریش سے بحث نہ کرو' کیونکہ خدا فرما چکا ہے" بل ھم قوم خصمون

---

لہ اے پیغمبر کہو کہ خدا نے زینت اور کھانے پینے کی جو ستھری چیزیں اپنے بندوں کیلئے پیدا کی ہیں انھیں کس نے حرام کیا ہے؟

اور بعضوں نے کہا نہیں، گفتگو کرنا چاہیئے" اس پر تین آدمیوں نے مجھ سے بات چیت شروع کی۔

میں۔ آخر تمہیں امیرالمومنین پر کیا اعتراض ہے؟

وہ۔ ہمارے تین اعتراض ہیں: انھوں نے امر الٰہی میں انسانوں کو حَکم بنایا، حالانکہ خدا فرماتا ہے ان الحکم الا للہ[1]۔

میں۔ اچھا یہ ایک ہوا اور بتاؤ۔

وہ۔ اور یہ کہ انھوں نے جنگ تو کی مگر نہ مال غنیمت حاصل کیا نہ قیدیوں کو لونڈی غلام بنایا حالانکہ حریف اگر مومن تھے، تو ان سے لڑائی ناجائز تھی اگر کافر تھے، تو جنگ کی طرح انھیں لونڈی غلام بنانا بھی جائز تھا۔

میں۔ یہ دو اعتراض ہوئے۔ آگے بڑھو۔

وہ۔ اور انھوں نے اپنے نام سے امیرالمومنین کا لقب مٹا دیا خود ہی بتائیے، وہ امیرالمومنین نہیں تو پھر امیرالکافرین ہیں؟

میں۔ تم کہہ چکے؟ اچھا اگر میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے تمہارے خلاف دلیل پیش کروں، تو رجوع کر لو گے؟

وہ۔ بے شک۔ ہم رجوع کر لیں گے۔

میں۔ تو سنو۔ تمہارا یہ کہنا کہ انھوں نے امر الٰہی میں انسانوں کو حکم بنایا، تو خدا اپنی کتاب میں فرماتا ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا لا تقتلوا الصید وانتم حرم ومن قتلہ منکم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم بہ ذوا عدل منکم[2]" اسی طرح میاں بیوی کے جھگڑے میں فرمایا وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا[3]" ان دونوں معاملوں کا فیصلہ خدا نے انسانوں پر رکھا ہے۔ اب خود ہی بتاؤ، انسانوں کا فیصلہ، مسلمانوں کو خونریزی روکنے اور

---

[1] حکومت صرف خدا ہی کی ہے۔ [2] مسلمانو! جب تم احرام کی حالت میں ہو تو شکار نہ مارو اور جو کوئی تم میں سے جان بوجھ کر شکار مارے گا تو جیسے جانور کو مارا ہے اس کے بدلے چوپاؤں میں سے اسی کے مثل جانور جو تم میں کے دو منصف ٹھہرا دیں، اس کو دینا پڑے گا۔

[3] اگر میاں بیوی میں پھوٹ کا خوف کرو، تو ایک پنچ شوہر کی طرف سے اور ایک پنچ عورت کی طرف سے بھیجو۔

ان میں صلح و آشتی استوار کرنے میں افضل ہے، یا ربع درہم قیمت کے خرگوش کی جان اور ایک عورت کے معاملے میں؟

وہ۔ ہاں واقعی پہلے معاملے میں افضل ہے۔

میں۔ تو تمہارا یہ اعتراض دور ہو گیا۔

وہ۔ بے شک دور ہو گیا۔

میں۔ اب تمہارا یہ کہنا کہ جنگ تو کی، مگر نہ مال غنیمت لیا نہ لونڈی غلام بنائے، تو اپنے دل پر ہاتھ رکھ کے خود ہی کہہ دو، کیا تم اپنی اور سب مسلمانوں کی ماں، عائشہ صدیقہ کو کنیز بنانا پسند کر سکتے ہو؟ اگر کہو، ہاں ہم انھیں کنیز بنا سکتے ہیں اور ان کے ساتھ وہ سب جائز رکھ سکتے ہیں، جو کنیز کے ساتھ جائز ہے، تو یقیناً تم کافر ہو، اور اگر کہو، وہ ہماری ماں ہی نہیں ہیں، تو بھی کفر لازم آتا ہے، کیونکہ خدا انھیں ام المومنین قرار دے چکا ہے۔ دیکھو تمہارے اس اعتراض سے دو گمراہیاں لازم آتی ہیں۔ بتاؤ کیا جواب ہے تمہارے پاس؟ یہ اعتراض بھی اٹھ گیا؟

وہ۔ ہاں بے شک اٹھ گیا۔

میں۔ اور رہ گیا تمہارا یہ کہنا کہ انھوں نے اپنے نام سے امیر المومنین کا لقب ہٹا دیا تھا، تو میں جواب میں ایک ایسا واقعہ پیش کرتا ہوں، جس سے تم انکار نہیں کر سکتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں ابوسفیان اور سہیل بن عمرو کے ساتھ صلح کی تھی۔ صلح نامہ امیر المومنین علی بن ابی طالب نے ہی لکھا تھا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرمایا کہ لکھو "یہ ہے وہ عہد نامہ جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی" تو ابوسفیان اور سہیل نے اعتراض کیا۔ کہنے لگے "ہم آپ کو رسول اللہ نہیں سمجھتے۔ سمجھتے تو یہ جھگڑا ہی کیوں ہوتا!" اس پر رسول اللہ نے فرمایا "خدایا، تو جانتا ہے کہ میں تیرا رسول ہوں۔ اے علی، یہ تحریر مٹا دو اور اس کی جگہ لکھو "یہ ہے وہ عہد نامہ جسے محمد بن عبد اللہ اور ابوسفیان و سہیل بن عمرو نے منظور کیا ہے"

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں، اس مباحثے کا نتیجہ یہ ہوا کہ دو ہزار خارجیوں نے رجوع کر لیا

باقی نے بغاوت کی اور مارے گئے۔

سعید بن فیروز، شعبی، اور دوسرے اصحاب امیر المومنین علی سے مروی ہے کہ جنگِ جمل میں فتح یاب ہونے پر امیر المومنین نے مغلوب لشکر کے ہتھیار لوٹ لینے کی اجازت دے دی، مگر مال و متاع کو ہاتھ لگانے سے منع کیا یہ بات لوگوں کو ناپسند ہوئی اور رِیخ پخ شروع ہو گئے کہ یہ کیسی بات ہے اُن کا خون تو ہمارے لئے مباح تھا، مگر ان کا مال اور عورتیں مباح نہیں! امیر المومنین نے سنا، تو معترضین سے فرمایا "آؤ، ام المومنین عائشہ پر قرعہ ڈالو!" یہ سنکر سب پناہ مانگنے لگے۔ اس طرح امیر المومنین نے ان پر واضح کر دیا کہ ام المومنین عائشہ کی طرح ان کے فرزند مسلمانوں کو بھی لونڈی غلام بنانا جائز نہیں

اسی طرح خوارج کے ساتھ عمر بن عبدالعزیز کا بھی ایک دلچسپ مناظرہ روایت کیا گیا ہے۔ یحییٰ غسانی کا بیان ہے کہ موصل میں خارجیوں نے عَلَم بغاوت ملند کیا تو میں نے امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز کو اطلاع دی حکم آیا "تین مہینے کے لئے التوائے جنگ طے کر دو۔ اپنے چند آدمی یرغمال کے طور پر ان کے پاس بھیج دو۔ اور ان کے چند آدمی ڈاک پر میرے پاس روانہ کرو۔ میں ان سے بحث کروں گا" چنانچہ یہ خارجی دمشق آئے۔ خلیفہ نے عزت و احترام سے اُنھیں اپنا مہمان بنایا اور ایک دن بحث شروع کی۔

خارجی۔ ہمیں معلوم ہے کہ آپ نے اپنے خاندان سے مختلف مسلک اختیار کیا ہے، مگر انھیں ظالم و بدکار سمجھنے پر بھی نہ ان پر لعنت کی ہے نہ ان سے اپنی برات کا اعلان کیا ہے حالانکہ صاف ظاہر ہے کہ وہ لوگ حق پر تھے یا باطل پر۔ حق پر تھے تو آپ انھیں ظالم نہیں کہہ سکتے۔ باطل پر تھے تو ان پر لعنت بھیجنا اور ان سے برأت کا اعلان کرنا بھی ضروری ہے آپ یہ منظور کریں، پھر ہم میں کوئی جھگڑا نہیں ورنہ تلوار فیصلہ کرے گی!

عمر۔ میں خوب جانتا ہوں کہ تم نے اپنے گھر بار سے، عزیز پیاروں سے، راحت و اطمینان سے محض اس لئے منہ موڑا اور جنگ کی ہولناکیوں کا صرف اس لئے خیر مقدم کیا ہے کہ اپنے آپ کو سچے دل سے حق پر سمجھتے ہو، لیکن یہ تمہاری غلطی ہے۔ نادانستہ حق سے دور جا پڑے ہو تباؤ

دین کے احکام سب کے لئے ایک ہیں، یا الگ الگ ہیں؟

خارجی۔ دین ایک ہی ہے اور اُس کے احکام بھی سب کے لئے یکساں ہیں۔

عمر۔ اگر دین سب کیلئے ایک ہی ہے، تو کیا جو کچھ تمہارے لئے جائز ہے، میرے لئے ناجائز ہو سکتا ہے؟

خارجی۔ ہرگز نہیں جو کچھ ہمارے لئے جائز یا ناجائز ہے، وہی آپ کے لئے بھی ہے۔

عمر۔ اگر یہی بات ہے، تو بتاؤ، ابو بکر صدیق اور عمر فاروق کو کیا سمجھتے ہو؟

خارجی۔ ابو بکر اور عمر، ہمارے افضل ترین بزرگ ہیں۔

عمر۔ مگر کیا تم نے نہیں سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب عرب مرتد ہو گئے، تو ابو بکر نے اُن سے جنگ کی تھی۔ اُن کے مَردوں کو قتل کیا تھا اور عورتوں بچوں کو لونڈی غلام بنا لیا تھا؟

خارجی۔ ٹھیک ہے۔ ہمیں معلوم ہے۔

عمر۔ لیکن ابو بکر کی وفات کے بعد عمر نے اِن مرتدوں کے بچے اور عورتیں واپس کر دیں یہ ہوا تھا یا نہیں؟

خارجی۔ ہوا تھا۔

عمر۔ تو بتاؤ، اِس کارروائی کے بعد عمر نے ابو بکر کو لعنت کی تھی اور اُن سے اپنی برارت کا اظہار کیا تھا؟

خارجی۔ نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔

عمر۔ تو مختلف مسلک رکھنے پر بھی تم ابو بکر اور عمر، دونوں کو اچھا سمجھتے ہو؟

خارجی۔ ہاں، بے شک۔

عمر۔ اور بلال بن مرداس کے بارے میں کیا خیال ہے؟

خارجی۔ بلال ہمارے ایک بہت بڑے بزرگ ہیں۔

عمر۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ بلال خونریزی سے بیزار تھے، لیکن اُن کے ساتھیوں نے مانا

اور خون سے ہاتھ رنگ لئے گیا اِن دونوں نے ایک دوسرے سے برارت کا اعلان کیا تھا، یا ایک نے دوسرے کو ملعون ٹھہرایا تھا؟

خارجی۔ نہیں۔

عمر۔ اِس کے باوجود تم دونوں کو اچھا ہی مانتے ہو؟

خارجی۔ بے شک۔

عمر۔ اور عبداللہ بن وہب راسی کو کیا سمجھتے ہو؟ عبداللہ بصرے سے کوفے روانہ ہوا رستے میں عبداللہ بن خباب کو اس نے قتل کیا۔ ان کے گھر کی لڑکی کا پیٹ پھاڑا۔ بنی قطیعہ پر حملہ کر کے تمام مردوں کو مار ڈالا۔ گھر لوٹ لئے۔ بچوں کو کڑاہی میں ڈال کر بھون ڈالا اور اپنی دلیل میں یہ آیت پیش کی" انک ان تذرھم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجرا کفارا[1]" پھر کوفے پہنچا، جہاں اُس کے ساتھی خونریزی سے ہاتھ روکے ہوئے تھے بتاؤ اِن دونوں گروہوں نے ایک دوسرے سے برارت ظاہر کی تھی یا تلاعن سے کام لیا تھا؟

خارجی۔ اس قسم کی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔

عمر۔ اِس کے باوجود تمہارے نزدیک دونوں اچھے ہیں۔

خارجی۔ یقیناً۔

عمر۔ تو یہ تمام لوگ جنھوں نے مختلف راہیں اختیار کیں، آپس میں نہ لعنت کی، نہ اظہار برارت ہی کیا، تمہارے نزدیک مومن ہیں اور ان کے مسلک جائز و مستحسن ہیں۔ دین نے اِن لوگوں کیلئے تو یہ سب جائز رکھا ہے لیکن میرے لئے اِسی قدر نہیں کہ جائز نہیں رکھا، بلکہ ضروری ٹھہرایا ہے کہ اپنے خاندان سے الگ راہ چلا ہوں، تو اُسے لعنت بھی کروں۔ یہ کیسا اندھیر ہے کہ جو بات دوسروں کے لئے بالکل جائز ہے وہی میرے لئے بالکل ناجائز بن گئی ہے!

---

[1] اگر تو اِن کو رہنے دے گا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ ہی کریں گے اور ان کی نسل بھی بدکار اور کٹر کافر ہی ہو گی۔

پھر یہ بھی تو بتاؤ کہ لعنت کرنا کیا بندوں پر فرض ہے۔

خارجی۔ بے شک فرض ہے۔

عمر۔ فرض ہے، تو ضرور تم نے فرعون کو لعنت کی ہوگی۔ بتاؤ یہ واقعہ کب پیش آیا تھا؟

خارجی۔ یاد نہیں کب کی تھی۔

عمر۔ تو یہ فرعون، جو کفر و ظلم کا اتنا بڑا امام ہے، اسے تم نے، یاد بھی نہیں، کب لعنت کی تھی! تمہارے لئے تو شریعت نے یہ جائز قرار دیا ہے، مگر میرے لئے شریعت نے جائز نہیں رکھا کہ اپنے خاندان پر لعنت کئے بغیر زندہ رہوں!

اس مباحثے کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے خارجی، گمرہی سے باز آ گئے۔

ابو عمر کہتے ہیں، یہ عمر بن عبدالعزیز وہی ہیں، جو دین میں مباحثے و مناظرے کے سخت مخالف تھے اور فرمایا کرتے تھے "جس نے اپنے دین کو حجت و تکرار کا نشانہ بنایا، اس کے دین میں ضرور تلوّن پیدا ہو جائے گا" مگر جب مجبور ہوئے اور دیکھا کہ بحث سے نفع کی امید ہے، تو مباحثہ کیا اور غالب رہے، کیونکہ علم میں بلند مقام کے مالک تھے۔

بعض علماء کا قول ہے "ہر مناظر، عالم ہے، لیکن ہر عالم، مناظر نہیں" یہ اس لئے کہ ہر عالم کے ذہن میں دلائل ہمیشہ محفوظ نہیں رہتے۔ پھر ہر عالم، حاضر جواب نہیں ہوتا کہ حریف کو برجستہ دنداں شکن جواب دے سکے۔ علم کے ساتھ قوتِ بحث و استدلال اور حاضر جوابی، بہت بڑی نعمت ہے۔ خدا جس کو اس نعمت سے نوازتا ہے، درحقیقت وہی سب سے بڑا عالم ہے اور اُس کی صحبت نہایت مفید ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ امام مزنی سے ایک شخص نے فقہ میں بحث کی۔ امام مزنی نے ایک مسئلے کے متعلق پوچھا "یہ تم کہاں سے اور کیسے کہتے ہو؟" اس شخص نے جواب دیا۔ حضرت میں لمّی نہیں ہوں امام مزنی فوراً کہنے لگے "لمّی نہیں ہو، تو عمی ہو۱؎"

---

۱؎ لمی، چناچنیں، کیوں کیا کرنے والا۔ عمی، اندھا۔

عباس بن عبدالعزیز کا بیان ہے کہ میں ایک دن امام احمد بن حنبل کی خدمت میں حاضر تھا کہ علی بن المدینی سواری پر آ پہنچے اور ایک مسئلے پر بحث چھڑ گئی۔ بحث اتنی بڑھی اور آوازیں اس قدر اونچی ہوگئیں کہ میں ڈرا جھگڑا ہو جائے گا، لیکن جب علی رخصت ہونے لگے، تو امام احمد نے بڑھ کر ان کی رکاب اپنے ہاتھ سے تھام لی اور بڑی عزت سے سوار کیا! بحث اس بارے میں تھی کہ امام احمد ان تمام صحابیوں کو، جو بدر و حدیبیہ میں شریک تھے یا جنھیں کسی حدیث مرفوع میں جنت کی بشارت دی گئی ہے، آپس کی خونریزی کے باوجود، جنتی بتاتے تھے، لیکن علی بن المدینی اس کے خلاف تھے اور اس سلسلے کی کسی حدیث کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔

صحابہ و تابعین اور بعد کے علماء میں شرعی احکام کے متعلق بڑی بحثیں رہی ہیں جنھیں اس کتاب میں سمیٹنا ممکن نہیں، چنانچہ مکاتب غلام کے متعلق حضرت زید بن ثابت اور حضرت علی میں بحث ہوئی۔ حضرت زید نے کہا "اگر مکاتب، زنا کا مرتکب ہو۔ تو کیا آپ اسے سنگسار کر دیں گے؟" حضرت علی نے انکار کیا، تو حضرت زید نے کہا "تو پھر وہ غلام ہی ہے"

اسی طرح سلیمان بن یسار اور عکرمہ میں بحث ہوئی کہ اگر ایسی حاملہ کو شوہر نے طلاق دیدی ہے، جس کے پیٹ میں جڑواں بچے ہیں۔ ایک پیدا ہوگیا ہے، دوسرا پیٹ ہی میں باقی ہے، تو سلیمان کہتے تھے کہ شوہر رجوع کر سکتا ہے اور عکرمہ کہتے تھے، رجوع نہیں کر سکتا، کیونکہ عورت کے بچہ ہو چکا ہے۔ آخر سلیمان نے کہا "کیا ایسی حالت میں عورت نیا نکاح کر سکتی ہے؟" عکرمہ نے کہا نہیں سلیمان فوراً پکار اٹھے "دیکھو، غلام (عکرمہ) چت ہوگیا!"

اسی طرح میراث کے ایک مسئلے میں حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عباس میں مباحثہ ہوا۔ حضرت ابن عباس نے کہا "زید کو خدا سے ڈرنا چاہیے، کہ پوتے کو تو میراث میں بیٹے کی جگہ دیتے ہیں اور دادا کو باپ کی جگہ نہیں دیتے۔ اگر وہ چاہیں تو مجھ سے اس مسئلے پر حجر اسود کے سامنے مباہلہ کر لیں!"

غرض اس قسم کے بے شمار مناظرے سلف صالحین سے مروی ہیں۔ قرآن حکیم میں ہے "فلم تحاجون فیما لیس لکم بہ علم"[1] اس آیت میں دلیل ہے کہ علم کے ساتھ احتجاج و استدلال مباح ہے۔

عمر بن عبدالعزیز کا مقولہ ہے "جو کوئی علم کے ساتھ مناظرہ کرتا ہے، اپنے علم میں اضافہ کرتا ہے"

قاسم بن سلام کا قول ہے "بہت سے فنون جاننے والے مجھ سے بحث کرتے ہیں، تو میں غالب آجاتا ہوں، لیکن جب ایک فن کے ماہر سے سابقہ پڑتا ہے، تو مجھی کو شکست ہوتی ہے"

محمد بن عبداللہ بن حکم کا بیان ہے "امام شافعی، مناظرے کے وقت خونخوار شیر کی طرح ہیبت ناک نظر آتے تھے"

(۱) پھر تم ایسی بات میں بحث کیوں کرتے ہو، جس کا تمہیں کوئی علم نہیں۔

# باب

## تقلید و اتباع

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب حمید میں جا بجا تقلید کی مذمت فرمائی ہے: ارشاد ہوا ہے۔

اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ — انھوں نے خدا کو چھوڑ کر احبار و رہبان کو اپنا رب بنا لیا۔

حضرت حذیفہ اور دوسرے صحابہ سے مروی ہے کہ آیت کا مطلب یہ نہیں کہ یہود و نصاریٰ اپنے احبار و رہبان کی پرستش کرنے لگے تھے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ احبار و رہبان نے جس چیز کو حلال کہہ دیا، انھوں نے حلال مان لیا اور جسے حرام بتا دیا اسے حرام سمجھنے لگے۔

حضرت عدی بن حاتم سے مروی ہے کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو عیسائی تھا اور میرے گلے میں صلیب پڑی ہوئی تھی۔ حضور نے دیکھ کر فرمایا "عدی! اس بت کو اپنے گلے سے اتار پھینک!" اس وقت آپ سورۂ براءۃ تلاوت کر رہے تھے۔ جب یہ آیت آئی "اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ" تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے ان لوگوں کو کبھی ارباب نہیں بنایا۔ فرمایا "مگر کیا یہ واقعہ نہیں کہ خدا نے جو چیز حرام کی ہے اسے یہ لوگ تمہارے لئے حلال کر دیتے ہیں اور تم حلال سمجھنے لگتے ہو، اور خدا نے جو چیز حلال قرار دی ہے، اسے یہ لوگ حرام کر دیتے ہیں اور تم حرام سمجھنے لگتے ہو؟" میں نے اقرار کیا کہ بے شک واقعہ یہی ہے، تو فرمایا "یہی فعل ان کی پرستش ہے"

ابو البختری نے آیت کی تفسیر میں کہا "اگر احبار و رہبان اپنے معتقدوں سے کہتے کہ خدا کو چھوڑ کر ہماری پوجا کرنے لگو، تو ہرگز نہ مانتے، لیکن انھوں نے حلال کو حرام، اور حرام کو حلال بتایا اور معتقدوں نے مان لیا۔ اسی فعل کو خدا نے احبار و رہبان کی پرستش قرار دیا ہے۔

قرآن میں ہے:

| | |
|---|---|
| وکذالک ما ارسلنا قبلک فی قریۃ | اور اے پیغمبر اسی طرح ہم نے تم سے پہلے |
| من نذیر الا قال مترفوھا انا | جب کبھی کوئی پیغمبر کسی آبادی میں بھیجا تو وہاں |
| وجدنا آبائنا علی امۃ وانا | کے آسودہ لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ |
| علی آثارھم مقتدون قال | دادوں کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم ان کے |
| اولو جئتکم باھدی مما وجدتم | قدم بقدم چل رہے ہیں اس پر پیغمبر نے کہا کہ اگر میں |
| علیہ آباءکم | تمہارے باپ دادوں سے کہیں سیدھے رستے کو لیکر آیا ہوں |

اس آیت میں باپ دادا کی اندھی تقلید سے منع کیا گیا ہے مگر گمراہوں نے نہ مانا اور صاف کہہ دیا:-

| | |
|---|---|
| انا بما ارسلتم بہ کافرون! | جو کچھ بھی ہو ہم تمہارے پیغام کو ماننے والے نہیں |

ایسے ہی لوگوں کے حق میں خدا فرماتا ہے:

| | |
|---|---|
| ان شر الدواب عند اللہ الصم | خدا کے نزدیک بدترین حیوانات بہرے |
| البکم الذین لا یعقلون | گونگے ہیں، جو کچھ نہیں سمجھتے۔ |

اور فرمایا:

| | |
|---|---|
| اذ تبرأ الذین اتبعوا من الذین | اس وقت پیشوا اپنے پیرووں سے دست بردار |
| اتبعوا ورا و العذاب وتقطعت | ہوجائیں گے اور عذاب آنکھوں سے دیکھ لیں گے |
| بھم الاسباب وقال الذین | اور ان کے آپس کے تعلقات ٹوٹ جائیں گے اور |
| اتبعوا لو ان لنا کرۃ فنتبرأ منھم | پیرو چلا اٹھینگے کہ اے کاش ہم کو ایک دفعہ پھر دنیا |
| کما تبرؤا منا کذلک یریھم اللہ | میں لوٹ جانا ملے تو جیسے یہ پیشوا ہم سے بری الذمہ |
| اعمالھم حسرات علیھم۔ | ہوگئے ہیں اسی طرح ہم بھی ان سے بری الذمہ ہوجائیں |
| | اسی طرح خدا ان کے اعمال ان کے آگے لائیگا کہ |

حسرتیں ہی حسرتیں

اور اہل کفر کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

ما ھذہ التماثیل التی انتم علیھا عاکفون قالوا وجدنا اٰباءنا کذلک یفعلون۔

یہ مورتیاں کیا ہیں جن پر تم جھکے پڑے ہو؟ کہنے لگے ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایسا ہی کرتے پایا ہے۔

اور ان نادانوں کا بروز حساب یہ حسرت بھرا قول نقل کیا ہے:

ربنا انا اطعنا سادتنا وکبرائنا فاضلونا السبیلا۔

اے پروردگار، ہم نے سرداروں اور بڑوں کا کہا مانا تھا اور انھوں نے ہمیں گمراہ کردیا۔

قرآن میں ایسی آیتیں بکثرت ہیں جن میں باپ دادوں اور سرداروں کی اندھی تقلید کو مذموم قرار دیا گیا ہے۔ علمائے حق نے انہی آیات سے ابطالِ تقلید پر احتجاج کیا ہے، اور جن لوگوں کے حق میں وہ نازل ہوئی ہیں، ان کے کفر کو مانع احتجاج نہیں سمجھا، کیونکہ تشبیہ، کفر و ایمان کی بنا پر نہیں ہے، بلکہ نفس تقلید کی مذمت کی گئی ہے، چاہے کسی حالت میں ہو۔ بلاشبہ تقلید کے مراتب مختلف ہیں، اور اسی اختلاف کے اعتبار سے اس فعل کے درجے بھی مختلف ہو گئے ہیں۔

پس جب تقلید باطل ہے، تو اصولِ دین کی طرف رجوع کرنا واجب ہوا، اور اصول دین صرف کتاب و سنت ہیں یا جو ان کے معنی میں دلیل جامع کے ساتھ ہو۔

عمرو بن عوف مزنی سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے اپنے بعد اس امت پر تین چیزوں سے اندیشہ ہے۔ عالم کی ٹھوکر سے، حاکم کے ظلم سے، اور اُس گمراہی سے جس کی پیروی کر لی جائے"

اور فرمایا "تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، جب تک انھیں مضبوطی سے تھامے رہو گے گمراہ نہ ہو گے۔ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ"

حضرت عمر کا مقولہ ہے "تین چیزیں دین کو ڈھا دینے والی ہیں: عالم کی ٹھوکر، قرآن کو لے کر منافق کی بحث، اور گمراہ کرنے والا امام"

حضرت معاذ بن جبل اپنے حلقے میں روز فرمایا کرتے تھے "خدا منصف حاکم ہے۔ شک

کرنے والے ہلاک ہو گئے۔ تمہارے پیچھے بڑے بڑے فتنے ہیں۔ مال کی بہتات ہوگی، قرآن عام ہو جائے گا، حتیٰ کہ مومن، منافق، عورتیں، بچے، کالے گورے سب پڑھنے لگیں گے۔ پھر کہنے والا کہے گا، میں قرآن کو پڑھ گیا مگر جب تک نیا قرآن ایجاد نہ کردوں میری پیروی نہیں کی جائیگی لہٰذا اے لوگو بدعتوں سے بچو، کیونکہ ہر بدعت، ضلالت ہے، حکمت رکھنے والے دانا کی گمراہی سے بچو شیطان کبھی دانا کی زبان سے بھی گمراہی کا کلمہ بولتا ہے اور کبھی منافق کی زبان پر بھی حق کو جاری کر دیتا ہے۔ تم ہمیشہ حق کو قبول کرو، چاہے کسی کے پاس سے ہو۔ حق کا اپنا نور ہوتا ہے اور تم اسے پہچان سکتے ہو" لوگوں نے سوال کیا" دانا کی گمراہی کیا ہے؟ فرمایا" اس گمراہی کی... شناخت یہ ہے کہ ایسی بات کہے جو تمہیں حیرت میں ڈال دے، اور سنتے ہی تمہارے منہ سے نکل جائے، ارے یہ کیا؟ لہٰذا دانا کی گمراہی سے بچتے رہو، مگر یہ چیز تمہیں اس شخص سے بیزار نہ کر دے، کیونکہ اس کا حق کی طرف جلد ہی رجوع کر لینا ممکن ہے۔ علم اور ایمان، قیامت تک قائم ہیں، جو ان کی جستجو کرے گا، پا جائے گا"

عبید اللہ بن سلمہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت معاذ نے ایک مجمع کو مخاطب کرکے فرمایا" اے عرب! تم تین چیزوں کے مقابلے میں کیا کرو گے" دنیا جو تمہاری گردنیں کاٹیگی، عالم کی ٹھوکر، اور قرآن کو لے کر منافق کی بحث؟ سب خاموش رہے۔ کسی سے جواب نہ بن پڑا تو خود ہی جواب دیا" عالم اگر ہدایت پر استوار ہے، تو بھی اپنا دین اس کی تقلید کے حوالے نہ کرنا اگر فتنے میں پڑ جائے، تو بھی اس سے بیزار نہ ہونا، کیونکہ مومن کو فتنہ پیش آسکتا ہے، مگر وہ اس سے نکل بھی آتا ہے، اور قرآن، تو قرآن کا ویسا ہی مینار ہے، جیسے مینار، روشنی کے لئے شاہراہ پر ہوتے ہیں اور سب کو صاف نظر آتے ہیں۔ تم قرآن میں سے جو کچھ جان لینا، اس کی بابت کسی سے سوال نہ کرنا اور جس میں شک لاحق ہو، اس کو کسی عالم کے حوالے کر دینا۔ اب رہی دنیا، تو خدا نے جس کے دل میں آسودگی رکھ دی ہے، وہ کامیاب ہوگا اور جو اس نعمت سے محروم ہے، اسے دنیا ذرا فائدہ نہ پہنچا سکے گی"

ابوعمر کہتے ہیں، حکماء نے عالم کی ٹھوکر کو ٹوٹی ہوئی کشتی سے تشبیہ دی ہے، کیونکہ جس طرح کشتی اپنے مسافروں کو لے ڈوبتی ہے، اسی طرح عالم بہت سی مخلوق کو ساتھ لے کر گمراہ ہوتا ہے۔ پس جب یہ ثابت ہے اور واقعہ و مشاہدہ کہ عالم ٹھوکر کھاتا ہے، غلطی کر جاتا ہے، تو پھر کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ عالم ایسے قول پر چلے یا فتویٰ دے، جس کی صحت و حقیقت سے پوری طرح آگاہ نہیں؟

حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا "عالم کی ٹھوکر، پیروی کرنے والوں کے لئے ہلاکت ہے" سوال کیا گیا، یہ کیسے؟ فرمایا:

"عالم اپنی رائے سے آج ایک بات کہتا ہے اور کل زیادہ بڑے عالم سنت سے سن کر اپنے پہلے قول سے رجوع کر لیتا ہے، مگر پیرو اس کے پہلے ہی قول پر چلتے رہتے ہیں"

کمیل بن زیاد نخعی سے حضرت علی کی یہ گفتگو مشہور و معروف ہے "اے کمیل! یہ دل ظروف کی مانند ہیں۔ ان میں زیادہ اچھا وہی ہے جو نیکی کیلئے زیادہ گہرا ہے۔ آدمی تین قسم کے ہیں: عالم ربانی، نجات کی نیت رکھنے والا متعلم، اور باقی سب لوگ ہر آواز کے پیچھے دوڑنے والے بے وقوف، اجڈ، اوباش ہیں۔ نہ علم سے روشنی حاصل کر چکے ہیں نہ کسی مستحکم بنیاد پر استوار ہیں پھر فرمایا "یہاں بڑا علم ہے" اور اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا، "کاش مجھے حامل علم مل جاتے ذہین و طباع لوگ ملتے تو ہیں، مگر غیر معتبر ہیں۔ دین کو دنیا کے لئے استعمال کرتے ہیں خدا کی حجتوں سے اس کی کتاب پر غالب آنا چاہتے ہیں۔ خدا کی نعمتوں کو لے کر اس کی نافرمانیوں میں پیش قدمی کرتے ہیں۔ اُس حامل حق کیلئے ہلاکت ہے، جو بصیرت نہیں رکھتا ادنیٰ شبہ بھی اس کے دل میں شک کو جگا دیتا ہے۔ نہیں جانتا، حق کہاں ہے؟ بولتا ہے تو غلطی کرتا ہے، اور غلطی کرتا ہے تو احساس غلطی سے خالی ہوتا ہے۔ ہر اس چیز پر فریفتہ رہتا ہے، جس کی حقیقت سے بے خبر ہے۔ ہر فتنے میں پڑنے والے کے لئے فتنہ ہے۔ سراسر بھلائی یہ ہے کہ آدمی کو خدا کی طرف سے معرفت دین حاصل ہو جائے۔ انسان کیلئے یہ جہالت بس کرتی ہے کہ اپنا دین نہ جانتا ہو"

حارث اعور سے روایت ہے کہ امیرالمومنین علی سے ایک مسئلہ پوچھا گیا، مگر آپ نے جواب نہیں دیا اور جلدی سے اندر چلے گئے، پھر جوتا پہنے، چادر اوڑھے مسکراتے ہوئے برآمد ہوئے، عرض کیا گیا "آپ کی اس وقت کیا حالت ہو گی تھی، حالانکہ جب بھی مسئلہ پوچھا جاتا تھا آپ تپائے ہوئے سکّے کی طرح نظر آیا کرتے تھے؟" فرمایا "مجھے بیت الخلا جانے کی ضرورت تھی، اس آدمی کی کوئی رائے نہیں، جو گرانی محسوس کرتا ہو" پھر یہ شعر پڑھے:

اذا المشکلات تصدین لی — کشفت حقائقها بالنظر

(جب مشکلات میرے سامنے آتی ہیں، تو اپنی عقل سے اُن کے حقائق کھول کر رکھ دیتا ہوں)

فان برقت فی مخیل الصوا — ب عمیاء لا یجتلیها البصر

(اور اگر فکر کی بدلی میں اس طرح چمکتی ہیں کہ آنکھ تمیز نہیں کر پاتی)

مقنعة بغیوب الامو — ر وضعت علیها صحیح الفکر

(شکوک کے پردوں میں چھپی ہوتی ہے تو میری فکرِ صحیح انھیں بے نقاب کر دیتی ہے)

لسانا کشقشقة الارحبی — او کالحسام الیمانی الذکر

(میری زبان، فصاحت سے دراز ہے اور یمنی تلوار کی طرح رواں ہے)

وقلبا اذا استنطقته الفنو — ن ابر علیها بواکا درر

(میرا قلب، دلائل کی موسلا دھار بارش کر کے فنی مسائل پر غالب آ جاتا ہے)

ولست بامعة فی الرجا — ل یسائل هذا وذا ما الخبر

(میں بھولا نہیں ہوں جو اِس سے اُس سے پوچھتا پھرتا ہے، کیا خبر ہے؟)

ولکنی مذرب الاصغرین — ابین مع ما مضی ما غبر

(لیکن میرا دل اور میری زبان دونوں تیز ہیں اور کشفِ حقائق کرتے رہتے ہیں)

حضرت امیرالمومنین ہی کا ارشاد ہے "خبردار، لوگوں کی تقلید نہ کرنا، کیونکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی جنتیوں کے عمل کرتا رہتا ہے، پھر حالت بدل جاتی ہے اور دوزخیوں کے عمل کرنے لگتا ہے

ادر مرتا ہے تو دوزخی مرتا ہے اسیطرح کبھی آدمی دوزخیوں کے کام کرتا ہے پھر حالت بدل جاتی ہے اور جنتیوں کے کام کرنے لگتا ہے اور مرتا ہے تو جنتی مرتا ہے۔ انسانوں کی پیروی کرنا ہی ہو تو زندوں کی نہیں مُردوں کی کرو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرمایا کرتے تھے "دیکھو کوئی کسی کی تقلید نہ کرے کہ وہ ایمان لائے تو خود بھی ایمان لائے اور وہ کفر کرنے لگ جائے برائی میں نمونہ بننا اور بنانا جائز نہیں۔"

ہم اپنی اس کتاب میں یہ حدیث روایت کر آئے ہیں کہ "علماء چلے جائیں گے اور لوگ بے علم سرداروں کے پیچھے لگ جائیں گے۔ ان سے سوال کیا جائے گا اور وہ بغیر علم کے جواب دینگے اس طرح خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے"

یہ تمام باتیں تقلید کا ابطال کرتی ہیں۔ کاش انہیں کوئی سمجھے اور خدا سے ہدایت کی توفیق پا جائے!

سفیان بن عیینہ کا بیان ہے کہ ایک دن ربیعہ منہ پر کپڑا ڈال کر رونے لگے پوچھا گیا "آپ روتے کیوں ہیں؟" فرمایا "کھلی ہوئی ریا اور چھپی ہوئی شہوت کی وجہ سے لوگ اپنے علماء کے سامنے ایسے ہیں، جیسے بچے اپنی ماں کی گود میں کہ روکے جاتے ہیں تو رک جاتے ہیں جو حکم دیا جاتا ہے تو تعمیل کرتے ہیں"

ایوب کا مقولہ ہے "تم اپنے معلم کی غلطی جان نہیں سکتے، جب تک دوسرے عالم کی صحبت میں بھی نہ بیٹھو"

عبیداللہ بن معتمر کا قول ہے "ایک جانور جو ہانکا جاتا ہے اور ایک انسان جو تقلید کرتا ہے، دونوں برابر ہیں"

ابو عمر کہتے ہیں "لیکن یہ سب اُن لوگوں کے لئے ہے جو عوام نہیں ہیں۔ عوام تو اپنے علماء کی تقلید پر مجبور ہیں۔ علماء کا اتفاق ہو چکا ہے کہ عوام پر اپنے علماء کی تقلید واجب ہے، اور یہ کہ اس آیت کریمہ سے عوام ہی مقصود ہیں "فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون[1]" ساتھ ہی تمام علماء اس

[1] اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھو۔

پر بھی متفق ہیں کہ عوام کیلئے فتویٰ دینا جائز نہیں کیونکہ عوام اُن معانی و علوم سے بے خبر ہیں جن سے حلال و حرام کے احکام معلوم ہوتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو کوئی میری طرف ایسی بات منسوب کرتا ہے، جو میں نے نہیں کہی، اسے چاہیئے کہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنالے جس کسی نے اپنے بھائی کو جان بوجھ کر غلط مشورہ دیا، وہ خیانت کا مجرم ہوگیا۔ جس نے تحقیق کے بغیر فتویٰ دیا فتوے کا گناہ اُس کے ذمے رہے گا"

فقہاء و اہل نظر کی ایک جماعت نے عقلی دلائل سے بھی مقلدوں کی تردید کی ہے۔

ابو عمر کہتے ہیں، اِس بارے میں سب سے بہتر تقریر جو میری نظر سے گزری ہے، وہ امام مزنی کی ہے فرماتے ہیں "تقلیداً فتویٰ دینے والے سے ہمارا سوال ہے کہ تم نے کسی دلیل سے فتویٰ دیا ہے یا بے دلیل ہی دے دیا ہے؟ اگر دلیل سے دیا ہے، تو تم نے تقلید نہیں کی، کیونکہ دلیل سے کام لینا، اجتہاد ہے، تقلید نہیں، لیکن اگر بے دلیل فتویٰ دیا ہے، تو بتاؤ کس حق سے تم نے مسلمانوں کا خون بہایا؟ نکاح کے رشتے جوڑے؟...... حالانکہ بغیر دلیل کے ایسا کرنا خدا حرام دے چکا ہے فرمایا "ھل عندکم من سلطان بھذا[1]؟؟"

"اگر مقلد کہے، مجھے یقین ہے کہ فتویٰ درست ہے اور میں نے ایک بڑے عالم کی تقلید کی ہے۔ یہ عالم کوئی بات بے دلیل نہیں کہتا ضرور اِس خاص مسئلے میں بھی اُس کے پاس کوئی دلیل ہوگی، اگرچہ مجھے نہیں ملی، تو ہم کہیں گے، اگر حسن ظن کی وجہ سے اس عالم کی تقلید جائز سمجھتے ہو کہ اس کے پاس کوئی دلیل ہوگی، تو اس عالم کے معلّم کی تقلید بدرجۂ اولیٰ جائز ہونا چاہیئے، کیونکہ اُسکے حق میں بھی یہی حسن ظن ہے کہ ہر بات دلیل سے کہتا ہوگا۔ اگر کہے ہاں یہ ٹھیک ہے، تو ضروری ہوجائے گا کہ اپنے عالم کی تقلید چھوڑ کر اس کے معلّم کی تقلید شروع کردے۔ پھر اُسے بھی چھوڑ کر

[1] اس کی کوئی دلیل ہے تمہارے پاس؟

اور پرانے معلم کی تقلید اختیار کرے یہاں تک کہ یہ معاملہ یوں ہی آگے بڑھتے بڑھتے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچ جائے گا۔ لیکن اگر وہ صحابہ کی تقلید سے انکار کرے تو اس کا حسن ظن بھی باطل ہو جائے گا اور ہم اس سے کہیں گے کہ یہ تناقض کیوں؟ تم کم درجے اور کم علم لوگوں کی تقلید تو جائز رکھتے ہو، مگر بلند درجے اور زیادہ علم والوں کی تقلید جائز نہیں رکھتے؟ اگر جواب دے کہ میرا عالم گو چھوٹا ہے، لیکن اکابر کا علم حاصل کر کے اس میں اپنے علم کا بھی اضافہ کر چکا ہے، اس لئے اپنے قول و فعل میں ان سے زیادہ بصیرت رکھتا ہے، تو ہم کہیں گے اگر یہ ٹھیک ہو تو یہی بات تمہارے علم کے شاگرد بلکہ خود تمہارے حق میں بھی صادق آتی ہے۔ تم نے بھی اپنے عالم کا علم حاصل کیا، اگلوں کے علم سے بھی دامن بھرا اور اس سب میں خود اپنے علم کا بھی اضافہ کیا لہذا تمہاری بصیرت اُن سب سے زیادہ ہے، اور تمہیں خود اپنی تقلید کرنا چاہیئے۔ اگر وہ شخص یہ بات تسلیم کرے، تو مطلب یہ ہو گا کہ بڑوں کے مقابلے میں چھوٹوں کی تقلید اولیٰ ہے، اور ظاہر ہے وہ اسے کبھی تسلیم نہیں کرے گا۔"

ابو عمر کہتے ہیں، اہل علم و نظر نے علم کی تعریف یہ کی ہے کہ معلوم کو اس کی اصلی صورت میں جاننا، پس جو شخص کسی چیز کو جان جاتا ہے، تو وہ اس چیز کا عالم ہے۔ اسی بنا پر علماء کا فیصلہ ہے کہ مقلد عالم نہیں ہے، کیونکہ وہ علم کے ساتھ کوئی حکم نہیں لگاتا، بلکہ دوسروں کی کہی ہوئی باتیں بے دلیل کہنے لگتا ہے۔

ابو عبداللہ بن خویز منداد بصری مالکی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے "شریعت میں تقلید کے معنی یہ ہیں کہ ایسے قول کو مان لیا جائے، جس کی صحت پر کوئی دلیل معلوم نہیں، حالانکہ شریعت اس سے منع کرتی ہے۔ برخلاف اس کے اتباع یہ ہے کہ ایسے قول کو مانا جائے، جس کی دلیل بھی معلوم کر لی گئی ہے۔ تم جب کسی کے قول کی بغیر دلیل پیروی کرتے ہو، تو اس کے مقلد ہو اور تقلید دین الٰہی میں درست نہیں، لیکن جس قول کی دلیل کے ساتھ پیروی کرتے ہو، تو اس کے متبع ہو، اور اتباع دین الٰہی میں درست ہے"

محمد بن حارث کا بیان ہے کہ امام مالک، عبدالعزیز بن ابی سلمہ، محمد بن ابراہیم بن دینار وغیرہ علماء ابن ہرمز کے حلقے میں بیٹھا کرتے تھے مالک اور عبدالعزیز سوال کرتے، تو ابن ہرمز جواب دیتے، لیکن ابن دینار اور ان کے ساتھیوں کے کسی سوال کا جواب نہ دیتے۔ ابن دینار کو یہ بات بری لگی اور ایک دن ابن ہرمز سے تنہائی میں کہنے لگے "آپ میرے ساتھ وہ برتاؤ کر رہے ہیں، جو ہرگز روا نہیں" ابن ہرمز نے کہا "برادرزادے وہ کیا برتاؤ ہے؟"

ابن دینار نے کہا "آپ مالک اور عبدالعزیز کے سوالوں کا تو جواب دیتے ہیں، مگر میری اور میرے ساتھیوں کی پروا ہی نہیں کرتے۔ ابن ہرمز نے کہا "بھتیجے، کیا تمہیں اس سے رنج پہونچا ہے؟" ابن دینار نے کہا "بے شک رنج کی بات ہی ہے۔ اس پر ابن ہرمز نے فرمایا "سچی بات یہ ہے کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ میری ہڈیاں کھوکھلی ہو گئی ہیں۔ اندیشہ ہے عقل کی بھی وہی حالت نہ ہو گئی ہو، جو جسم کی ہو رہی ہے۔ مالک اور عبدالعزیز عالم و فقیہ ہیں۔ میرا جواب درست ہوگا، لے لیں گے۔ غلط ہوگا، ترک کر دیں گے، لیکن تم لوگوں کا حال دوسرا ہے۔ تم جو کچھ مجھ سے سن لوگے، بے سوچے سمجھے گرہ میں باندھ لوگے!" یہ واقعہ بیان کر کے محمد بن حارث کہا کرتے تھے "واللہ یہ ہے دین کامل اور عقل راجح! نہ کہ وہ لوگ جو بڑے ہذیان بکا کرتے ہیں اور چاہتے ہیں ان کی خرافات، قرآن کی طرح بے چون و چرا مان لی جائے!"

ابو عمر کہتے ہیں "تقلید کے قائلوں سے کہنا چاہیے کہ سلف نے تو کسی کی تقلید کی نہیں، پھر تم ان کی مخالفت کر کے تقلید کو کیوں جائز رکھتے ہو؟ اگر کہیں "ہم تفسیر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں تبحر نہیں رکھتے اس لئے بڑے عالم کی تقلید کرتے ہیں"، تو جواب میں کہنا چاہیئے، "بلاشبہ کتاب اللہ کی کسی تفسیر یا سنت رسول کی کسی نقل پر علماء کا اجماع حق ہے اور اسے ضرور ماننا چاہیئے، لیکن جن مسئلوں میں تم تقلید کرتے ہو ان پر علماء کا اجماع نہیں، بلکہ اختلاف ہے، لہذا بتاؤ کس دلیل و حجت سے ایک عالم کی تقلید کرتے ہو اور دوسرے عالم کو چھوڑ دیتے ہو، حالانکہ دونوں عالم ہم پلہ ہیں، بلکہ ممکن ہے جس عالم کو تم نے چھوڑ دیا ہے اُس عالم سے زیادہ علم رکھتا ہو، جس کی تقلید کر رہے ہو؟ اگر کہیں ہم نے اُس عالم کی تقلید اس لئے اختیار کی ہے، کہ اس کے برحق ہونے کا ہمیں یقین ہو چکا ہے، تو سوال کرنا چاہیئے، یہ یقین تمہیں

کس طرح حاصل ہوا؟ کتاب اللہ سے؟ سنت رسول اللہ؟ اجماع امت سے؟ اگر کہیں، ان تینوں سے یا کسی ایک کی دلیل سے یقین حاصل ہوا ہے، تو بس ہمارا مقصد حاصل ہوگیا۔ تقلید سے انھوں نے خود ہی انکار کر دیا، کیونکہ دلیل کے ساتھ کسی کی پیروی، تقلید نہیں، اتباع ہے، اور اتباع پر کسی کو اعتراض نہیں، لیکن اب ہم ان سے ان کی مزعومہ دلیل کا مطالبہ کریں گے۔ اگر دلیل پیش نہ کر سکیں اور کہیں ہم نے اس عالم کی تقلید اس لئے کی ہے کہ ہم سے زیادہ علم رکھتا ہے، تو ہم کہیں گے، یہی بات ہے تو اس ایک عالم کی تخصیص کیوں؟ اُن تمام عالموں کی تقلید کرو جو تم سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ انکی تعداد یقیناً بے شمار ہے اور اکثر مسائل میں ان کا اختلاف بھی ہے، لیکن اگر کہیں، ہم نے اس عالم کی یہ سمجھ کر تقلید کی ہے کہ وہی سب سے بڑا عالم ہے، تو ہم سوال کریں گے، کیا صحابہ سے بھی بڑا عالم ہے؟ ظاہر ہے وہ جواب اثبات میں نہیں دے سکتے اور اگر کہیں، اچھا ہم کسی ایک صحابی کی تقلید شروع کئے دیتے ہیں، تو ہم کہیں گے، باقی صحابہ کا کیا قصور ہے کہ انھیں چھوڑے دیتے ہو؟

یہاں یہ نکتہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ کسی قول کی صحت، قائل کی فضیلت و بزرگی پر موقوف نہیں ہوتی، بلکہ اس کا مدار سراسر دلیل پر ہے، جیسا کہ امام مالکؒ نے فرمایا، کسی شخص کی ہر بات محض اس وجہ سے قابل قبول نہیں کہ بڑا بزرگ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ"[۱]

اور اگر مقلد کہے، میرے لئے تقلید کے سوا کوئی چارہ نہیں، کیونکہ میں کم علم، کوتاہ نظر آدمی ہوں تو ہم کہیں گے، ہاں بے شک تم معذور ہو۔ جب ضرورت پیش آئے، کسی عالم دین سے شریعت کا حکم معلوم کرلیا کرو۔ تمہارے لئے تقلید، باجماع مسلمین جائز ہے، لیکن یہ بھی واضح رہے کہ تمہارے جیسے آدمی کا مسند افتاد پر بیٹھنا بھی روا نہیں۔ ہرگز جائز نہیں کہ بلا علم و تحقیق، حلال وحرام کے فتوے دو۔ نکاح وطلاق کے فیصلے کرتے پھرو، کیونکہ باتفاق جملہ اہل علم اصول سے

---

۱؎ میرے ان بندوں کو بشارت دو جو توجہ سے کلام سنتے اور اس کی بہترین باتوں کی پیروی کرتے ہیں۔

جاہل آدمی کے لئے فتویٰ دینا جائز نہیں، اگرچہ فروع کا کتنا ہی بڑا حافظ ہو۔ یہ اس لئے کہ اگر ایسا شخص فتویٰ دے سکتا ہے تو عوام بھی فتویٰ دے سکتے ہیں، اور ظاہر ہے یہ کسی کے نزدیک بھی جائز و مباح نہیں۔

قرآن مجید میں ہے "ولا تقف ما لیس لک بہ علم"[۱] اور فرمایا "اتقولون علی اللہ ما لا تعلمون"[۲] تمام علماء متفق ہیں کہ جب کسی معاملے میں وضاحت و تیقن نہ ہو، تو وہ علم نہیں، گمان ہے ظن ہے اور ظن کے متعلق آسمانی فیصلہ ہے "ان الظن لا یغنی من الحق شیئا"[۳] اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے "ظن سے بچو، کیونکہ ظن، سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے" اور فرمایا "اسلام غریب ہو کر شروع ہوا ہے اور جیسے غریب شروع ہوا ہے ویسے ہی غریب لوٹ آئے گا، پس غرباء کے لئے بشارت ہے" عرض کیا گیا، غرباء کون لوگ ہیں؟ فرمایا "جو میری سنت زندہ کرتے اور بندوں کو سکھاتے ہیں"

اس بحث کو طول دینے کی ضرورت نہیں، کیونکہ تمام ائمہ اسلام تقلید کو غلط و باطل قرار دے چکے ہیں۔

---

[۱] اس کے پیچھے نہ پڑ جس کا تمہیں علم نہیں۔

[۲] کیا تم خدا کی جناب میں ایسی بات کہتے ہو، جس کا کوئی علم نہیں رکھتے؟

# باب

## تفقہ کے بغیر حدیث

حضرت قرظہ بن کعب سے مروی ہے کہ ہم عراق کو چلے، تو امیر المومنین عمر فاروق ہمارے ساتھ مقام صرار تک تشریف لائے یہاں وضو کیا اور فرمایا "جانتے بھی ہو میں کیوں یہاں تک تمہارے ساتھ آیا ہوں؟" ہم نے کہا "جی ہاں، اس لئے کہ ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ نے ہماری مشایعت اور عزت افزائی کے لئے یہ زحمت گوارا کی ہے" فرمانے لگے "اس کے علاوہ بھی ایک سبب ہے۔ میں تم سے کہنا چاہتا ہوں کہ ایسے لوگوں میں جا رہے ہو جن کی مجلسوں میں تلاوت قرآن سے ویسی ہی گونج پیدا ہوتی ہے، جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ، دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم حدیثیں سنا سنا کر انھیں قرآن سے روک دو تلاوت زیادہ کرنا اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کم کرنا۔ اچھا خدا حافظ۔ سدھارو میں تمہارا شریک حال ہوں" چنانچہ حضرت قرظہ جب عراق پہونچے اور لوگوں نے روایت حدیث کے لئے اصرار کیا، تو صاف کہہ دیا "امیر المومنین عمر بن خطاب ہمیں اس سے منع کر چکے ہیں۔"

ابو الطفیل کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امیر المومنین علی کو منبر پر فرماتے سنا "لوگو، کیا تم چاہتے ہو کہ خدا اور رسول کی تکذیب کی جائے؟ ایسی باتیں نہ بیان کیا کرو جن سے لوگ مانوس نہیں"

حضرت ابوہریرہ کہا کرتے تھے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے میں نے دو ظرف بھرے تھے۔ ایک انڈیل چکا ہوں۔ دوسرا باقی ہے۔ اسے بھی انڈیل دوں گا تو تم میری گردن اڑا دو گے" انھی حضرت ابوہریرہ نے فرمایا "میں نے تمہیں وہ حدیثیں سنائی ہیں کہ عمر بن خطاب کے زمانے میں سناتا، تو درے سے میری اچھی طرح خبر لیتے!"

ابو عمر کہتے ہیں بعض جاہل بدعتیوں اور سنت نبوی کے دشمنوں نے مذکورۂ بالا روایات

کو لے کر اس علم (حدیث) کے خلاف بہت زہر اگلا ہے، حالانکہ یہ ایسا علم ہے، جس کے بغیر کتاب اللہ کا فہم و تدبر ممکن ہی نہیں۔ پھر ان روایات سے استدلال صحیح بھی نہیں۔ اہل علم نے حضرت عمر کے مذکورۂ بالا اقوال کی چند توجیہیں کی ہیں:

ابو عبید کہتے ہیں، حضرت عمر نے ایسے لوگوں کے سامنے روایت حدیث کی ممانعت کی تھی، جو قرآن کا کافی علم نہیں رکھتے تھے اور اندیشہ تھا کہ حدیثوں میں الجھ کر قرآن سے غافل ہو جائیں گے، اس قرآن سے جو تمام علوم کی اصل و بنیاد ہے۔ دلیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ اکتا گئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، ہمیں کچھ اور باتیں بھی سنائیے۔ اس پر آیت نازل ہوئی "اللہ انزل احسن الحدیث کتابا متشابہا مثانی تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم ثم تلین جلودھم وقلوبھم الیٰ ذکر اللہ، ذلک ھدی اللہ یھدی بہ من یشاء ومن یضلل فمالہ من ھاد"[۱] اسی طرح ایک اور دفعہ پھر صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ قرآن کے علاوہ کچھ قصے بھی سنائیے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ الر تلک آیات الکتاب المبین انا انزلناہ قرآنا عربیا لعلکم تعقلون نحن نقص علیک احسن القصص بما اوحینا الیک ھذا القرآن وان کنت من قبلہ لمن الغافلین"[۲] یعنی اگر تمہیں اچھی اچھی باتیں سننے کا شوق ہے، تو وہ بھی قرآن میں موجود ہیں، اور قصے سننے کی خواہش ہے، تو بہترین قصے بھی قرآن میں موجود ہیں۔

بعضوں نے یہ توجیہہ کی ہے کہ حضرت عمر نے ایسی حدیثیں روایت کرنے سے روکا تھا جن سے کوئی حکم، کوئی سنت مستنبط نہیں ہوتی، اور بعضوں نے روایت قرظہ ہی کو مجروح و مردود قرار دیا ہے، کیونکہ اس روایت کے خلاف خود حضرت عمر کے بکثرت اقوال موجود ہیں، چنانچہ

---

[۱] خدا نے بہترین کلام اتارا ہے، ایسی کتاب جس کی باتیں ملتی جلتی ہیں اور بار بار دہرائی گئی ہیں۔ اس کتاب کی تلاوت سے ان لوگوں کے بدن کانپ اٹھتے ہیں، جو خدا سے ڈرتے ہیں، پھر ان کے جسم اور دل نرم ہو کر ذکر الٰہی کی طرف راغب ہوتے ہیں یہ قرآن ہدایت الٰہی ہے جس سے خدا جسکو چاہتا ہے سیدھی راہ دکھا دیتا ہے اور جسے خدا نے گم کردہ راہ کر دیا ہے، اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں [۲] آر۔ یہ واضح کتاب کی آیتیں ہیں ہم نے اسے عربی قرآن اتارا ہے تاکہ تم سمجھو اے پیغمبر ہم وحی کے ذریعہ تمہیں ایک بہترین قصہ سناتے ہیں اگرچہ تم پہلے اس سے بے خبر تھے

حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک جمعہ کو خطبے میں فرمایا "مجھے ایک بات کہنا ہے جو اچھی طرح سنے، سمجھے، اور یاد بھی کرے، وہ تو دوسروں کو سنائے، مگر جسے خیال ہو کہ سمجھ نہیں پایا ہے تو میں جائز نہیں رکھتا کہ غلط بات کہکر مجھ پر تہمت تراشے" پھر معاملۂ رجم پر گفتگو کی۔ اس روایت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کثرتِ حدیث سے اس لئے منع کرتے تھے کہ مبادا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط باتیں منسوب ہوجائیں، کیونکہ زیادہ روایت کرنے والا کم روایت کرنے والے کی بہ نسبت غلطی کا زیادہ شکار ہو سکتا ہے ورنہ اگر وہ سرے سے حدیث کی روایت ہی کے خلاف ہوتے، تو نہ زیادہ کی اجازت دیتے نہ کم کی۔ پھر حضرت عمرؓ سے مدنی راویوں نے جو کچھ روایت کیا ہے، روایت قرظہ سے بالکل مختلف ہے، اور یہ واقعہ بھی قابل لحاظ ہے کہ حدیث قرظہ کے راوی صرف اکیلے شعبی ہیں، اور اس خاص معاملے میں حجت نہیں ہو سکتے، کیونکہ ان کی روایت، کتاب وسنت کے صریح خلاف ہے۔ قرآن میں ہے "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ"[۱] اور معلوم ہے کہ تاسّی واتباع کی یہی صورت ہو سکتی ہے کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی جائے۔ پس کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے امر خداوندی کے خلاف حکم دیا ہوگا؟ اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "خدا اس شخص کو سرخ رو کرے جس نے میری حدیث سنی، اچھی طرح سمجھی، اور دوسروں کو پہنچادی"

دیکھو اس ارشاد میں روایت وتبلیغ حدیث کی کیسی تاکید ہے، کیسی ترغیب ہے یہ مسئلہ بالکل صاف ہے۔ زیادہ بحث کی ضرورت نہیں۔ ہر شخص بآسانی غور کر سکتا ہے کہ روایتِ حدیث، خیر ہوگی یا شر ہوگی۔ خیر ہے، اور ظاہر ہے خیر ہی ہے، تو اُس کی جتنی کثرت ہو مستحسن وافضل ہے، لیکن اگر شر ہے تو کیسے خیال کیا جا سکتا ہے کہ حضرت فاروقؓ نے تھوڑے شر کو جاری رکھنے کا حکم دیا ہو؟ صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے اگر واقعی حکم دیا ہے، تو صرف اس

---

[۱] رسول اللہ میں تمہارے لئے بہتر نمونہ ہے۔

اندیشے کے پیش نظر دیا ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ نہ بولنے لگیں، یا پھر یہ خوف ہوگا کہ کتاب اللہ میں تدبر وتفکر سے غافل نہ ہو جائیں، کیونکہ بکثرت روایت کرنے والے عام طور پر فکر وتدبر سے خالی ہوتے ہیں۔

ابو عمر کہتے ہیں، فقہاء وعلماء اسلام نے بغیر تفقہ وتدبر اکثار حدیث کی مذمت کی ہے۔ جو شخص ثقہ اور غیر ثقہ سب سے بلاتمیز روایت کرتا ہے، بہت ممکن ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کذب وافتراء کو بھی قبول کرلے اور روایت کرنا شروع کردے۔

حضرت ابو قتادہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کثرت حدیث سے پرہیز کرو۔ خبردار، میری نسبت جو کہو حق ہی کہو"

ابن شبرمہ کا قول ہے "روایت میں کمی کروگے تو تفقہ حاصل ہوگا"

سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ نے کہا "حدیث میں بھلائی ہوتی تو اتنی بہت نہ ہو جاتی کیونکہ بھلائی کم ہی ہوا کرتی ہے"

ابو عمر کہتے ہیں، ان بزرگوں کا یہ قول، جھنجھلاہٹ کی وجہ سے ہے۔ حدیث کے طالب علموں کی یلغار سے بگڑ کر کہہ گئے ہیں، ورنہ اہل علم اسے تسلیم نہیں کرتے، مگر ایک شاعر اس مضمون کو لے اڑا۔ کہتا ہے:

لقد جفت الاقلام بالخلق کلھم　　　فمنھم شقی خائب وسعید

(قلم تقدیر انسانوں کے حق میں چل چکا ہے کچھ بدبخت بن گئے ہیں اور کچھ خوش نصیب)

تمر اللیالی بالنفوس سریعۃ　　　ویبدئ ربی خلقہ ویعید

(زمانہ انسانوں کو فنا کے گھاٹ اتارتا چلا جاتا ہے خدا مارتا بھی ہے اور جلاتا بھی ہے)

اری الخیر فی الدنیا یقل کثیرہ　　　وینقص نقصا والحدیث یزید

(میں دیکھتا ہوں کہ بھلائی دنیا میں کم ہوتی ہے، مگر حدیث زیادہ ہوتی چلی جاتی ہے)

فلو کان خیرا قل کالخیر کلہ　　　واحسب ان الخیر منہ بعید

(اگر حدیث بھی بھلائی ہوتی، تو دوسری بھلائیوں کی طرح کم ہوتی، مگر حدیث زیادہ ہی ہوتی چلی جاتی ہے)

ولابن معین فی الرجال مقالۃ　　سیسئل عنہا والملیک شہید

(ابن معین نے لوگوں کی جو بدگوئیاں کی ہیں، خدا ضرور ان سے جواب طلب کریگا)

فان یک حقا قولہ فہی غیبۃ　　وان یک زورا فالقصاص شدید

(بدگوئی اگر حق ہے، تو غیبت ہے اور اگر زور ہے تو سخت سزا کا سامنا کرنا پڑیگا)

وکل شیاطین العباد ضعیفۃ　　وشیطان اصحاب الحدیث مرید

(سب لوگوں کے شیطان کمزور ہوتے ہیں، مگر اصحاب حدیث کا شیطان بڑا زبردست)

مطر الوراق کا قول ہے "علماء ستاروں کی طرح ہیں، ماند پڑ جائیں تو لوگ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارنے لگیں گے" انہی مطر الوراق سے ایک حدیث دریافت کی گئی۔ انھوں نے روایت کردی۔ سائل نے شرح چاہی تو کہنے لگے "مجھے معلوم نہیں بھائی میں تو حدیث کا محض ٹٹو ہوں!" اس پر اُس شخص نے کہا "سبحان اللہ، کیا کہنا اِس ٹٹو کا، جس پر کھٹا میٹھا سب کچھ لدا ہوا ہے!"

ابو عمر کہتے ہیں، ہمارے زمانہ میں اکثر لوگ، علم حدیث حاصل تو کرتے ہیں مگر تفقہ و تدبر سے کام نہیں رکھتے۔ علماء کے نزدیک یہ طریقہ مکروہ مذموم ہے۔

ابو سلیمان دارانی کا بیان ہے کہ مکہ میں ہم طلاب حدیث، سفیان ثوری سے ملنے گئے، وہ گھر کے ایک گوشے میں کھال پر بیٹھے تھے۔ ہمیں دیکھتے ہی کہہ اٹھے "تمہیں دیکھنے سے نہ دیکھنا ہی بہتر رہا ہے!"

ابو بکر بن عیاش سے درخواست کی گئی، حدیث سنائیے۔ کہنے لگے "حدیث کو رہنے بھی دو ہم بوڑھے ہوئے اور حدیث بھول گئے، موت اور قبر کا تذکرہ کرو!"

ابن ابی الحواری کا بیان ہے کہ ۱۸۵ھ میں ہم طالبان حدیث، فضیل بن عیاض رحمہ اللہ سے ملنے گئے، مگر اندر جانے کی اجازت نہ ملی، ہم دروازے پر ٹھہر گئے اور سوچنے لگے کس ترکیب سے ملاقات کی جائے۔ آخر طے پایا کہ تلاوت قرآن شروع کرو، شیخ ضرور نکل آئیں گے اور ہوا بھی

یہی۔ تلاوت سنتے ہی فضیل نے کھڑکی سے منہ نکالا۔ ہم چلا اٹھے "السلام علیک و رحمۃ اللہ!" انھوں نے بڑی مست آواز میں جواب دیا "وعلیکم السلام" ہم نے کہا "ابو علی آپ کا مزاج کیسا ہے؟ خیریت تو ہے؟" فرمایا "خدا کی طرف سے تو خیریت ہے، مگر تمہاری طرف سے اذیت ہی اذیت ہے! تمہارا یہ شغلِ حدیث، اسلام میں ایک بدعت ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون! ہم تو اس طرح طلبِ علم نہیں کرتے تھے ہم مشایخ کی خدمت میں حاضر ہوتے، تو اپنے آپ کو ان کے حلقے میں بیٹھنے کے لائق بھی نہ سمجھتے۔ سمٹ سمٹا کر کونوں میں دبک جائے اور چھپ چھپا کر حدیث سن لیتے، مگر تم لوگ تو تم زور اور گھمنڈ سے علم پر قبضہ کرنا چاہتے ہو۔ کتاب اللہ کو گنوا چکے ہو، حالانکہ کتاب اللہ میں مشغول رہتے، تو وہ سب مل جاتا، جس کی تلاش میں ہو" ہم نے عرض کیا "حضرت، ہم کتاب اللہ کی تعلیم سے فارغ ہو چکے ہیں" فرمایا "کیا کہتے ہو؟ قرآن کی تعلیم تمہاری عمروں کو بھی کافی ہے اور تمہاری اولاد کی عمروں کو بھی" ہم نے کہا "یہ کیونکر؟" فرمایا "قرآن کا علم حاصل نہیں ہوتا، جب تک اس کے اعراب، محکمات ومتشابہات، ناسخ و منسوخ سے واقفیت نہ ہو۔ جب تم یہ سب جان جاؤ گے تو فضیل اور ابن عیینہ کے پاس دوڑنے کی ضرورت باقی نہ رہے گی!"

ضحاک بن مزاحم کہا کرتے تھے "ایسا زمانہ بھی آنے والا ہے، جب قرآن کھونٹیوں پر لٹکا دیئے جائیں گے۔ مکڑیاں اُن پر جالے لگائیں گی۔ لوگ ان سے فائدہ اٹھانا چھوڑ دیں گے، اور روایتوں حدیثوں پر چل پڑیں گے"

ایک دن فضیل بن عیاض کو طلاب حدیث نے گھیر لیا اور حدیث سنانے پر سخت مصر ہوئے۔ فضیل نے تنگ ہو کر فرمایا "تم مجھے ایسی بات پر کیوں مجبور کرتے ہو، جسے جانتے ہو نا پسند کرتا ہوں۔ اگر میں تمہارا غلام ہوتا اور تم سے بیزار رہتا، تو بھی یہی مناسب ہوتا کہ بیچ کر مجھے چھوڑ دیتے۔ اگر معلوم ہو کہ اپنی یہ چادر پھینک کر تمہیں دے دوں۔ اور تم چلے جاؤ گے، تو میں اس کے لئے بھی تیار ہوں!"

مسعر دانت پیستے اور کہتے "خدایا، جو میرا دشمن ہے، اُسے محدث بنا دے! کاش یہ علم (حدیث) شیشے میں بند ہوتا اور شیشہ میرے سر پر لدا ہوتا، پھر لڑھک کر چور چور ہو جاتا، اور میں طالبانِ حدیث

سے ہمیشہ کے لیے چھٹکارا پا جاتا!"

سفیان بن عیینہ نے اصحاب حدیث کو گھور کر دیکھا اور کہنے لگے "تم آنکھوں کی کھٹک ہو۔ عمر بن خطاب دیکھ لیتے تو ہماری تمہاری دونوں کی پیٹھ اُدھیڑ کے رکھ دیتے!"

شعبہ کہا کرتے تھے "یہ حدیث تمہیں ذکر الٰہی اور نماز سے باز رکھتی ہے۔ کیا تم اس سے باز نہیں آؤ گے!" یہ سن کر بعض اہل علم نے کہا "حدیث نہ ہوتی، تو خود شعبہ کیا ہوتے؟"

ابو عمر کہتے ہیں، کثرتِ حدیث کی علماء نے اسی خیال سے مذمت کی ہے کہ آدمی غور و فکر، فہم و تدبر سے ہٹ کر روایت ہی کا نہ ہو رہے۔

امام ابو یوسف کا بیان ہے کہ اعمش نے تنہائی میں مجھ سے ایک مسئلہ دریافت کیا میں نے بتایا۔ خوش ہو کر کہنے لگے "یعقوب یہ تمہیں کیونکر معلوم ہوا؟" میں نے جواب دیا، فلاں حدیث سے جو خود آپ نے مجھ سے روایت کی تھی! کہنے لگے "یعقوب! سچ کہتا ہوں، یہ حدیث مجھے اس وقت سے یاد ہے، جب تمہارے والدین کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی، لیکن آج ہی اس کا مطلب معلوم ہوا"

عبید اللہ بن عمرو کا بیان ہے کہ میں اعمش کی مجلس میں موجود تھا کہ ایک شخص نے آکر مسئلہ پوچھا۔ اعمش بتا نہ سکے۔ ہکا بکا اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ مجلس میں امام ابو حنیفہ بھی تشریف رکھتے تھے آخر اعمش نے ان سے کہا آپ مسئلہ بتائیں۔ امام صاحب نے سائل کی تشفی کر دی۔ اعمش کو تعجب ہوا کہنے لگے "یہ مسئلہ آپ نے کس حدیث سے مستنبط کیا؟" امام صاحب نے فرمایا! آپ ہی کی روایت کی ہوئی فلاں حدیث سے۔ اس پر اعمش نے کہا "دراصل آپ لوگ طبیب ہیں اور ہم محض عطار ہیں!"

امام ابو یوسف کا قول ہے "جو کوئی غرائب حدیث کے پیچھے رہتا ہے، جھوٹ سے آلودہ ہو جاتا ہے، جو کوئی علم کلام کی راہ سے دین لیتا ہے، زندیق ہو جاتا ہے، اور جو کوئی کیمیا سے دولتمند بننے کے خبط میں مبتلا ہوتا ہے، مفلس و قلاش ہو جاتا ہے"

# باب

## دین میں رائے و ظن

عروہ بن الزبیر سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، حج کرنے آئے، میں حاضر خدمت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی، "خدا لوگوں کو علم دے چکنے کے بعد چھینتا نہیں، لیکن ہوتا یہ ہے کہ علماء اپنے علم کے ساتھ اٹھ جاتے ہیں اور جاہل باقی رہ جاتے ہیں لوگ انہی جاہلوں سے فتویٰ پوچھتے ہیں اور وہ اپنی رائے سے جواب دیتے ہیں۔ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دیتے ہیں" عروہ کہتے ہیں، میں نے یہ حدیث ام المومنین عائشہ صدیقہ کو سنائی۔ اس کے بعد پھر ایک حج میں حضرت عبداللہ تشریف لائے تو حضرت ام المومنین نے حکم دیا کہ عبداللہ کے پاس جاؤ اور میری طرف سے یہی حدیث پھر اچھی طرح سنا دو۔ عروہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ نے بعینہ یہی الفاظ دہرا دئے۔ اس پر ام المومنین نے تعجب سے فرمایا عبداللہ کو حدیث خوب یاد ہے"

حضرت عوف بن مالک اشجعی سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میری امت کے کچھ اوپر ستر فرقے ہو جائیں گے۔ وہ فرقہ سب سے بڑا فتنہ ہوگا، جو دین الٰہی کو اپنی رائے پر قیاس کرے گا اور رائے سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال بتایا کرے گا"

یحییٰ بن معین اور امام احمد نے فرمایا کہ عوف بن مالک کی یہ حدیث، جسے عیسیٰ بن یونس نے روایت کیا ہے، بے اصل ہے۔

ابو عمر کہتے ہیں، اس حدیث میں "قیاس" سے مقصود وہ قیاس ہے، جو بے بنیاد اور محض ذاتی رائے ہے، کیونکہ معلوم ہے حلال و حرام وہی ہے، جسے کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ نے حلال و حرام ٹھہرایا ہے۔ جو شخص، دین کی ان دونوں اصلوں سے جاہل ہے، اور اپنی ذاتی رائے

سے حلال وحرام کا فیصلہ کرتا ہے، وہی اِس حدیث کا مورد ہے۔ خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کیلئے بھی گمراہی کا سبب ہے۔

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ امت کچھ زمانے کتاب اللہ پہ اور کچھ زمانے سنت رسول اللہ پہ چلے گی۔ پھر رائے پر عمل شروع ہوگا اور اُسی وقت سے گمراہی میں پڑ جائے گی"

ابن شہاب سے روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق نے منبر پر سے خطبہ دیتے ہوئے، اعلان کیا "لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے درست ہوتی تھی، کیونکہ آسمانی وحی سے ہوتی تھی اور ہم، تو ہماری رائے بس گمان اور آورد ہے"

محمد بن ابراہیم تیمی سے مروی ہے کہ حضرت فاروق نے فرمایا "اصحاب رائے، سنت کے دشمن ہیں۔ فہم وحفظ حدیث سے عاجز رہے، تو رائے ایجاد کر لی"

ایک اور روایت میں ہے کہ فرمایا "اصحاب رائے، حدیث کے اس لیے دشمن ہو گئے ہیں کہ حفظ وفہم کی قدرت نہیں رکھتے۔ مسئلہ پوچھا جاتا ہے، تو اعتراف جہل سے شرماتے ہیں اور سنت کے مقابلے میں اپنی رائے سے فتویٰ دے دیتے ہیں تم ان لوگوں سے ہشیار رہو"

سحنون اور ابو بکر بن داؤد، اہل رائے کو اہلِ بدعت بتاتے تھے۔ ابو بکر کا شعر ہے:۔

ودع عنك آراء الرجال وقولهم فقول رسول اللہ ازکی واشرح

(ہماشما کے اقوال وآراء کو چھوڑ دو، اس لیے کہ رسول اللہ کا قول نہایت پاک ہے اور بالکل صاف)

حضرت عبداللہ بن مسعود فرمایا کرتے تھے "تمہارا ہر پچھلا زمانہ، اگلے زمانہ سے بدتر ہوگا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ایک بادشاہ، دوسرے بادشاہ سے برا ہوگا، بلکہ یہ کہتا ہوں کہ تمہارے عالم اٹھ جائینگے ان کے جانشین تمہیں نہ ملیں گے اور ایسے لوگ آجائیں گے جو دین کو اپنی رائے پر قیاس کریں گے اس طرح قصر اسلام میں شگاف پڑتے رہیں گے اور وہ گرتا چلا جائے گا"

ابو ثعلبہ خشنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خدا نے کچھ

فرض مقرر کئے ہیں، انھیں ضائع نہ کرو۔ کچھ باتوں سے منع کر دیا ہے، اُن کے مرتکب نہ ہو۔ کچھ حدیں ٹھہرا دی ہیں، اُن سے آگے نہ بڑھو۔ کچھ باتوں سے تمہیں معاف رکھا ہے، ــــ نادانستہ نہیں بلکہ تم پر رحم کھا کے ــــ اُن کی کرید نہ کرو"

حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے "دو ہی چیزیں اصل ہیں: کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اِن کے علاوہ اگر کوئی اپنی رائے سے کچھ کہتا ہے، تو میں نہیں جانتا، اپنی نیکیوں میں اضافہ کرتا ہے یا بدیوں میں"

حضرت عمر نے فرمایا "راہ وہی ہے، جو خدا نے اور رسول نے مقرر کر دی ہے۔ اپنے خیالات کو امت کے لئے سنت نہ بناؤ"

ہشام کہتے ہیں، میرے والد عروہ بن الزبیر فرمایا کرتے تھے "بنی اسرائیل راہ راست پر استوار رہے، یہاں تک کہ غیر قومیں ان میں داخل ہو گئیں۔ انھوں نے آکر اپنی رائے چلانا شروع کی اور بنی اسرائیل کو گمراہی میں گھسیٹ لے گئے"

شعبی کا قول ہے "خبردار دین میں قیاس و رائے کو دخل نہ دینا، قسم خدا کی، ایسا کرو گے تو حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنا دو گے۔ اپنے دین میں اُسی طریق پر رہو، جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا"

انہی شعبی کا مقولہ ہے "آثار و احادیث کو چھوڑ کر قیاس و رائے پر چل پڑو گے، تو ضرور برباد ہو جاؤ گے"

ابن سیرین کہتے ہیں "اگلے بزرگ آدمی کو اُس وقت تک ہدایت پر سمجھتے تھے، جب تک آثار و احادیث کا پابند رہتا تھا"

شریح قاضی کا قول ہے "سنت تمہاری رائے و قیاس سے پہلے ہی احکام کا احاطہ کر چکی ہے، لہذا سنت کی پیروی کرو، اور بدعت ایجاد نہ کرو۔ جب تک سنت پر استوار رہو گے گمراہ بھی نہیں ہو گے"

حسن بصری فرمایا کرتے تھے "اگلی قومیں اُسی وقت ہلاک ہوئیں، جب راہ راست سے ہٹ کر دوسری راہوں پر پڑ گئیں ........ آثار انبیاء چھوڑ بیٹھیں۔ دین الٰہی میں اپنی رائے چلانے لگیں۔ خود بھی گمراہ ہوئیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کر گئیں"

عروہ بن الزبیر آواز سے فرمایا کرتے تھے "لوگو، سنت! سنت! یاد رکھو سنت ہی دین کا قِوام ہے"

علم کلام کے بارے میں امام احمد نے کہا "اس چیز کی مزاولت رکھنے والوں کے دل میں کھوٹ ضرور ہوتی ہے"

ابوعمر کہتے ہیں، اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ آثار و احادیث میں جس "رائے" کی مذمت کی گئی ہے، اس سے مقصود کون رائے ہے؟ جمہور اہل علم کا قول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہؓ اور تابعین نے جس رائے کی مذمت فرمائی ہے، وہ یہ ہے کہ دینی احکام میں اپنے خیال سے استحسان پیدا کرنا، محض گمان وظن سے گفتگو کرنا، پیچیدہ مسئلے اور مغالطے جمع کرنا فروع کو اصول کی طرف لوٹانے کے بجائے ان میں تصادم پیدا کر کے قیاس سے کام لینا، مسائل فرض کر کے استنباط کرنا، اور ظن و تخمین کی بنا پر بحث و حجت کرنا۔

علماء کا قول ہے کہ ان امور میں انہماک و استغراق، سنت کو معطل کر دیتا ہے۔ جہل کو رواج دیتا ہے۔ کتاب اللہ سے اعراض کا سبب بنتا ہے۔ علماء نے اس قول کی تائید میں بہت سے دلائل پیش کئے ہیں، مثلاً:۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول ہے "فرضی مسائل نہ پوچھا کرو، کیونکہ میں نے عمر بن الخطاب کو ان لوگوں پر لعنت کرتے سنا ہے، جو فرضی مسائل پوچھتے ہیں"

حضرت معاویہ بن ابی سفیان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچیدہ مسائل پوچھنے سے منع فرمایا ہے"

حضرت سہل بن سعد کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، کثرتِ سوال کو ناپسند کرتے اور اُسکی مذمت فرماتے تھے" اور یہ کہ آپ نے فرمایا" خدا نے تمہارے لیے قیل وقال اور کثرتِ سوال کو ناپسند کیا ہے"

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" سب سے بڑا مجرم وہ مسلمان ہے، جو کسی ایسی چیز کا سوال کرتا ہے، جو مسلمانوں پر حرام نہیں، مگر اُس کے سوال کی وجہ سے حرام ہو جاتی ہے"

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" مجھے اس وقت تک رہنے دو، جب تک میں تمہیں رہنے دوں، کیونکہ اگلی امتوں کو ان کے کثرتِ سوال اور انبیا سے اختلاف ہی نے ہلاک کر ڈالا۔ جس بات سے منع کر دوں، باز رہو۔ جو حکم دوں، حتی الامکان بجالاؤ"

حضرت عمر نے منبر پر سے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا" میں ہر شخص کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ ایسی کوئی بات نہ پوچھے جو پیش نہیں آئی۔ خدا وہ سب بتا چکا ہے، جو پیش آنے والا ہے"

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں" میں نے اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر آدمی نہیں دیکھے انھوں نے ساری عمر میں حضور سے صرف تیرہ سوال کیے یہ سب سوال قرآن میں مذکور ہیں۔ صحابہ وہی سوال کرتے تھے، جن میں بھلائی ہوتی تھی"

حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" آزمائش کے نزول سے پہلے آزمائش کی جلدی نہ کرو۔ اِس طرح کشادگی میں رہوگے ورنہ تمہاری راہیں اِدھر اُدھر گم ہو جائیں گی"

مَسروق کہتے ہیں میں نے حضرت ابی بن کعب سے ایک مسئلہ پوچھا۔ فرمانے لگے یہ مسئلہ پیش آچکا ہے؟ میں نے انکار کیا تو فرمایا" جب تک پیش نہ آئے، ہمیں معاف رکھو"

حضرت زید بن ثابت اپنی رائے سے کبھی کچھ نہیں کہتے تھے۔ سوال کیا جاتا تو پوچھتے واقعہ پیش آچکا ہے؟ ایک مرتبہ کہنے والے نے کہا" حضرت پیش تو نہیں آیا ہے۔ لیکن پیش آسکتا ہے

ہم احتیاطاً دریافت کر رہے ہیں" فرمایا "اِسے اُس وقت تک رہنے دو جب تک پیش آئے۔ پیش آئے گا تو مجھ سے جواب سن جانا!"

ابن ہرمز کہتے تھے "اہل مدینہ کو میں نے اِس حال میں دیکھا ہے کہ کتاب وسنت کے سوا اُن کے پاس کچھ نہ تھا۔ کوئی نئی بات پیش آجاتی، تو حکام اس پر غور کیا کرتے تھے"

امام مالک فرماتے ہیں "مدینے کے علماء وہی فتوے دیتے تھے، جو بزرگوں سے سن چکے تھے اور جن کا صحیح علم رکھتے تھے۔ یہ آج کل کی قیل وقال اور مسئلے مسائل نہ تھے"

حضرت عمر نے ایک دن عقبہ بن عمرو سے کہا "یہ میں کیا سنتا ہوں کہ تُو لوگوں کو فتوے دیتا پھرتا ہے! حالانکہ تجھے حاکم مقرر نہیں کیا گیا کہ لوگوں کا ذمہ دار ہو"

اور حضرت عمر ہی کا ارشاد ہے "مشکل مسئلوں سے دور رہو۔ یہ مسئلے جب پیش آئیں گے تو خدا اُن کا حکم بتانے والے لوگ بھی پیدا کر دے گا"

عبداللہ بن مبارک نے قتادہ سے کہا "جانتے بھی ہو کیسا اکرہ علم تم نے بلند کر رکھا ہے؟ تم خدا اور بندگان خدا کے درمیان کھڑے ہو گئے ہو اور کہتے ہو یہ جائز ہے، وہ ناجائز ہے!"

یحییٰ بن سعید کا بیان ہے کہ ایک شخص سعید بن المسیب کے پاس آیا اور مسئلہ پوچھا۔ سعید نے جواب لکھا دیا۔ پھر اس شخص نے کسی معاملے میں ان کی ذاتی رائے پوچھی۔ انھوں نے بیان کر دی اُس نے یہ بھی لکھ لیا۔ اس پر مجلس سے آواز بلند ہوئی "ابو محمد! کیا اب آپ کی رائے بھی لکھی جانے لگی؟" سعید نے فوراً اس شخص سے کہا "لاؤ مجھے کاغذ دکھاؤ۔ اس نے کاغذ آگے بڑھا دیا اور انھوں نے پھاڑ کر پھینک دیا!

ایک شخص نے قاسم بن محمد سے مسئلہ دریافت کیا۔ انھوں نے جواب دے دیا، مگر جب جانے لگا تو فرمایا "دیکھو کسی سے نہ کہنا کہ قاسم اپنے ہی جواب کو حق سمجھتا ہے۔ ہاں اگر تم مجبور ہو جاؤ تو میرے قول پر عمل کر سکتے ہو!"

اوزاعی کہا کرتے تھے "آثار سلف صالحین کی پابندی کرو، چاہے لوگ تمہیں رد کرتے رہیں

خبردار لوگوں کے خیالات پر نہ چلنا، چاہے کیسی خوشنما دلیلیں پیش کریں"

ربیعہ نے ابن شہاب سے کہا" لوگوں کو جب اپنی رائے بتاؤ، تو یہ بھی کہہ دیا کرو کہ میری ذاتی رائے ہے، اور جب سنت کا حکم بتاؤ، تو اس کی بھی تصریح کر دیا کرو۔ ایسا نہ ہو سنت کو بھی تمہاری رائے سمجھ لیا جائے"

ایک دن عبدالملک بن مروان نے ابن شہاب سے کوئی مسئلہ پوچھا۔ ابن شہاب نے کہا" امیرالمومنین، کیا ایسا واقعہ پیش آیا ہے"؟ خلیفہ نے انکار کیا تو ابن شہاب نے فرمایا" تو اس مسئلے کو رہنے دیجئے۔ جب پیش آئے گا، تو خدا آسانی بھی پیدا کر دے گا"

عامر سے روایت ہے کہ کچھ لوگ حضرت زید بن ثابت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بہت سے مسئلے پوچھے پھر ان کے جواب لکھ لئے۔ بعد میں سوچا اپنے اس فعل سے حضرت کو بھی آگاہ کر دیں۔ حضرت نے سنا تو ناراض ہوئے اور فرمایا" یہ کیا دغابازی ہے! ممکن ہے جو کچھ تمہیں بتا چکا ہوں، سب غلط ہی ہو۔ میں نے تو محض اجتہاد سے اپنی رائے بتائی تھی!"

عمرو بن دینار روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن زید سے کہا گیا، لوگ آپ سے جو کچھ سنتے ہیں، لکھ لیتے ہیں۔ اس پر جابر نے کہا" انا للہ وانا الیہ راجعون!"

مسیب بن رافع کہتے ہیں، اگلے زمانے میں دستور تھا کہ ایسا کوئی معاملہ پیش آجاتا، جس کا حکم کتاب و سنت میں نہ ملتا، تو ایسے معاملے کو" صوافی الامراء" کہتے تھے۔ حکام کو اطلاع دی جاتی وہ علماء کو جمع کرتے اور ان کے متفقہ فیصلے پر عمل کیا جاتا"

امام مالک فرمایا کرتے تھے" نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں دنیا سے تشریف لے گئے کہ دین کامل ہو چکا تھا، لہذا آثار نبوی کی پیروی کرو، نہ کہ رائے کی۔ رائے پر چلو گے۔۔۔۔ تو ممکن ہے تم سے زیادہ قوی رائے والا آجائے اور تمہیں اس کی پیروی کرنا پڑے۔ اسی طرح جب جب ایسے آدمی ملتے جائیں گے تو تمہاری روش بھی بدلتی رہے گی، یہ صورت کیسی ناممکن العمل ہے"

امام مالک ہی کا قول ہے "جس بات کا علم حاصل ہے اُسی کو بیان کرو، اور جس بات کا علم نہیں اُس پر خاموش رہو۔ خبردار، لوگوں کی واہ واہ کے لئے اپنے گلے میں معیوب قلادہ نہ ڈالو"

عبداللہ بن مسلمہ قعنبی کا بیان ہے "ایک مرتبہ میں امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوا، تو دیکھا رُو رہے ہیں۔ میں نے سلام کیا۔ انھوں نے جواب تو دے دیا، مگر روتے رہے۔ میں نے کہا، ابو عبداللہ کیا صدمہ پہنچا ہے کہ آپ اِس طرح آب دیدہ ہیں؟ فرمایا "بھائی، میرا معاملہ اب خدا ہی کے ہاتھ ہے۔ مجھ سے بہت زیادتی ہو چکی ہے۔ کاش اِس معاملے میں میرے لفظ لفظ پہ ایک ایک کوڑا مجھے مارا جاتا اور میں نے اپنی رائے سے کچھ نہ کہا ہوتا، اتنے بہت فتوے نہ دیئے ہوتے۔ اگلے بزرگ جو کچھ بیان کر گئے ہیں اُس میں میرے لئے بڑی گنجائش تھی!"

سحنون بن سعید کہا کرتے تھے "سمجھ میں نہیں آتا یہ رائے کیا بلا ہے؟ کتنی خونریزیاں اس کے چلتے ہو چکی ہیں، کتنی حرمتیں یہ توڑ چکی ہے۔ کتنے حقوق اس نے تلف کئے ہیں؟ بات یہ ہے کہ ہم نے نیک آدمی دیکھا اور آنکھیں بند کر کے اُس کی تقلید میں لگ گئے!"

حسن بصری فرماتے تھے "خدا کے بدترین بندے وہ ہیں، جو فتنہ انگیز مسائل ایجاد کر کے بندگان خدا کو فتنوں میں ڈالتے ہیں"

حمّاد بن زید سے روایت ہے کہ ایوب سے کہا گیا "آپ رائے سے اشتغال کیوں نہیں رکھتے؟" جواب دیا "گدھے سے پوچھا گیا، تو جگالی کیوں نہیں کرتا؟ کہنے لگا، اِس لئے کہ میں باطل کو چابنا پسند نہیں کرتا!"

شعبی نے کہا "بخدا اِن لوگوں نے خود مسجد سے مجھے بیزار کر دیا ہے" پوچھا گیا، وہ کون لوگ ہیں؟ کہا "اصحاب رائے"

امام مالک کا قول ہے "نہ اگلوں کا یہ دستور تھا نہ ہمارے اسلاف کا یہ وطیرہ، اور نہ میں نے کسی ایسے بزرگ کو دیکھا جس کی پیروی کرتا ہوں کہ بے دھڑک کہتا ہو، یہ حلال ہے، وہ حرام ہے۔ اِن حضرات میں یہ جرات نہیں تھی زیادہ سے زیادہ یہ کہتے، ہم اسے برا سمجھتے ہیں۔ ہم اِسے اچھا

خیال کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ نامناسب ہے۔ ہمارے علم میں یہ درست نہیں تو وہ حلال و حرام کے لفظ زبان پر نہیں لاتے تھے۔ کیا تم نے یہ آیت نہیں سنی" قل ارأیتم ما انزل اللّٰہ لکم من رزق فجعلتم منہ حراما وحلالا۔ قل اللّٰہ اذن لکم ام علی اللّٰہ تفترون"[۱]

حلال وہی ہے جو خدا و رسول نے حلال بتایا ہے اور حرام وہی ہے جسے خدا و رسول نے حرام ٹھہرا دیا ہے

ابو عمر کہتے ہیں، امام مالک کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ جن مسائل میں اجتہاد کی گنجائش ہے اُن میں ہم نہ حلال کہہ سکتے ہیں نہ حرام، اسی لئے امام مالک جب اجتہاد سے کچھ کہتے تو یہ آیت بھی پڑھ دیتے تھے" ان نظن الا ظنا وما نحن بمستیقنین[۲]

عبداللہ بن مسلمہ قرشی سے روایت ہے کہ امام مالک نے کہا" یہ معاملہ ہمارا استوار رہا یہاں تک کہ ابو حنیفہ ظاہر ہوئے اور مسلمانوں میں رائے کو رواج دے گئے"

خالد بن نزار نے امام مالک کا یہ قول نقل کیا ہے" ابو حنیفہ تلوار لے کر اس امت پر ٹوٹ پڑتے تو اتنا نقصان نہ پہنچا سکتے، جتنا اپنی رائے و قیاس سے پہنچا گئے ہیں!"

ابن عیینہ نے کہا" کوفے کا معاملہ درست رہا یہاں تک کہ ابو حنیفہ کا ظہور ہوا"

ابو عمر کہتے ہیں، اصحاب حدیث نے امام ابو حنیفہ کی مخالفت میں بڑی بے اعتدالی اور بہت زیادتی کی ہے۔ اِن لوگوں کا الزام یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے آثار میں رائے و قیاس کو داخل کیا، لیکن یہ زیادتی ہے۔ امام ابو حنیفہ نے اگر بعض اخبارِ آحاد کو مسترد کیا ہے تو کسی ہوئی تاویل سے کام لیا ہے اور یہ کوئی ایسی انوکھی اور مکروہ بات نہیں کہ اس طرح طعن و تشنیع کی جائے۔ امام ابو حنیفہ سے پہلے بھی بہت سے علماء و ائمہ یہی کر چکے ہیں۔ ان کے زمانے میں بھی اور بعد کے زمانوں میں بھی یہی ہوتا رہا ہے۔ امام ابو حنیفہ نے کوئی بدعت ایجاد نہیں کی۔ جو کچھ کہا ہے اپنے شہر کے اکابر مثلاً ابراہیم

---

[۱] اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ بھلا دیکھو تو خدا نے تو تم پر روزی اتاری اور تم لگے اُس میں سے حرام و حلال ٹھہرانے۔ اے پیغمبر پوچھو کہ خدا نے تمہیں اس کی اجازت دی ہے یا تم خدا پر بہتان باندھتے ہو [۲] یہ ہمارا گمان ہی گمان ہے۔ یقین ہمیں حاصل نہیں

نخعی اور اصحاب ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی پیروی میں کہا ہے۔ یہ سچ ہے کہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے واقعات فرض کر کے احکام کا استنباط کیا ہے، لیکن یہ بھی ایسی چیز ہے، جو میرے خیال میں تمام اہل علم میں پائی جاتی ہے۔ وہ کون عالم و امام ہے، جس نے آیات و احادیث میں محتمل تاویلیں نہیں کیں؟ ناسخ یا منسوخ کا حکم نہیں لگایا؟ لیث بن انس کہتے ہیں، میں نے (امام) مالک کے ستّر فتوے ایسے شمار کئے ہیں، جو سنت نبوی کے خلاف ہیں، اور (امام) مالک نے محض رائے سے دئے ہیں۔ میں نے انھیں اس بارے میں نصیحت بھی لکھ بھیجی ہے۔"

امام ابو حنیفہ پر یہ الزام بھی ہے کہ مذہب مُرجِئہ کے قائل تھے، لیکن بہتیرے اہل علم پر اس قسم کی تہمتیں تھوپ دی گئی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ان لوگوں پر جو نکتہ چینیاں ہوئیں، انھیں اس اہتمام سے جمع نہیں کیا، جس اہتمام سے امام ابو حنیفہ پر نکتہ چینیوں کو جمع کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بلند مرتبہ رکھتے تھے اور منصب امامت پر فائز تھے۔ پھر یہ بھی واقعہ ہے کہ بہت سے ہم عصر امام صاحب سے حسد رکھتے تھے۔ ان پر تہمتیں تراشا کرتے تھے، حالانکہ وہ ان تہمتوں سے ارفع تھے۔

علماء و ائمہ کی ایک بڑی جماعت نے امام ابو حنیفہ کی تعریف بھی کی ہے اور ان کی عظمت و فضیلت کا اعتراف کیا ہے۔ یحییٰ بن معین کا پایہ جرح و تعدیل میں معلوم ہے اور اُن کی کڑی تنقید بھی مشہور ہے۔ امام شافعی تک کو انھوں نے نہ چھوڑا، اور ایسی تصریح کر گئے، جسے اہل علم نے کبھی قبول نہیں کیا۔ پوچھا گیا، کیا امام شافعی، روایت حدیث میں کذب کے مرتکب ہوتے تھے؟ کہنے لگے "شافعی کا نام بھی نہ لو۔ میں اُن کا تذکرہ تک پسند نہیں کرتا!" مگر اس تشدد کے باوجود جب یہی سوال امام ابو حنیفہ کے بارے میں کیا گیا، تو فرمایا "صدوق" صادق القول، راست گو ہیں۔ ایک اور موقعہ پر کہا "ہمارے اصحاب، ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے حق میں بڑی زیادتی کرتے ہیں" سوال کیا گیا "ابو حنیفہ غلط بیانی بھی کرتے تھے؟" جواب دیا "وہ اس عیب سے کہیں ارفع و اعلیٰ تھے"

شعبہ کو بھی امام ابو حنیفہ سے بڑا حسن ظن تھا۔ امام صاحب کی جلالت قدر اسی سے ظاہر ہے کہ بڑے بڑے بزرگوں نے اُن سے روایت لی ہے، مثلاً سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، حماد

بن زید، ہشیم، وکیع بن الجراح، عباد بن العوام، جعفر بن عون،

علی بن المدینی نے کہا "ابو حنیفہ ثقہ ہیں"

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں "ہم بسا اوقات ابو حنیفہ کے قول کو پسند اور اس پر عمل کرتے ہیں۔"

ابو عمر کہتے ہیں، جن بزرگوں نے امام ابو حنیفہ سے حدیث لی، اُن کی توثیق کی، ان کی عظمت کا اعتراف کیا، تعداد میں اُن لوگوں سے کہیں زیادہ ہیں جنھوں نے تنقید و تنقیص کی ہے۔ سچ کہا گیا ہے آدمی کا رتبہ اِس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اس کے بارے میں مختلف الخیال ہو جاتے ہیں۔ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے معاملے ہی کو دیکھو۔ کس طرح دو گروہ اُن کے حق میں غلو کرنے کی وجہ سے ہلاکت کا شکار ہو گئے۔ ایک گروہ نے محبت میں بے اعتدالی کی اور دوسرا بغض سے اندھا ہو گیا۔ یہی حال امام ابو حنیفہ کا ہے کہ ایک گروہ اُن کے بغض میں مبتلا ہو گیا مگر اِس سے خود امام کی عظمت گھٹتی نہیں، بلکہ ثابت ہوتی ہے۔

امام احمد نے فرمایا "اوزاعی کی رائے، مالک کی رائے، ابو حنیفہ کی رائے، سب رائیں ہیں اور میری نگاہ میں یکساں ہیں۔ حجت صرف آثار و احادیث ہیں"

# باب

## علماء کی آپس کی چوٹیں

حضرت زبیر بن العوام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں اگلی قوموں کی بیماری دوڑ گئی ہے: حسد و بغض۔ بغض، مونڈنے والی صفت ہے۔ میں نہیں کہتا کہ بال مونڈتی ہے، لیکن دین کو مونڈ ڈالتی ہے۔ قسم اُس کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے تم جنت میں نہیں جانے کے جب تک ایمان نہ لاؤ۔ اور ایمان نہیں لانے کے جب تک آپس میں محبت نہ رکھو۔ کیا میں تمہیں بتا دوں، محبت کس طرح تمہارے دلوں میں گھر کرے گی؟ آپس میں صاحب سلامت عام کر دو"

حضرت ابن عباس فرمایا کرتے تھے "علماء کا علم قبول کرو، مگر ایک کے خلاف دوسرے کے قول کا یقین نہ کرو، کیونکہ بخدا، بکروں میں بھی ویسی جلن نہیں ہوتی، جیسی علماء میں ہوتی ہے!"

ابو حازم کہتے ہیں، اگلے زمانہ میں علماء کی حالت یہ تھی کہ عالم اپنے سے بڑے عالم کو دیکھ پاتا، تو نہایت خوش وقت ہوتا۔ برابر والے سے ملتا تو علمی مذاکرہ شروع کر دیتا۔ ادنیٰ کا سامنا ہوتا تو گھمنڈ سے کام نہ رکھتا۔ لیکن ہمارے اِس زمانے کی حالت یہ ہے کہ عالم اپنے سے بڑے عالم میں کیڑے نکالتا ہے، تاکہ لوگ متنفر ہو کر اُسے چھوڑ دیں۔ برابر والے سے مذاکرہ نہیں کرتا اور ادنیٰ کو پاتے ہی اکڑنے بردنے لگتا ہے!"

ابو عمر کہتے ہیں، اس بارے میں بہت لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے اور جہل کی وجہ سے سخت گمراہیاں پھیل گئی ہیں۔ حق یہ ہے کہ جو شخص علم میں قابل اعتبار و امانت دار ثابت ہو چکا ہے اُس کے حق میں کوئی رد و قدح قبول نہیں کی جا سکتی، جب تک قانون شہادت کی کسوٹی پر پوری طرح کھری نہ اترے۔ معترض کو یہ بھی یقین دلانا چاہیئے کہ اُس کا دل ہر قسم کے کینے، حسد، رقابت

عداوت سے پاک ہے' کیونکہ اگر ہر عالم کی دوسرے عالم پر نکتہ چینی آنکھیں بند کر کے تسلیم کر لی جائے تو تمام علماء پر سے بھروسہ اٹھ جائے گا۔ خود سلف صالحین ہیں ردہ قدح ہو چکی ہے' کبھی غصہ سے اور کبھی حسد سے۔ ہم اِس باب میں بعض اقوال درج کر رہے ہیں تاکہ معلوم ہو' علماء کی آپسی منافست' عیب جوئی' نکتہ چینی' تنقیص کچھ وزن نہیں رکھتی اور بالکل ناقابلِ التفات ہے۔

حمّادؒ عراق والوں سے کہا کرتے تھے" میں نے اہلِ حجاز کی جانچ کی' تو علم سے کورا پایا۔ بخدا تمہارے لڑکے' بلکہ لڑکوں کے لڑکے اُن سے زیادہ علم رکھتے ہیں!"

ابن شہاب سے کہا گیا" یہ آپ نے کیا کیا کہ مدینے کو چھوڑ کر گاؤں کے ہو رہے؟ آپ کے چلے جانے سے مدینے کے علماء یتیم ہو گئے ہیں!" جواب دیا" دو غلاموں نے مدینہ ہمارے لئے خراب کر دیا ہے: ربیعہ اور ابوالزناد نے!"

حمّادؒ نے علماءِ کوفہ سے کہا" خدا کا شکر ادا کرو۔ عطاء' طاؤس' اور مجاہد سے مِل آیا ہوں' تمہارے بچے بھی اُن سے زیادہ علم رکھتے ہیں!"

ابو عمر کہتے ہیں' یہ حماد کی بڑی زیادتی ہے۔ حماد کو امام ابو حنیفہ سے زیادہ کون جانتا ہے' مگر یہ واقعہ ہے کہ امام صاحب نے عطاء کو حماد پر ترجیح دی ہے۔ ابو یحییٰ حمانی کی روایت ہے کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا" میں نے عطاء بن ابی رباح سے افضل' اور جابر الجعفی سے بڑھ کر کذّاب کوئی آدمی نہیں دیکھا!"

زُہری کہا کرتے تھے" اہلِ مکہ سے زیادہ اسلام کا ڈھانے والا کوئی نہیں!"

ابو عمر کہتے ہیں' دیکھو یہ حماد بن ابی سلیمان' جو ابراہیم نخعی کے بعد فقیہ کوفہ ہوئے اور امام ابو حنیفہ جن کے شاگرد ہیں' عطاء' طاؤس' مجاہد کو جاہل بتاتے ہیں' حالانکہ یہ حضرات بلا نزاع تمام علماء کے نزدیک حماد سے کہیں زیادہ علم و فضل کے مالک تھے' اور یہ ابن شہاب زہری اپنی جلالت شان کے باوجود اہلِ مکہ کی اِس طرح تنقیص کرتے ہیں' حالانکہ مکہ بڑے بڑے علماء و فضلاء کا مرکز تھا!

اعمش کا بیان ہے کہ شعبی کی مجلس میں ابراہیم نخعی کا تذکرہ ہوا، تو بگڑ کر کہنے لگے "وہی کانا جو رات کو مجھ سے فتوے پوچھ پوچھ جاتا ہے اور دن کو عالم بن کر لوگوں کو فتوے دیتا ہے!" نخعی کو یہ بات پہنچی تو کہنے لگے "یہ شعبی مسروق سے حدیث روایت کرتا ہے، حالانکہ اِس کذّاب نے مسروق سے ایک حدیث بھی نہیں سنی!"

ابو عمر کہتے ہیں، معاذ اللہ! شعبی کذاب نہیں ہو سکتے وہ تو جلیل القدر امام ہیں۔ اِسی طرح ابراہیم نخعی کی دیانت و امامت بھی مسلم ہے۔

حضرت ام المومنین عائشہ نے فرمایا "انس بن مالک اور ابو سعید خدری کو بھلا حدیث رسول اللہ کا کیا علم؟ عہد نبوی میں تو دونو چھوٹے بچے تھے!"

حضرت عبداللہ بن عمر سے بیان کیا گیا کہ حضرت ابو ہریرہ وتر نماز کو ضروری نہیں سمجھتے۔ حضرت عبداللہ خفا ہو گئے اور فرمایا "ابو ہریرہ جھوٹا ہے!"

اِس سلسلہ میں ایک نہایت مکروہ واقعہ یہ ہے کہ ضحّاک مِشک کو مکروہ سمجھتے تھے لوگوں نے کہا، مگر اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو مشک کا استعمال کرتے تھے۔ طیش میں آ کر ضحاک نے کہہ دیا "ہم اصحاب محمد سے زیادہ جانتے ہیں!"

عروہ بن الزبیر سے کہا گیا کہ حضرت ابن عباس کہتے ہیں، بعثت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مکہ میں تیرہ سال مقیم رہے تھے۔ عروہ نے جواب دیا "ابن عباس جھوٹا ہے اس نے یہ بات ایک شاعر سے سن لی ہے!"

ابو عمر کہتے ہیں، شاعر سے مراد ابو قیس صرمہ بن انس انصاری ہیں جو کہتے ہیں۔

ثوی فی قریش بضع عشرۃ حجۃ　　　یذکر لو یلقی صدیقا مواتیا

(قریش میں کچھ اوپر دس برس تلقین کرتے رہے کہ شاید کوئی مددگار مل جائے)

حضرت حسن بن علی سے "وشاہدٍ ومشہودٍ" کی تفسیر پوچھی گئی۔ انھوں نے بیان کر دی۔ کسی کی زبان سے نکل گیا، مگر عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن الزبیر دوسرا ہی مطلب بیان کرتے

ہیں۔ حضرت حسن نے فرمایا" دونوں جھوٹے ہیں!"

ایوب کا بیان ہے کہ ایک شخص نے سعید بن المسیب سے نذرِ معصیت کے بارے میں فتویٰ طلب کیا۔ سعید نے کہا' نذر پوری کرنا چاہیئے۔ وہی شخص عکرمہ کے پاس گیا تو انھوں نے جواب دیا۔ نذر پوری نہ کرے۔ اُس شخص نے لوٹ کر سعید کو خبر دی' تو خفا ہو گئے اور کہا" عکرمہ سے کہہ دو کہ جہالت سے باز آئے' ورنہ حاکم اس کی پیٹھ کوڑوں سے لال کر دیں گے!" آدمی نے جا کر یہ بات عکرمہ کو سنا دی تو کہنے لگے" جب تم نے سعید کا پیام مجھے پہنچایا ہے' تو میرا جواب بھی اُسے پہنچا دو۔ کہنا' تیری پیٹھ تو حاکم پہلے ہی لال کر چکے ہیں۔ تیری آبرو ہی کہاں باقی ہے" راوی کہتا ہے اس واقعہ کے بعد دونوں بزرگوں میں ایسی رنجش ہوئی کہ سعید بن المسیب اپنے غلام بُرد سے کہا کرتے تھے" دیکھ' مجھ پر اُسی طرح جھوٹ نہ تراشنا' جس طرح عکرمہ' عبداللہ بن عباس پر جھوٹ بولا کرتے تھے!"

اسی طرح محمد بن اسحاق اور امام مالک کی تکرار بھی مشہور ہے۔ عبداللہ بن ادریس کہتے ہیں کہ محمد بن اسحاق ہمارے شہر میں آئے تو امام مالک کے علم کا بھی تذکرہ ہوا۔ محمد بن اسحاق نے جل کر کہا مالک کا علم میرے سامنے رکھو' کیونکہ میں اُس کا سلوتری ہوں!" عبداللہ کہتے ہیں' پھر میرا جانا مدینے ہوا اور میں نے یہ واقعہ امام مالک سے بیان کیا' تو کہنے لگے" محمد بن اسحاق' دجال الدجاجلہ ہے!" عبداللہ کہتے ہیں' دجّال کی یہ جمع' دجاجلہ میں نے پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔

پھر یہی محمد بن اسحاق' امام مالک کی نسبت کہا کرتے تھے کہ" بنی تیم قریش کے غلاموں کی اولاد ہیں" اس کے مقابلے میں امام مالک' محمد بن اسحاق کو" کذاب" ٹھہراتے تھے' حالانکہ نہ امام مالک' غلام خاندان سے تھے نہ محمد بن اسحاق کذّاب۔ امام مالک سے سوال کیا گیا' آپ محمد بن اسحاق کو کذّاب کیوں کہتے ہیں؟ جواب دیا' ہشام بن عروہ سے میں نے یہی سنا ہے۔ ہشام سے پوچھا گیا تو کہنے لگے" ابن اسحاق میری بیوی سے روایت کرتا ہے' حالانکہ بخدا اس نے کبھی میری بیوی کو دیکھا نہیں" امام احمد نے یہ واقعہ بیان کر کے فرمایا" ممکن ہے ابن اسحاق نے ہشام کی بیوی کو دیکھا ہو یا پردے

کے پیچھے سے ان کی آواز سنی ہو اور ہشام اِس واقعہ سے بے خبر ہوں "۔

فضل بن موسیٰ کا بیان ہے کہ اعمش بیمار پڑے اور امام ابو حنیفہ عیادت کو تشریف لے گئے میں بھی ساتھ تھا امام صاحب نے اعمش سے فرمایا" ابو محمد! یہ خیال نہ ہوتا کہ بار بار آنے سے آپ کو تکلیف ہوگی تو میں جلد جلد عیادت کو آتا۔ اِس پر اعمش نے بڑی رکھائی سے جواب دیا" جب آپ اپنے گھر میں بیٹھے ہوتے ہیں، تو بھی مجھ پر بڑا بوجھ ہوتے ہیں عیادت کا کیا ذکر!" فضل کہتے ہیں، واپسی پر امام ابو حنیفہ نے مجھ سے کہا" اعمش کا کبھی نہ کوئی روزہ صحیح ہوا ہے نہ غسلِ جنابت!" فضل کہتے ہیں روزے اور غسل کے بارے میں اعمش کا مسلک امام صاحب سے مختلف تھا۔

امام محمد بن حسن فرماتے ہیں، ایک دن میں امام مالک کی مجلس میں پہنچا تو وہ کہہ رہے تھے" عراق والوں کو اہل کتاب کے درجے میں رکھو، اُن کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب بلکہ مخاطب ہوں، تو جواب میں کہہ دیا کرو" وقولوا آمنا بالذی انزل الینا وانزل الیکم والٰھنا والٰھکم واحد ونحن لہ مسلمون[۱] " پھر مجھ پر نگاہ پڑ گئی تو شرما کر کہنے لگے" ابو عبداللہ! مجھے پسند نہیں کہ یہ غیبت ہو اپنے بزرگوں سے میں نے اسی طرح سنا ہے!"

سعید بن منصور کا بیان ہے کہ میں امام مالک کے حلقے میں موجود تھا کہ عراق کے کچھ لوگ آتے دکھائی دئے۔ امام مالک نے فوراً یہ آیت پڑھی" تعرف فی وجوہ الذین کفروا المنکر یکادون یسطون بالذین یتلون علیھم اٰیاتنا[۲] "!

یحییٰ بن کثیر قتادہ کے بارے میں کہا کرتے تھے" بصرے کی خیریت نہیں جب تک یہاں قتادہ موجود ہے!" اور قتادہ، یحییٰ کے بارے میں کہتے تھے" مچھیروں کو بھی علم کبھی ہوا ہے!" یحییٰ کا خاندان مچھلی فروش تھا۔

---

[۱] اور کہو کہ ہم ایمان لائے ہیں اُس خدا پر جس نے اپنی کتاب نازل کی ہے ہماری طرف اور تمہاری طرف اور ہمارا تمہارا خدا ایک ہی ہے اور ہم اسکے فرمانبردار ہیں [۲] منکروں کے چہروں پر تم برہمی کے آثار دیکھتے ہو جو قریب ہے کہ ہماری آیتیں سنانے والوں پر حملہ کر بیٹھیں۔

منصور بن عمار نے ایک دن وعظ کہا۔ بڑا مجمع تھا۔ ابو العتاہیہ شاعر بھی موجود تھے۔ وعظ کے بعد لوگوں سے کہنے لگے "منصور نے پورا وعظ کوفے کے ایک آدمی سے چرا لیا ہے۔ منصور کو خبر پہنچی تو برہم ہو کر کہا "ابو العتاہیہ ملحد، زندیق ہے، جبھی تو اپنے اشعار میں صرف موت کا ذکر کرتا ہے اور بھولے سے بھی جنت دوزخ کا نام نہیں لیتا۔ ابو العتاہیہ نے سنا تو منصور کے جواب میں یہ شعر کہے

یا واعظ الناس قد اصبحت متهما     اذ عبت منهم امورا انت تاتیها

(لوگوں کو وعظ سنانے والے، اب تو خود متہم ہو رہا ہے کیونکہ جن باتوں کی تو برائی کرتا ہے انہی سے خود آلودہ ہے)

کالملبس الثوب من عری وعورته     للناس بادیة ما ان یواریها

(اس شخص کی طرح جو برہنگی چھپانے کے لئے کپڑا پہنتا ہے حالانکہ اس کی برہنگی سب کے سامنے ہے)

واعظم الاثم بعد الشرک نعلمه     فی کل نفس عماها عن مساویها

(شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے عیوب سے اندھا بن جائے)

عرفانها بعیوب الناس تبصرها     منهم ولا تبصر العیب الذی فیها

(اور یہ کہ دوسروں کے عیب تو دیکھے، مگر خود اپنے عیوب سے آنکھیں بند کرلے)

اس واقعہ کے چند ہی روز بعد منصور کا انتقال ہو گیا، تو ابو العتاہیہ قبر پر گئے اور کہا "خدا آپ کو وہ سب بخش دے، جو میرے حق میں آپ کی زبان سے نکلا تھا!"

یحییٰ بن یحییٰ کا بیان ہے، "میں ابن القاسم کے پاس پہنچتا تو پوچھتے، کہاں سے آ رہے ہو؟ اگر کہتا، ابن وہب کے پاس سے، تو چلا اٹھتے "خدا سے ڈرو، ابن وہب کی اکثر روایتوں پر عمل نہیں ہے!" اسی طرح جب میں ابن وہب سے ملتا تو ابن القاسم کی بابت کہتے "خدا سے ڈرو۔ ابن القاسم سے خلا ملا نہ رکھو۔ اس کے اکثر مسئلے خود ساختہ ہیں!"

ابن معین، بڑے بڑے ثقہ بزرگوں کے حق میں نہایت سخت لفظ کہہ جاتے تھے عبدالملک بن مروان کی نسبت کہا "وہ گندہ دہن تھا، منہ سے سخت بدبو آتی تھی۔ بدترین انسان تھا!" ابو عثمان نہدی کے بارے میں کہا "پولیس کا شحنہ تھا!" طاؤس پر رائے زنی کی

"شیعہ ہے!" امام شافعی کے بارے میں کہا "ثقہ نہیں!" اس پر امام احمد نے ابن معین کو سرزنش کی اور فرمایا "تمہاری اِن آنکھوں نے شافعی جیسا آدمی دیکھا بھی ہے!"

غرض علماء میں اس طرح کا حسد، منافست، رقابت بہت ہے۔ اسی صورت حال پر ابو العتاہیہ نے آنسو بہائے ہیں:

بکی شجوہ الاسلام من علمائہ ‏ فما اکترثوا لما رأوا من بکاءہ

(اسلام اپنے علماء کے ہاتھوں رو رہا ہے مگر علماء کو اسکے آنسوؤں کی پرواہ نہیں)

فاکثرھم مستقبح لصواب من ‏ یخالفہ مستحسن لخطاءہ

(اکثر علماء اپنے مخالف کے حق کی بھی برائی کرتے اور اپنی غلطی سراہتے رہتے ہیں)

فأیھم المرجو فینا لدینہ ‏ وایھم الموثوق فینا برأیہ

(ایسی حالت میں ہم کس کی دین داری سے امید باندھیں اور کسکی رائے پر بھروسہ کریں)

ابو عمر کہتے ہیں، امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی جیسے جلیل القدر ائمہ کی شان میں جس کسی نے بدگوئی کی ہے اس پر اعشیٰ کا یہ شعر صادق آتا ہے۔

کناطح صخرۃ یوما لیفلقھا ‏ فلم یضرھا واوھی قرنہ الوعل

(کوہستانی بکرے نے چٹان کو توڑ ڈالنے کے لئے ٹکر ماری مگر چٹان کا کچھ نہ بگڑا خود بکرے نے اپنا سینگ توڑ لیا)

اسی مضمون کو حسین بن حمید نے اس طرح ادا کیا ہے:۔

یا ناطح الجبل العالی لیکلمہ ‏ اشفق علی الراس لا تشفق علی الجبل

(نادان، ٹکریں مار کر تو پہاڑ کو زخمی کرنا چاہتا ہے پہاڑ پر نہیں اپنے سر پر ترس کھا)

اس باب میں ابو العتاہیہ نے بھی خوب کہا ہے:

من ذا الذی ینجو من الناس سالما ‏ وللناس قال بالظنون وقیل!

(لوگوں کی قیل وقال اور بدظنیوں سے کون محفوظ رہا ہے)

عبد اللہ بن مبارک سے کہا گیا، فلاں شخص امام ابو حنیفہ کی بدگوئی کرتا ہے، تو عبد اللہ نے

ابن الرقیات کا یہ شعر پڑھ دیا:

حسدوک ان رادک فضل الد - - - ـہ بما فضلت بـہ النجباء

(تجھ پر اس لیے حسد کرتے ہیں کہ خدا نے تجھے نیکیوں سے فضیلت بخشی ہے)

ابوالاسود دؤلی کا یہ شعر بھی برمحل ہے:

حسدوا الفتی اذلم ینالوا سعیہ فالناس اعداءلہ وخصوم

(حسد کی راہ سے آدمی کے دشمن بن جاتے ہیں، جب عمل میں اسکی برابری نہیں کر سکتے)

ابوعمر کہتے ہیں، صحابہ و تابعین کے بعد ائمہ اسلام: ابوحنیفہ، مالک، اور شافعی کے فضائل ایسے ہیں کہ خدا جسے ان کی سیرت کے مطالعہ اور اقتداء کی توفیق بخشے، یقیناً وہ خوش نصیب ہے۔

سفیان ثوری فرماتے ہیں" جب صالحین کا تذکرہ ہوتا ہے، تو رحمت الٰہی نازل ہوتی رہتی ہے"

ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی نے کہا" خدا کی رحمت ہو ابوحنیفہ پر، امام تھے۔ خدا کی رحمت ہو مالک پر، امام تھے۔ خدا کی رحمت ہو شافعی پر، امام تھے!"

# باب

## فتویٰ دینے میں احتیاط

عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سو بیس صحابی دیکھے ہیں۔ مسجد میں جمع ہوتے تھے، لیکن ہر صحابی کی خواہش یہی ہوتی تھی کہ خود نہیں، کوئی دوسرا حدیث سنائے یا فتویٰ دے۔ ہر صحابی اس چیز سے گھبراتا تھا"

حضرت عبداللہ بن مسعود نے تمیم بن حذیم سے فرمایا "اگر ممکن ہو کہ ہمیشہ دوسروں ہی کی سنو، اور خود کچھ نہ بولو، تو ایسا ہی کرو"

معاویہ بن ابی عیاش کا بیان ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن الزبیر اور عاصم بن عمر کی مجلس میں حاضر تھا کہ محمد بن ایاس نے آکر بیان کیا "ریگستان میں ایک شخص نے اپنی بیوی کو خلوت سے پہلے ہی تین طلاقیں دے دی ہیں۔ آپ حضرات کا فتویٰ کیا ہے؟ حضرت عبداللہ نے جواب دیا "اس بارے میں ہماری کوئی رائے نہیں تم ابن عباسؓ اور ابوہریرہؓ سے جاکر دریافت کرو۔ میں انھیں ام المومنین عائشہؓ کے دروازے پر چھوڑ آیا ہوں"

حضرت عبداللہ بن عباس کا مقولہ ہے "جو شخص ہر مسئلے میں فتویٰ دیتا ہے، دیوانہ ہے"

ابو اسحاق کہتے ہیں "اگلے وقتوں کی یہ حالت میری آنکھوں دیکھی ہے کہ آدمی مسئلہ پوچھنے آتا تھا تو لوگ اسے مجلس مجلس لیے پھرتے تھے۔ علماء فتویٰ دینے سے ڈرتے تھے۔ آخر اُسے سعید بن المسیب کے پاس پہنچا دیا جاتا تھا۔ سعید کو اُس زمانے کے علماء "جری" کے لقب سے یاد کرتے تھے، کیونکہ وہ فتویٰ دینے میں کم جھجکتے تھے"

سحنون بن سعید کہا کرتے تھے "فتویٰ دینے کی سب سے زیادہ جرأت اُسی میں ہوتی ہے، جس کے پاس سب سے کم علم ہوتا ہے۔ یہ کیسی نادانی ہے کہ آدمی کو تھوڑا سا علم حاصل ہوتا ہے

اور سمجھنے لگتا ہے کہ تمام و کمال حق کا مالک ہو گیا ہے۔ ایسے مسائل بھی ہیں، جن میں ائمہ کے آٹھ آٹھ قول موجود ہیں۔ بتاؤ اِن اقوال کو پرکھے بغیر جواب کیسے دے دوں؟ جواب میں تاخیر پہ مجھے ملامت کر لیے جاہیے"

حضرت حذیفہ نے فرمایا "تین ہی قسم کے آدمی فتویٰ دیتے ہیں: ناسخ و منسوخ کے عالم، امت کے حکام، اور تیسری قسم احمقوں کی ہے" محمد بن سیرین یہ قول نقل کر کے کہتے "پہلی دو قسموں میں میرا شمار نہیں، اور امید ہے احمقوں کے گروہ میں بھی کھڑا نہ ہوں گا!"

# باب

## التزام سنت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ جب تک انھیں پکڑے رہو گے، گمراہ نہ ہو گے: اللہ کی کتاب اور اپنی سنت"

ابوالاحوص کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ہر جمعرات کو کھڑے ہو کر بلند آواز سے فرماتے لوگو! دو ہی چیزیں ہیں: کلام اور عمل۔ افضل ترین، اصدق ترین کلام اللہ کا کلام ہے۔ احسن ترین، افضل ترین عمل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہے بدترین کام بدعت کے کام ہیں۔ خبردار! دنیا کی محبت تم میں زیادہ نہ ہونے پائے کہ تمہارے دل سخت ہو کر رہ جائیں، اور دیکھو طولِ امل، بے معنی آرزوئیں، تمہیں غفلت میں نہ ڈال دیں۔ جو کچھ آنے والا ہے، قریب ہے، اور دور وہی ہے جو آنے والا نہیں!"

حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسا وعظ سنایا کہ آنکھیں اشک بار ہو گئیں اور دل دہل اٹھے۔ ہم نے عرض کیا "یا رسول اللہ یہ تو ایسا وعظ ہے جیسے کوئی رخصت ہو رہا ہو۔ ارشاد ہو حضور کی ہمیں وصیت کیا ہے؟ فرمایا

"میں تمہیں ایسی روشن شاہ راہ پر چھوڑے جاتا ہوں، جس کی رات بھی دن کی طرح منور ہے۔ میرے بعد اس راہ سے وہی پھریں گے، جو ہلاک ہونے والے ہیں۔ تم میں سے جو زندہ رہیں گے جلد بہت اختلاف دیکھیں گے، مگر تم میری سنت کو، جسے جانتے پہچانتے ہو اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی کرنا۔ اطاعت پہ استوار رہنا، اگرچہ تمہارا حاکم حبشی غلام ہی ہو۔ اس بات کو مضبوطی کے ساتھ دانتوں سے پکڑو۔ مومن، نرم ناک اونٹ کی طرح ہوتا ہے۔ جدھر چلاؤ چلا جاتا ہے۔ خبردار، نئی نئی باتیں قبول نہ کرنا۔ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی"

حضرت عمر نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا "لوگو، تمہارے رستے بنا دیے گئے اور فرائض مقرر ہو چکے ہیں۔ تم روشن شاہ راہ پر پڑ چکے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ لوگوں کو لے کر شاہ راہ سے دائیں بائیں کترا جاؤ"

میمون بن مہران نے آیت " فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والی الرسول" کی تفسیر میں کہا "خدا کی طرف رجوع کرنا، کتاب اللہ کی طرف رجوع کرنا ہے، اور وفات کے بعد رسول کی طرف رجوع کرنا، سنت کی طرف رجوع کرنا ہے"

# باب

## سنت کا تعلق کتاب اللہ سے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

| | |
|---|---|
| وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس | اور ہم نے اتارا تم پر قرآن تاکہ جو کچھ اتارا گیا ہے |
| ما نزل الیھم | لوگوں کے لئے بیان کردو۔ |

اور فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| فلیحذر الذین یخالفون عن | ڈریں وہ لوگ جو امر رسول کی مخالفت کرتے |
| امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم | ہیں کہ مبادا کسی فتنے میں پڑ جائیں یا دردناک |
| عذاب الیم | عذاب ان پر آجائے۔ |

اور فرمایا:

| | |
|---|---|
| وانک لتھدی الیٰ صراط مستقیم | اے پیغمبر تم سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کرتے |
| صراط اللہ الذی لہ ما فی السموات | ہو اُس خدا کی راہ کی طرف جو آسمان و زمین کی |
| وما فی الارض الا الی اللہ تصیر | سب چیزوں کا مالک ہے اور خدا ہی کی طرف |
| الامور | سب کچھ لوٹ جاتا ہے۔ |

اسی طرح بہت سی آیتوں میں خدا نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت فرض کردی ہے اور نبی کی اطاعت کو خود اپنی اطاعت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

ابراہیم بن علقمہ کا بیان ہے کہ قبیلۂ اسد کی ایک عورت حضرت عبداللہ بن مسعود کی مجلس میں پہنچی اور کہنے لگی۔ سنا ہے کہ آپ نیل گودنے والیوں اور گدانے والیوں کو لعنت کیا کرتے ہیں، حالانکہ میں قرآن پڑھ چکی ہوں اور قرآن میں ایسی کوئی چیز مجھے نہیں ملی۔ میرا تو

خیال ہے کہ خود آپ کی بیوی بھی اس گدنے سے نہ بچی ہوگی! حضرت عبداللہ نے جواب دیا "تم گھر میں جاؤ اور میری بیوی کو دیکھ لو" وہ گئی، مگر وہاں گدنا نہ تھا حضرت عبداللہ نے فرمایا "میری بیوی نے یہ حرکت کی ہوتی تو اس کا منہ بھی نہ دیکھتا۔ تم کہتی ہو قرآن میں گدنے کی ممانعت نہیں ملی، مگر کیا یہ آیت بھی تم نے پڑھی ہے "ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا"[1] عورت نے جواب دیا کیوں نہیں۔ پڑھ چکی ہوں حضرت عبداللہ نے فرمایا "تو بس چپ رہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس فعل پر لعنت فرما چکے ہیں!"

عبدالرحمان بن یزید نے ایک محرم حاجی کو سِلے ہوئے کپڑے پہنے دیکھا تو معترض ہوئے وہ شخص کہنے لگا "پہلے قرآن سے کوئی آیت نکال کے دکھاؤ پھر میرے کپڑے اتروانا!" اس پر عبدالرحمان نے یہی آیت پڑھ دی: "وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا!"

طاؤس نماز عصر کے بعد دو رکعت نفل بھی پڑھا کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس نے منع کیا طاؤس کہنے لگے، ممانعت تو اس لئے تھی کہ اس نفل کو سنت نہ سمجھ لیا جائے۔ حضرت ابن عباس نے جواب دیا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر اور مغرب کے درمیان ہر نماز سے منع کیا ہے مجھے نہیں معلوم ان نفلوں پر تمہیں عذاب دیا جائے گا یا ثواب ملے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم"[2]

مقدام بن معدی کرب سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وہ زمانہ آنے والا ہے جب لوگ مسندوں پر بیٹھے ہوں گے میری حدیث سنائی جائے گی، تو کہیں گے رہنے بھی دو۔ ہمارے تمہارے پاس کتاب اللہ موجود ہے۔ جو اس میں حلال ہے اسی کو ہم حلال کہیں گے اور جو اس میں حرام ہے اسی کو حرام سمجھیں گے، لیکن سن لو، رسول کا حرام ٹھہرانا بھی، خدا کے حرام ٹھہرانے

---

[1] رسول تمہیں جو دے لو جس سے منع کرے اس سے باز رہو [2] کسی مومن اور مومنہ کو شایاں نہیں کہ جب خدا اور اس کے رسول کی طرف سے کوئی فیصلہ ہو جائے تو اس معاملہ میں اپنا اختیار باقی رکھیں۔

کی جگہ ہے"

ابو عمر کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا ہے، خدا کے تمام اوامر و نواہی میں تمہیں بتا چکا ہوں، اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

| | |
|---|---|
| وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی: | اور پیغمبر اپنی خواہش کے مطابق نہیں بولتا، بلکہ یہ وحی ہے جو اس پر نازل ہوتی ہے۔ |

اور فرمایا:-

| | |
|---|---|
| فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما: | (اے پیغمبر) تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے جب تک اپنے باہمی جھگڑے تم ہی سے فیصلہ نہ کرائیں پھر تمہارے فیصلے سے کسی طرح دلگیر بھی نہ ہوں بلکہ پورے دل سے اسے قبول کر لیں |

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دو قسم کا بیان ہوا ہے: مجمل قرآنی احکام کا بیان، مثلاً اوقاتِ نماز، احکامِ رکوع و سجود، زکوٰۃ و مناسکِ حج کی تفصیل۔ یہ تمام فرائض قرآن میں مذکور ہیں، مگر مجمل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریح و تفصیل فرما دی ہے۔ بیان کی دوسری قسم قرآنی احکام پر اضافہ ہے، مثلاً پھوپی یا خالہ نکاح میں ہو، تو اس کی بھتیجی یا بھانجی سے نکاح کو حرام قرار دیا ہے یا گدھے اور درندے کا گوشت حرام بتایا ہے۔ خدا نے ہمیں اپنے رسول کی اطاعتِ مطلق کا حکم دے دیا ہے، لہذا بے چون وچرا اطاعت کرنا چاہیئے۔

روایت ہے، ایک شخص کہہ رہا تھا کتاب اللہ ہمارے لیے کافی ہے۔ حضرت عمران بن حصین نے سنا تو فرمایا "بے وقوف قرآن میں تو نے کہاں پڑھا ہے کہ نماز ظہر چار رکعت ہے اور اس میں قراءت جہری نہیں سری ہونا چاہیئے؟"

ایک شخص نے مطرف بن عبداللہ سے کہا "ہمیں قرآن کے سوا کچھ نہ سنائیے" حضرت نے جواب دیا واللہ ہم خود بھی قرآن کو چھوڑ کر کوئی چیز نہیں لیتے، لیکن ہم قرآن کی تفسیر جاننے

کے لئے اُس شخص کی طرف رجوع کرتے ہیں، جسے قرآن کا علم ہم سے زیادہ ہے"

اوزاعی کا قول ہے "قرآن، سنت کا زیادہ محتاج ہے اور سنت کو قرآن کی کم محتاجی ہے"

ابو عمر کہتے ہیں، اِس قول کا مطلب یہ ہے کہ سنت، کتاب اللہ کی تشریح و تفسیر کرتی ہے۔

امام احمد بن حنبل کے سامنے اوزاعی کا یہ قول پیش کیا گیا تو فرمایا "ایسی بات زبان پر لانے کی مجھ میں جرأت نہیں، لیکن میں کہتا ہوں کہ سنت، کتاب اللہ کی تفسیر کرتی ہے۔ کتاب اللہ کو بیان کرتی ہے۔"

ابراہیم بن یسار کہتے ہیں "میں نے یہ حدیث سنی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشک کے منہ سے منہ لگا کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ اِس ممانعت پر مجھے تعجب ہوتا اور دل کہتا اِس طرح پینے میں آخر بُرائی کیا ہے؟ لیکن ایک دن سننے میں آیا کہ ایک شخص مشک کے منہ پر منہ لگا کر پانی پینے لگا، تو سانپ نے کاٹ لیا اور وہ مرگیا! سانپ کسی طرح مشک کے اندر چلا گیا تھا اُس دن سے مجھے یقین ہوگیا کہ ہر حدیث میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور پوشیدہ ہے گو مجھے معلوم نہ ہو"

حضرت سعد بن معاذ نے فرمایا "میں صرف تین باتوں میں ویسا ہوں جیسا ہونا چاہیئے باقی میں دوسرے لوگوں کی طرح ہوں۔ وہ باتیں یہ ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فرمان کو میں نے ہمیشہ فرمان خداوندی سمجھا۔ نماز میں ہوتا ہوں، تو نماز کے سوا کوئی اور خیال دل میں آنے نہیں دیتا۔ جنازے کے ساتھ چلتا ہوں، تو موت کے تصور میں ڈوب جاتا ہوں" یہ روایت بیان کرکے سعید بن المسیب کہتے تھے "اِن خصلتوں کو میں صرف انبیاء کی خصلتیں سمجھا کرتا تھا"

# باب

## ترکِ سنت اور تاویلِ قرآن

ابو عمر کہتے ہیں، اہل بدعت نے سنت کو چھوڑ دیا ہے اور قرآن کی ایسی تاویلوں میں پڑ گئے ہیں، جو سنت کے بالکل خلاف ہیں، حالانکہ اس بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت احادیث وارد ہیں۔

مثلاً فرمایا "اپنی امت کے حق میں مجھے جس چیز کا سب سے زیادہ اندیشہ ہے، وہ لسّان منافق ہے، جو قرآن کو لے کر جدل کرے"

حضرت ابن مسعود سے روایت ہے "جلد ایسے لوگوں کو دیکھو گے، جو تمہیں کتاب اللہ کی طرف بلائیں گے، مگر خود کتاب اللہ کو چھوڑے بیٹھے ہوں گے۔ تم علم حقیقی کو ہاتھ سے جانے نہ دو خبردار! بدعت قبول نہ کرنا۔ خبردار! بال کی کھال نکالنے والے نہ بننا۔ پرانے طریقے ہی کو لئے رہو"

حضرت عمر فرماتے تھے "میں تمہارے حق میں صرف دو آدمیوں سے ڈرتا ہوں: قرآن کی غلط تاویل کرنے والے سے، اور اپنے بھائی کی ملکیت چھیننے والے سے"

حضرت عمر ہی کا قول ہے "اس امت پر مجھے مومن سے کوئی خوف نہیں کہ ایمان اسے بدی سے روکنے والا ہے۔ ایسے منافق سے بھی خطرہ نہیں، جس کا فسق کھلا ہوا ہے، لیکن ہاں اندیشہ ہے، پورا اندیشہ ایسے آدمی سے جو قرآن پڑھتا ہے اور جب اس کی زبان پر خوب چڑھ جاتا ہے تو مخالف تاویلیں شروع کر دیتا ہے"

خلیفہ معاویہ بن ابی سفیان کا قول ہے "سب سے بڑی گمراہی یہ ہے کہ آدمی فہم و تدبر کے بغیر قرآن پڑھے، پھر اپنے لڑکوں، عورتوں، غلاموں، کنیزوں کو اس کی تعلیم دے، اور وہ اسے لے کر علماء سے مجادلہ کرنے لگیں"

# باب

## سُنّت کا مرتبہ

ضحاک نے آیت "لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً[۵]" کی تفسیر یہ بیان کی خدا حکم دیتا ہے کہ رسول کی اطاعت و تعظیم کرو، اور لقبِ نبوت کے ساتھ رسول کو مخاطب کیا کرو"

ابوسلمہ کہتے ہیں، جب آیت یا ایہا الذین اٰمنوا لاتقدموا بین یدی اللہ و رسولہ واتقوا اللہ ان اللہ سمیع علیم، یا ایہا الذین اٰمنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولاتجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون[۶]

تو حضرت ابوبکر نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا "قسم اُس ذات کی جس نے حق کے ساتھ اپنے رسول کو مبعوث کیا ہے آج سے میری گفتگو آپ کے حضور ویسی ہوگی، جیسی راز کی بات کہنے والے کی ہوتی ہے!"

ایک شخص نے قاسم بن محمد سے کہا "تعجب ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ سفر میں بھی چار رکعتیں پڑھتی تھیں، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو ہی رکعتیں ثابت ہیں" قاسم نے جواب دیا "سنت جہاں بھی ملے اُس کی پیروی کرو۔ لوگوں کا عمل نہ دیکھو۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ اُن پر حرف گیری نہیں کی جا سکتی"

حضرت فاروق کے پوتے ہلال سے روایت ہے کہ میرے والد عبداللہ نے یہ حدیث سنائی "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ عورتوں کو مسجد جانے کے حق سے نہ محروم کرو"

---

[۵] رسول کو اس طرح نہ پکارو جس طرح ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ [۶] مسلمانو اللہ اور اس کے رسول کے آگے بڑھ بڑھ کر باتیں نہ بنایا کرو اور خدا سے ڈرتے رہو کیونکہ خدا سنتا ہے جانتا ہے۔ مسلمانو اپنی آواز کو پیغمبر کی آواز سے اونچا نہ ہونے دو۔ اور نہ ان کے ساتھ بہت زور سے بات کرو، جیسے تم آپس میں زور زور بولا کرتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال اکارت جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو

لیکن میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا" میں تو اپنی بیوی کو مسجد جانے نہ دوں گا، اور جس کا جی چاہے اپنی بیوی بھیجتا پھرے! اس پر والد نے بڑی تیکھی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور کرخت آواز میں ڈانٹا تجھ پر خدا کی لعنت ہو! میں رسول اللہ کا حکم سناتا ہوں اور تو یہ کہتا ہے!" پھر غصہ سے بیخود ہو کر اُٹھے چلے گئے!

ایک مرتبہ عروہ بن الزبیر نے حضرت عبداللہ بن عباس سے کہا" آپ خدا سے ڈرتے نہیں کہ متعہ[1] کی اجازت دیتے ہیں! حضرت نے جواب دیا" لڑکے جا اور اپنی ماں سے پوچھ لے!" عروہ کہنے لگے" لیکن ابو بکر اور عمر تو متعہ سے منع کیا کرتے تھے" اس پر حضرت برہم ہو گئے" بخدا میں سمجھتا ہوں تم لوگ باز نہیں آؤ گے جب تک عذاب میں گرفتار نہ ہو جاؤ میں رسول اللہ کا قول سناتا ہوں اور تم ابو بکر و عمر کے اقوال سناتے ہو!"

ایک روز حضرت ابوالدرداء نہایت خفگی سے پکار اٹھے" معاویہ کے شر سے مجھے کون بچاتا ہے؟ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پیش کرتا ہوں اور وہ میرے سامنے اپنی رائے رکھتا ہے! میں اُس زمین پر ہرگز نہیں رہوں گا، جہاں معاویہ ہو گا!"

سالم بن عبداللہ کہتے ہیں حضرت عمر نے فتویٰ دیا کہ رمی الجمار، قربانی اور سر منڈانے کے بعد حاجی کے لیے خوشبو اور بیوی کے علاوہ سب مباح ہو جاتا ہے، لیکن حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ان امور کے بعد اور طواف سے پہلے میں نے رسول اللہ کے خوشبو لگائی ہے. سالم یہ حدیث بیان کر کے فرماتے تھے" سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی عمر کے فتوے پر مقدم ہے!" حالانکہ حضرت عمر سالم کے دادا ہیں!

حارث بن عبداللہ بن اوس کا بیان ہے کہ میں نے امیر المومنین عمر فاروق سے ایک مسئلہ دریافت کیا اور انھوں نے بتا دیا۔ میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی میں یہی سوال کر چکا ہوں، حضور کا جواب بھی وہی تھا، جو آپ کا ہے۔ یہ سن کر امیر المومنین کو غصہ آ گیا" خدا تجھے مارے! رسول اللہ سے سوال کے بعد بھی مجھ سے سوال کرنے آیا تھا۔ اگر میرا جواب کچھ اور ہوتا، تو؟"

[1] - متعہ حج کا ایک طریقہ ہے ۱۲

# باب

## با وضو روایتِ حدیث

ضرار بن مرہ کہتے ہیں "بے وضو حدیث سنانے کو سلف صالحین مکروہ سمجھتے تھے"

اسحاق کہتے ہیں "اعمش کو جب حدیث روایت کرنا ہوتی اور باوضو نہ ہوتے، تو تیمم کر لیتے تھے"

شعبہ کہتے ہیں "قتادہ، وضو کے بغیر حدیث کبھی نہیں سناتے تھے" یہی حال جعفر بن محمد، امام مالک، سعید ابن المسیب وغیرہ علماء کا تھا۔

# باب

## بدعت اور اہلِ بدعت

ابو سہیل بن مالک اپنے والد کا یہ قول نقل کیا کرتے تھے "سلف صالحین کی طریقوں میں سے اب کچھ باقی ہے، تو صرف اذان ہے"

ابن شہاب زہری نے بیان کیا کہ میں دمشق میں حضرت انس بن مالک کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ اکیلے بیٹھے رو رہے ہیں، میں نے رونے کا سبب پوچھا، تو فرمایا "روتا ہوں کہ اگلی باتوں میں سے ایک نماز باقی رہ گئی تھی، مگر اب وہ بھی ضائع کر دی گئی!"

حسن بصری کہا کرتے تھے "اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر واپس آجائیں، تو تمہارے حالات میں سے ایک قبلے کے سوا کچھ نہ پہچانیں!"

عثمان بن ولید کا بیان ہے کہ عروہ بن الزبیر نے مجھ سے پوچھا "کیا یہ سچ ہے کہ مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے پر لوگوں کو پیٹا جاتا ہے؟" میں نے اقرار کیا تو کہنے لگے "لیکن خدا کی قسم ابوبکر صدیق

کے جنازے کی نماز مسجد ہی میں پڑھی گئی تھی"

امام مالک کہتے ہیں، ایک مرتبہ ابن شہاب زہری، ہمارے شہر مدینے میں شام سے آئے۔ میں نے کہا "آپ نے علم حاصل کیا، اور جب علم کے صندوق بن گئے، تو مدینے کو چھوڑ کر شام کے ہو رہے" انھوں نے جواب دیا "میں مدینے اُس وقت تک رہا، جب تک آدمی آدمی تھے جب وہ بدل گئے، تو میں نے بھی اُن سے منہ موڑ لیا!"

عروہ بن الزبیر نے عقیق میں گھر بنایا، تو لوگ کہنے لگے، کیا آپ مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیزار ہو گئے؟ عروہ نے جواب دیا "میں نے دیکھا کہ تمہاری مسجدیں، لہو میں ڈالتی ہیں۔ تمہارے بازار، لغو سے بھر گئے ہیں۔ تمہارے رستوں پر فحش برلا ہے، حالانکہ پہلے جو حالت تھی اُسی میں تمہارے لئے عافیت تھی!"

ایک شخص نے ربیعہ بن عبدالرحمان کو آبدیدہ دیکھا تو بہت رنجیدہ ہوا اور ہمدردی سے پوچھنے لگا "کوئی مصیبت ٹوٹ پڑی ہے؟" ربیعہ نے جواب دیا "بھائی، میں اپنی مصیبت پر نہیں روتا۔ اسلام پر روتا ہوں جو بڑی مصیبت میں پڑ گیا ہے۔ اب ایسے لوگوں سے فتویٰ لیا جا رہا ہے، جو علم سے خالی اور چوروں کے ساتھ قید خانے میں رکھے جانے کے مستحق ہیں!"

# باب

## کتب بینی

احمد بن عمران کہتے ہیں، میں احمد بن محمد بن شجاع کی مجلس میں موجود تھا۔ انھوں نے اپنے خادم کو بھیجا کہ ابنُ الاعرابی کو بلالائے۔ خادم نے لوٹ کر بیان کیا "ابن الاعرابی کہتے ہیں میرے پاس کچھ عرب آئے ہوئے ہیں، ان سے چھٹی پاکر آؤں گا، حالانکہ میں نے خود دیکھا اکیلے بیٹھے ہیں کتابوں کا ایک انبار سامنے لگا ہے۔ کبھی اِس کتاب کو دیکھتے ہیں، کبھی وہ کتاب اٹھا لیتے ہیں! تھوڑی دیر بعد ابن الاعرابی آ گئے۔ ابن شجاع نے کہا، سبحان اللہ آپ نے ہمیں اپنی صحبت سے محروم رکھا اور کہلا بھیجا کہ عرب آئے ہوئے ہیں، حالانکہ نوکر کہتا ہے آپ کے پاس کتابوں کے سوا کوئی نہ تھا" اِس پر ابنُ الاعرابی نے یہ شعر پڑھے:

لنا جلساء ما نمل حدیثهم ... ألبّاء مأمونون غیبا ومشهدا

(ہمارے ہم نشین ایسے ہیں کہ ان کی گفتگو ہمیں اکتاتی نہیں یہ لوگ دانشمند ہیں اور ہر حال میں بے ضرر)

یفیدوننا من علمهم علم ما مضی ... وعقلا وتأدیبا ورأیا مسدّدا

(ہمارے دامن، علم و ادب و عقل کی دولتوں سے بھرتے رہتے ہیں)

بلا فتنة تخشیٰ ولا سوء عشرة ... ولا نتقی منهم لسانا ولا یدا

(خود ان سے کسی فتنے، کسی بدمزگی کا اندیشہ نہیں۔ ان کی زبان اور ہاتھ سے کبھی کوئی خطرہ نہیں)

فإن قلت أموات فما أنت کاذب ... وإن قلت أحیاء فلست مفندا

(اگر کہو کہ وہ مردے ہیں، تو ٹھیک ہے اور کہو زندہ ہیں، تو بھی غلط نہیں)

ابوالعباس احمد بن یحییٰ بن ثعلب سے کہا گیا "آپ کو تو لوگوں کی صحبت سے بالکل نفرت ہی ہوگئی ہے، حالانکہ اگر کبھی کبھی خلوت سے باہر نکلتے اور لوگوں سے ملتے جلتے، تو وہ آپ سے

فائدہ اٹھاتے اور خدا آپ کو بھی اُن سے فائدہ پہنچاتا۔" ابوالعباس کچھ دیر سر جھکائے چپ رہے پھر یہ شعر پڑھے:

ان صحبنا الملوك تاهوا علينا — واستخفوا كبراً بحق الجليس

(ہم بادشاہوں کی صحبت اختیار کریں، تو وہ غرور و تکبر سے پیش آئیں گے)

او صحبنا التجار صرنا الى البؤ — س وصرنا الى عداد الفلوس

(تاجروں میں بیٹھیں، تو دل کے غریب ہو جائیں گے اور روپیہ گننے کے شغل میں پھنس جائینگے)

فلزمنا البيوت نستخرج العـ — ـلم ونملا به بطون الطروس

(مجبوراً اپنے گھروں کے ہو گئے ہیں اور حقائق علم سے کتابیں بھر رہے ہیں)

محمد بن بشیر کے شعر بھی خوب ہیں:

لله من جلساء لا جليسهم — ولا خليطهم للسوء مرتقب

(کیا ہی خوب ہم نشین ہیں کہ ان کے ہم نشین کو کسی برائی کا اندیشہ نہیں ہوتا)

ولا بادرات الاذى يخشى رفيقهم — ولا يلاقيه منهم منطق ذرب

(نہ کبھی تکلیف دیتے ہیں نہ بدکلامی سے پیش آتے ہیں!)

ابقوا لنا حكما تبقى منافعها — اخرى الليالى على الايام وانشعبوا

(ہمارے لئے حکمت کے خزانے چھوڑ گئے ہیں، جن کا فائدہ ہمیشہ باقی رہیگا)

ان شئت من محكم الآثار يرفعها — الى النبى ثقات خيرة نجب

(تمہیں محکم آثار کی طلب ہو، تو یہاں نبیؐ کے آثار ثقہ و شریف راوی سنا رہے ہیں)

او شئت من عرب علما بأولهم — فى الجاهلية تنبينى بها العرب

(یا عرب جاہلیت کا علم چاہیں، تو خود عربوں کی زبان سے سن لو)

او شئت من سير الاملاك من عجم — تنبى وتخبر كيف الراى والادب

(یا عجم کے حالات و آداب کی خواہش ہو، تو وہ بھی یہاں موجود ہیں.....!)

حتی کانی قد شاهدت عصرھم وقد مضت دونھم من دھرنا حقب

(یہاں سب کچھ اس طرح ملتا ہے گویا ہم اس بیتے ہوئے زمانے کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں)

ما مات قوم اذا القوا لنا ادبا وعلم دین ولا بانوا ولا ذھبوا

(وہ لوگ مرے نہیں، زندہ ہیں جو ہمارے لئے یہ سب علم و ادب چھوڑ گئے ہیں)

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے پوتے، عبداللہ بن عبدالعزیز نے سب سے ملنا جلنا موقوف کر دیا تھا اور قبرستان میں رہنے لگے تھے ہمیشہ ہاتھ میں کتاب دیکھی جاتی تھی ایک مرتبہ اس بارے میں سوال کیا گیا تو کہنے لگے "میں نے قبر سے زیادہ واعظ، کتاب سے زیادہ دلچسپ رفیق اور تنہائی سے زیادہ بے ضرر ساتھی کوئی نہیں دیکھا"

حسن بصری فرمایا کرتے تھے "مجھ پر چالیس سال اس حال میں گزرے ہیں کہ سوتے جاگتے کتاب میرے سینے پر رہتی تھی!"

امام بخاری سے پوچھا گیا "حفظ کی دوا کیا ہے" فرمایا "کتب بینی!"

ابو عمر کہتے ہیں، اس بارے میں علماء نے بہت کچھ کہا ہے، لیکن جتنا ہم نے لکھ دیا ہے، کافی ہے۔ وباللہ التوفیق

# امام شافعیؒ کا سفرنامہ

امام شافعی کا یہ سفرنامہ اُن کے مشہور شاگرد ربیع بن سلیمان نے روایت کیا ہے اور یہاں ابن حجہؒ کی کتاب ثمرات الاوراق" طبع مصر سے ترجمہ کیا گیا ہے۔

امام شافعی نے فرمایا۔ مکہ سے جب میں روانہ ہوا تو میری عمر چودہ برس کی تھی۔ منہ پر ابھی سبزہ نمودار نہیں ہوا تھا دو یمنی چادریں میرے جسم پر تھیں۔ ذی طویٰ پہنچا تو ایک پڑاؤ دکھائی دیا۔ میں نے صاحب سلامت کی۔ ایک بڑے میاں، میری طرف بڑھے اور لجاجت سے کہنے لگے تمہیں خدا کا واسطہ، ہمارے کھانے میں ضرور شریک ہو" مجھے معلوم نہ تھا کہ کھانا نکل چکا ہے۔ بڑی بے تکلفی سے میں نے دعوت قبول کر لی۔ وہ لوگ پانچوں اُنگلیوں سے کھاتے تھے۔ میں نے بھی اُن کی ریس کی، تاکہ میرے کھانے سے انھیں گِھن نہ آئے۔ کھانے کے بعد پانی پیا، اور شکر خداوندی کے ساتھ اپنے بوڑھے میزبان کا بھی شکریہ ادا کیا۔

اب بڑے میاں نے سوال کیا تم مکی ہو؟ میں نے جواب دیا، جی ہاں مکی ہوں۔ کہنے لگا، قریشی ہو؟ میں نے کہا، ہاں قریشی ہوں۔ پھر خود میں نے پوچھا، اچھا! یہ آپ نے کیسے جانا کہ میں مکی ہوں قریشی ہوں؟ بوڑھے نے جواب دیا" شہری ہونا تو تمہارے لباس ہی سے ظاہر ہے، اور قریشی ہونا تمہارے کھانے سے معلوم ہو گیا۔ جو شخص دوسروں کا کھانا بے تکلفی سے کھا لیتا ہے، یہ بھی چاہتا ہے کہ لوگ اُس کا کھانا بھی دل کھول کے کھائیں، اور یہ خصلت صرف قریش کی ہے!"

میں نے پوچھا آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ بوڑھے نے جواب دیا، رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کا شہر، یثرب، میرا وطن ہے۔ میں نے پوچھا، مدینے میں کتاب اللہ کا عالم اور سنتِ رسول اللہ سے فتویٰ دینے والا مفتی کون ہے؟ بوڑھے نے جواب دیا، بنی اصبح کا سردار، مالک بن انس (امام مالکؒ)

میں نے کہا "آہ خدا ہی جانتا ہے امام مالک سے ملنے کا مجھے کتنا شوق ہے!" بوڑھے نے جواب دیا "خوش ہو جاؤ۔ خدا نے تمہارا شوق پورا کر دیا اس بھورے اونٹ کو دیکھو یہ ہمارا سب سے اچھا اونٹ ہے اسی پر تم سوار ہو گے۔ ہم اب جا ہی رہے ہیں۔ رستے بھر تمہاری ہر طرح خاطر کریں گے کوئی تکلیف ہونے نہ دیں گے اور مدینے میں مالک بن انس کے پاس تمہیں پہنچا دیں گے!"

جلد اونٹ قطار میں کھڑے کر دیے گئے۔ مجھے اسی بھورے اونٹ پر بٹھایا گیا اور قافلہ چل پڑا میں نے تلاوت شروع کر دی۔ مکہ سے مدینے تک سولہ ختم ہو گئے۔ ایک ختم دن میں کر لیتا تھا دوسرا رات میں۔

**امام مالک سے ملاقات** آٹھویں دن نمازِ عصر کے بعد مدینے میں ہمارا داخلہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز پڑھی، پھر قبر شریف کے قریب حاضر ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ یہیں امام مالک دکھائی دیے۔ ایک چادر کی تہ بند باندھے تھے دوسری چادر اوڑھے تھے اور بلند آواز سے حدیث روایت کر رہے تھے "مجھ سے نافع نے ابن عمر کے واسطے سے اس قبر کے مکین سے روایت کیا ہے......" یہ کہہ کر انھوں نے زور سے اپنا ہاتھ پھیلا دیا اور قبر شریف کی طرف اشارہ کیا۔

یہ نظارہ دیکھ کر امام مالک بن انس کی ہیبت مجھ پر چھا گئی اور جہاں جگہ ملی، میں وہیں بیٹھ گیا۔ امام مالک حدیث روایت کرنے لگے۔ میں نے جلدی سے زمین پر پڑا ہوا ایک تنکا اٹھا لیا مالک جب کوئی حدیث سناتے، تو میں اسی تنکے کو اپنے لعابِ دہن سے تر کر کے اپنی ہتھیلی پر لکھ لیتا۔ امام مالک میری یہ حرکت دیکھ رہے تھے مگر مجھے خبر نہ تھی۔ آخر مجلس ختم ہو گئی اور امام مالک دیکھنے لگے کہ سب کی طرح میں بھی اٹھ جاتا ہوں یا نہیں۔ میں بیٹھا ہی رہا تو امام مالک نے اشارے سے مجھے بلایا۔

میں قریب پہنچا تو کچھ دیر بڑے غور سے مجھے دیکھتے رہے پھر فرمایا "تم حرم کے رہنے والے ہو؟" میں نے عرض کیا "جی ہاں حرم ہی کا باشندہ ہوں پوچھا" مکی ہو" میں نے کہا جی ہاں کہنے لگے "قریشی ہو؟" میں نے کہا' جی ہاں۔ فرمانے لگے "سب اوصاف پورے ہیں' مگر تم میں ایک بے ادبی بھی ہے" میں نے عرض کیا آپ نے میری کون بے ادبی دیکھی ہے؟ کہنے لگے "میں رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات طیبات سنا رہا تھا' اور تم تنکا لئے اپنے ہاتھ پر کھیل کر رہے تھے!" میں نے جواب دیا، کاغذ پاس نہیں تھا' اس لئے آپ سے جو کچھ سنتا تھا' اُسے لکھتا جاتا تھا! اس پر امام مالک نے میرا ہاتھ کھینچ کر دیکھا اور فرمایا' ہاتھ پر تو کچھ بھی لکھا نہیں ہے!" میں نے عرض کیا' ہاتھ پر لعاب باقی نہیں رہتا' لیکن آپ نے جتنی حدیثیں سنائی ہیں' مجھے سب یاد ہو چکی ہیں' امام مالک کو تعجب ہوا' کہنے لگے "سب نہیں' ایک ہی حدیث سنا دو" میں نے فوراً کہا "ہم سے مالک نے نافع اور ابن عمر کے واسطے سے اس قبر کے مکین سے روایت کیا ہے" اور مالک ہی کی طرح میں نے بھی ہاتھ پھیلا کر قبر شریف کی طرف اشارہ کیا۔ پھر وہ پوری پچیس حدیثیں سنا دیں' جو انھوں نے اپنے بیٹھنے کے وقت سے مجلس کے خاتمے تک سنائی تھیں!

**امام مالک کے گھر میں** اب سورج ڈوب چکا تھا۔ امام مالک نے نماز پڑھی۔ پھر میری طرف اشارہ کر کے غلام سے کہا "اپنے آقا کا ہاتھ تھام" اور مجھ سے فرمایا "اٹھو' غلام کے ساتھ میرے گھر جاؤ" میں نے ذرا انکار نہ کیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ امام مالک جو مہربانی مجھ سے کرنا چاہتے تھے میں نے بخوشی قبول کر لی۔ جب گھر پہنچا' تو غلام ایک کوٹھری میں مجھے لے گیا اور کہنے لگا' گھر میں قبلے کا رخ یہ ہے پانی کا لوٹا بھی یہ رکھا ہے اور بیت الخلا ادھر ہے۔

تھوڑی دیر بعد خود امام مالک آ گئے۔ غلام بھی ساتھ تھا۔ اس کے ہاتھ پر ایک خوان تھا۔ مالک نے خوان لے کر فرش پر رکھ دیا۔ پھر مجھے سلام کیا اور غلام سے کہا ہاتھ دھلا۔ غلام برتن لئے میری طرف بڑھا' مگر مالک نے ٹوکا "جانتا نہیں' کھانے سے پہلے میزبان کو ہاتھ دھونا چاہیے اور کھانے کے بعد مہمان کو!" مجھے یہ بات پسند آئی اور اس کی وجہ دریافت کی امام مالک نے جواب دیا "میزبان

کھانے پر مہمان کو بلاتا ہے، اس لئے پہلے ہاتھ بھی میزبان ہی کو دھونا چاہیئے، اور کھانے کے بعد آخر میں اس لئے ہاتھ دھوتا ہے کہ شاید اور کوئی مہمان آجائے، تو کھانے میں میزبان اُس کا بھی ساتھ دے سکے!"

اب امام مالک نے خوان کھولا اُس میں دو برتن تھے: ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں کھجوریں۔ مالک نے بسم اللہ کہی، میں نے بھی بسم اللہ کہی اور ہم نے کھانا کھانے لگا دیا، مگر مالک بھی جانتے تھے کہ کھانا کافی نہیں ہے کہنے لگے "ابو عبداللہ، ایک مفلس قلاش فقیر، دوسرے فقیر کے لئے جو کچھ پیش کر سکتا تھا، یہی تھا!" میں نے عرض کیا "وہ معذرت کیوں کرے، جس نے احسان کیا ہے؟ معذرت کی تو قصور وار کو ضرورت ہوتی ہے!"

**امام مالک کا اخلاق** کھانے کے بعد امام مالک، مکہ والوں کے حالات پوچھتے رہے اور جب رات زیادہ ہو گئی تو اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا "مسافر کو لیٹ لوٹ کر تھکن کم کرنا چاہیئے اب تم آرام کرو" میں تھکا ہوا تو تھا ہی، لیٹتے ہی بے خبر سو گیا۔ پچھلے پہر کوٹھری پر دستک پڑی اور آواز آئی "خدا کی رحمت ہو تم پر نماز" میں اٹھ بیٹھا۔ کیا دیکھتا ہوں، خود امام مالک ہاتھ میں لوٹا لئے کھڑے ہیں! مجھے بڑی شرمندگی ہوئی، مگر وہ کہنے لگے "ابو عبداللہ کچھ خیال نہ کرو۔ مہمان کی خدمت فرض ہے!"

میں نماز کے لئے تیار ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں امام مالک کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی۔ اندھیرا بہت تھا۔ کوئی کسی کو پہچان نہیں سکتا تھا۔ سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ کے تسبیح و ذکر الٰہی میں مصروف ہو گئے، یہاں تک کہ پہاڑیوں پر دھوپ نمودار ہو گئی۔ امام مالک جس جگہ کل بیٹھے تھے، اسی جگہ آج بھی جا بیٹھے اور اپنی کتاب 'موطا' میرے ہاتھ میں دیدی۔ میں نے کتاب سنانا شروع کی اور لوگ لکھنے لگے۔

میں مالک رضی اللہ عنہ کے گھر آٹھ مہینے رہا۔ پوری موطا مجھے حفظ ہو گئی۔ مجھ میں اور امام مالک میں اس قدر محبت اور بے تکلفی ہو گئی تھی کہ ان جان دیکھ کر کہہ نہیں سکتا تھا، مہمان کون ہے اور میزبان کون

**عراق کا قافلہ** حج کے بعد زیارت کرنے اور مؤطا سننے کے لئے مصر کے لوگ مدینے آئے اور امام مالک کی خدمت میں پہونچے۔ میں نے مصریوں کو پوری مؤطا زبانی ہی سنا دی۔

اس کے بعد عراق والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو حاضر ہوئے۔ قبر اور منبر کے درمیان مجھے ایک نوجوان دکھائی دیا۔ خوبصورت تھا۔ صاف ستھرے کپڑے پہنے تھا اس کی نماز بھی اچھی تھی۔ قافیہ بتا رہا تھا کہ بھلا آدمی ہے اور بھلائی کی امید اس سے باندھی جا سکتی ہے میں نے نام پوچھا بتلایا میں نے وطن پوچھا۔ کہنے لگا "عراق"۔ میں نے سوال کیا "کون سا عراق؟" اس نے جواب دیا "کوفہ" میں نے کہا "کوفے میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم اور مفتی کون ہے؟" کہنے لگا "ابو یوسف اور محمد بن حسن" جو امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں۔ میں نے پوچھا "عراق کو تمہاری واپسی کب ہوگی؟" اس نے جواب دیا "کل صبح تڑکے۔"

یہ سن کر میں امام مالک کے پاس آیا اور عرض کیا "مکے سے طلب علم میں نکلا ہوں۔ بوڑھا والد سے اجازت بھی نہیں لی ہے۔ اب فرمائیے کیا کروں؟ بوڑھا کے پاس لوٹ جاؤں یا علم کی جستجو میں آگے بڑھوں؟"

امام مالک نے جواب دیا "علم کے فائدے کبھی ختم نہیں ہوتے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ طالب علم کے لئے فرشتے اپنے پر بچھا دیتے ہیں؟"

میں نے سفر کا ارادہ پکا کر لیا اور امام مالک نے راستے کے لئے میرے کھانے کا بندوبست کر دیا صبح تڑکے امام مالک مجھے پہنچانے بقیع تک آئے اور زور سے پکارنے لگے "کوفے کے لئے کون اپنا اونٹ کرائے پر دیتا ہے؟" یہ سن کر مجھے بہت تعجب ہوا اور عرض کیا "یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟ نہ میرے پاس کوئی پیسہ ہے نہ خود آپ ہی کی حالت کسی قابل ہے۔ پھر یہ کرائے کا اونٹ کیسا؟"

امام مالک مسکرائے اور کہنے لگے "نماز عشاء کے بعد جب تم سے رخصت ہوا تو دروازے پر دستک پڑی میں باہر نکلا، تو عبد الرحمان بن قاسم کھڑے تھے۔ ہدیہ لائے تھے۔ منتیں کرنے لگے کہ قبول کر لوں۔ ہاتھ میں ایک تھیلی تھما دی۔ تھیلی میں سو دینار نکلے پچاس تو میں نے اپنے بال بچوں کے لئے

رکھ لئے ہیں اور پچاس تمہارے واسطے لے آیا ہوں!" پھر امام مالک نے چار دینار میں اونٹ طے کر دیا۔ باقی رقم میرے حوالے کی اور مجھے خدا حافظ کہا۔

**کوفے میں**

حاجیوں کے اس قافلے کے ساتھ میں روانہ ہو گیا۔ چوبیسویں دن ہم کوفے پہونچے اور عصر کے بعد میں مسجد میں داخل ہوا۔ نماز پڑھی اور بیٹھ گیا اسی دوران میں ایک لڑکا دکھائی دیا۔ نماز پڑھ رہا تھا، مگر اس کی نماز ٹھیک نہ تھی۔ مجھ سے نہ رہا گیا، اور نصیحت کرنے اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے کہا "میاں صاحبزادے، نماز اچھی طرح پڑھا کرو، تاکہ خدا تمہارے اس حسین مکھڑے کو عذاب دوزخ میں مبتلا نہ کرے!"

لڑکے کو میری بات بری لگی۔ کہنے لگا "معلوم ہوتا ہے تم حجازی ہو یہ سختی و خشکی حجازیوں ہی میں ہوتی ہے۔ عراقیوں جیسی نرمی و شگفتگی بھلا ان میں کہاں! میں پندرہ برس سے اسی مسجد میں محمد بن حسن اور ابو یوسف کے سامنے نماز پڑھ رہا ہوں۔ ان اماموں نے تو کبھی ٹوکا نہیں اب آئے ہو تم اعتراض کرنے!" یہ کہہ کر لڑکے نے اپنی چادر، غصے اور حقارت سے میرے منہ پر چادر جھاڑ دی اینٹھتا بڑبڑاتا چلا گیا!

**امام محمد اور امام یوسف سے ملاقات**

اتفاق سے مسجد کے دروازے ہی پر لڑکے کو محمد بن حسن اور ابو یوسف مل گئے۔ لڑکا ان سے کہنے لگا "آپ حضرات نے میری نماز میں کبھی کوئی خرابی دیکھی ہے" انھوں نے جواب دیا "خدایا، کبھی نہیں!" لڑکا کہنے لگا "مگر ہماری مسجد میں ایک ایسا شخص بیٹھا ہے جس نے میری نماز پر اعتراض کیا ہے!" دونوں اماموں نے کہا "تم اس شخص کے پاس جاؤ اور سوال کرو کہ نماز میں کس طرح داخل ہوتے ہو؟" لڑکا لوٹ آیا اور مجھ سے کہنے لگا "اے وہ جس نے میری نماز پر حرف گیری کی ہے، ذرا یہ تو بتاؤ کہ تو نماز میں کس طرح داخل ہوتا ہے؟" میں نے جواب دیا "دو فرض اور ایک سنت کے ساتھ نماز میں داخل ہوتا ہوں" لڑکا یہ سن کر چلا گیا اور محمد بن حسن اور ابو یوسف کو میرا جواب پہنچا دیا۔ اس پر وہ سمجھ گئے کہ جواب ایسے آدمی کا ہے جس کی علم پر نظر ہے، مگر انھوں نے کہا "پھر جا کے پوچھو، وہ دونوں فرض کون ہیں اور سنت کیا ہے؟" لڑکے نے آکر مجھ سے

یہی سوال کیا میں نے جواب دیا" پہلا فرض نیت ہے دوسرا فرض تکبیرۂ احرام ہے اور سنت دونوں ہاتھوں کا اٹھانا ہے" لڑکے نے میرا یہ جواب بھی دونوں صاحبوں کو سنا دیا۔

اب وہ مسجد میں داخل ہوئے مجھے غور سے دیکھا اور میرا خیال ہے کہ حقیر ہی سمجھا وہ ایک طرف بیٹھ گئے اور لڑکے سے کہا" جاؤ اور اس شخص سے کہو کہ مشایخ کے روبرو آئے" پیغام سن کر میں سمجھ گیا کہ علمی مسائل میں میرا امتحان لیں گے میں نے لڑکے کو جواب دیا" لوگ علم کے پاس آتے ہیں اور علم کسی کے پاس نہیں جاتا پھر یہ بھی معلوم نہیں کہ تمہارے مشایخ سے ملنے کی مجھے ضرورت ہی کیا ہے!"

میرا یہ جواب پاتے ہی محمد بن حسن اور ابو یوسف اٹھ کھڑے ہوئے اور میری طرف بڑھے جب انھوں نے مجھے سلام کیا تو میں بھی کھڑا ہو گیا اور بشاشت ظاہر کی وہ بیٹھ گئے۔ میں بھی ان کے سامنے بیٹھ گیا، محمد بن حسن نے گفتگو شروع کی۔ کہنے لگے" حرم کے رہنے والے ہو؟" میں نے جواب دیا، جی ہاں کہنے لگے" عرب ہو یا عجم کی اولاد؟" میں نے کہا، عرب ہوں۔ کہنے لگے" کون عرب ہو؟" میں نے جواب دیا مطّلب کی اولاد سے ہوں۔ کہنے لگے" مطّلب کی کس اولاد سے؟" میں نے شافع کا نام لیا، تو کہنے لگے" امام مالک کو تم نے دیکھا ہے؟" میں نے کہا، جی ہاں امام مالک ہی کے پاس سے آ رہا ہوں کہنے لگے" مؤطا بھی دیکھی ہے؟" میں نے کہا، مؤطا کو حفظ بھی کر چکا ہوں!

محمد بن حسن کو یہ بات بڑی معلوم ہوئی یقین نہ آیا۔ اُسی وقت لکھنے کا سامان طلب کیا اور ابواب فقہ کا ایک ایک مسئلہ لکھا ہر دو مسئلوں کے درمیان کافی جگہ خالی رکھی اور کاغذ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا" ان مسائل کا جواب مؤطا سے لکھ دو" میں نے کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع امت کے مطابق سب مسئلوں کے جواب لکھے اور کاغذ محمد بن حسن کے سامنے رکھ دیا۔ انھوں نے بغور میری تحریر پڑھی پھر مڑ کر غلام کو حکم دیا" اپنے آقا کو گھر لے جا!"

**امام محمد کے ساتھ** اس کے بعد محمد بن حسن نے مجھ سے کہا" غلام کے ساتھ جاؤ" میں ذرا نہ ہچکچایا اور بے تکلف اٹھ کھڑا ہوا مسجد کے دروازے پر پہنچا، تو غلام نے کہا، مالک کا حکم ہے کہ آپ ان کے

گھر سواری پر جائیں۔ میں نے جواب دیا تو سواری حاضر کر دی۔ غلام نے ایک خوب سجا سجایا خچر میرے سامنے کھڑا کر دیا، مگر جب میں سوار ہوا تو تن کے پرانے کپڑے جنھیں چیتھڑے کہنا چاہیے، ننگا ہوں میں بری طرح کھٹکے اور اپنی حالت پر افسوس ہوا۔ غلام، کوفے کے گلی کوچوں سے ہوتا ہوا محمد بن حسن کے گھر لایا۔ یہاں دروازوں پر، ڈیوڑھیوں پر گنگا جمنی نقش و نگار دیکھے اور اہل حجاز کی قابل رحم مفلسی بے اختیار یاد آگئی۔ آنکھیں بہ نکلیں اور میں کہہ پڑا "وائے حسرت! عراق والے تو اپنے گھر سونے چاندی سے آراستہ کریں اور حجاز کی مخلوق گھٹیا گوشت کھائے اور سوکھی گٹھلیاں چوستی رہے!"

میں رو رہا تھا کہ محمد بن حسن آگئے۔ کہنے لگے "بندہ خدا! یہ جو کچھ تمہاری آنکھیں دیکھ رہی ہیں اس سے کوئی برا اثر نہ لینا۔ یہ سب حلال کمائی کا ہے اور اس کی فرض زکاۃ میں کوتاہی کا خدا مجھ سے جواب نہیں طلب کرے گا۔ سالانہ پوری زکاۃ نکالتا ہوں۔ دوست دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور دشمنوں کے سینے پر سانپ لوٹتے ہیں!"

پھر محمد بن حسن نے ایک ہزار درہم کا قیمتی جوڑا مجھے پہنایا اور اپنے کتب خانے سے امام ابو حنیفہ کی تالیف "الکتاب الاوسط" نکال لائے۔ میں نے کتاب الٹ پلٹ کے دیکھی اور رات کو اسے یاد کرنا شروع کر دیا۔ صبح ہونے سے پہلے ہی پوری کتاب حفظ تھی، مگر محمد بن حسن کو اس کی ذرا خبر نہ ہوئی!

محمد بن حسن، کوفے میں سب سے بڑے مفتی تھے۔ ایک دن میں ان کے دائیں طرف بیٹھا تھا کہ ایک مسئلے کا فتویٰ پوچھا گیا۔ انھوں نے بتایا کہ امام ابو حنیفہ نے یہ یہ کہا ہے۔ میں بول اٹھا "آپ سے سہو ہو گیا ہے۔ اس مسئلے میں امام ابو حنیفہ کا قول، وہ نہیں یہ ہے اور امام ابو حنیفہ نے اپنی کتاب میں اس مسئلے کا ذکر، فلاں مسئلے کے نیچے اور فلاں مسئلے کے اوپر کیا ہے!" محمد بن حسن نے فوراً کتاب منگا کر دیکھی، تو میری بات بالکل ٹھیک نکلی۔ انھوں نے اسی وقت اپنے جواب سے رجوع کر لیا، لیکن اس واقعہ کے بعد اور کوئی کتاب مجھے نہ دی!

کچھ دن بعد میں نے سفر کی اجازت چاہی۔ فرمانے لگے "میں اپنے کسی مہمان کو جانے کی اجازت نہیں دیتا" پھر کہا "میرے پاس جو مال و دولت موجود ہے اس میں سے آدھا تم لے لو" میں نے جواب دیا "یہ بات میرے مقاصد و ارادے کے خلاف ہے۔ میری خوشی صرف سفر میں ہے" اس پر انھوں نے اپنے صندوق کی سب نقدی منگائی۔ تین ہزار درہم نکلے۔ سب میرے حوالے کر دئے اور میں نے بلاد عراق و فارس کی سیاحت شروع کر دی۔ لوگوں سے ملتا جلتا رہا یہاں تک کہ میری عمر اکیس برس کی ہو گئی۔

**ہاروں رشید سے ملاقات** پھر میں ہاروں رشید کے زمانے میں عراق آیا۔ بغداد کے پھاٹک میں قدم رکھا ہی تھا کہ ایک شخص نے مجھے روکا اور نرمی سے کہنے لگا "آپ کا نام؟" میں نے کہا "محمد" کہنے لگا "باپ کا نام؟" میں نے کہا "ادریس شافعی" کہنے لگا "آپ مطلبی ہیں؟" میں نے اقرار کیا، تو جیب سے ایک تختی نکالی اور میرا بیان اس میں قلم بند کر کے مجھے چھوڑ دیا۔

میں ایک مسجد میں پہنچا اور سوچنے لگا "اس آدمی نے جو کچھ لکھا ہے، دیکھا چاہیے اس کا انجام کیا ہو؟" آدھی رات کے بعد پولیس نے مسجد پر چھاپا مارا اور ہر ہر آدمی کو روشنی میں دیکھنا شروع کیا آخر میری باری آئی، اور پولیس نے پکار کر لوگوں سے کہا "ڈرنے کی بات نہیں جس آدمی کی تلاش تھی مل گیا ہے!" پھر مجھ سے کہا "امیر المومنین کے حضور چلو!"

میں نے پس و پیش نہیں کیا۔ فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور جب شاہی محل میں امیر المومنین پر میری نظر پڑی، تو صاف مضبوط آواز میں میں نے انھیں سلام کیا۔ امیر المومنین کو میرا انداز پسند آیا۔ سلام کا جواب دیا اور فرمایا "تم کہتے ہو کہ ہاشمی ہو؟" میں نے جواب دیا "امیر المومنین، ہر دعوی کتاب اللہ میں باطل ہے!" امیر المومنین نے میرا نسب پوچھا۔ میں نے بیان کر دیا، بلکہ آدم علیہ السلام تک پہنچا دیا۔ اس پر امیر المومنین کہنے لگے "بے شک، یہ فصاحت و بلاغت، اولاد مطلب ہی کا حصہ ہے! اچھا کیا تم پسند کرو گے کہ مسلمانوں کا قاضی بنا کر تمھیں اپنی سلطنت میں شریک کروں اور تم سنت رسول اللہ اور اجماع امت کے مطابق اپنا اور میرا حکم چلایا کرو؟" میں نے جواب دیا "سلطنت میں شرکت کے ساتھ

صبح سے شام تک بھی قاضی بننا مجھے منظور نہیں!" یہ سن کر امیر المومنین رو پڑے پھر فرمایا "دنیا کی اور کوئی چیز قبول کرو گے؟" میں نے کہا "جو کچھ جلد مل جائے، قبول کر لوں گا" اس پر خلیفہ نے ایک ہزار درہم کا حکم دیا اور یہ رقم مجھے رخصت ہونے سے پہلے ہی مل بھی گئی۔

واپسی پر خلیفہ کے غلام اور پیش خدمت دوڑ پڑے۔ مجھے گھیر لیا اور کہنے لگے "اپنے انعام میں سے ہمیں بھی کچھ دیجئے، مروت نے اجازت نہ دی کہ خدا کا جو فضل مجھ پر ہوا تھا اس میں دوسروں کو شریک نہ کروں۔ میں نے رقم کے برابر برابر اتنے ہی حصے کیے، جتنے آدمی تھے۔ سب کو بانٹنے کے بعد مجھے بھی اتنا ہی ملا جتنا ہر ایک کو میں نے دیا تھا!

**کتاب الزعفران کی تالیف** میں پھر اسی مسجد میں لوٹ آیا، جس میں اترا تھا۔ صبح کو ایک نوجوان نے نماز کی امامت کی۔ اس کی قرأت تو اچھی تھی، مگر علم کم تھا۔ نماز میں سہو ہو گیا، مگر اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کرے۔ میں نے کہا "بھائی تم نے ہماری اور اپنی، سب کی نماز خراب کر دی۔ نوجوان نے پھر سے نماز پڑھائی۔ اب میں نے اس سے کہا "کاغذ اور قلم دوات لے آؤ، میں تمہارے لیے باب السہو لکھ دوں گا" وہ فوراً سب سامان لے آیا۔ اللہ تعالیٰ نے میرا ذہن بھی کھول دیا اور میں نے کتاب و سنت اور اجماعِ امت کے مطابق ایک کتاب لکھ دی۔ کتاب کا نام اسی شخص کے نام پر "کتاب الزعفران" رکھا۔ یہ کتاب چالیس جزء میں پوری ہوئی ہے۔

اب مجھے تین برس اور ہو چکے تھے۔ ہارون رشید نے اصرار کر کے مجھے نجران کی زکاۃ کا تحصیل دار بنا دیا تھا۔ اسی اثنا میں حاجی حجاز سے لوٹے میں ان سے امام مالک اور اپنے وطن کے حالات معلوم کرنے چلا۔ ایک نوجوان دکھائی دیا۔ وہ اونٹ پر بیٹھا تھا۔ میں نے اشارے سے سلام کیا۔ اس نے شتربان کو اونٹ روکنے کا حکم دیا اور مجھ سے مخاطب ہو گیا۔ میں نے امام مالک اور حجاز کے بارے میں پوچھ گچھ کی۔ کہنے لگا، سب ٹھیک ہے۔ میں نے امام مالک کے بارے میں دوبارہ سوال کیا، تو کہنے لگا "تفصیل کروں یا مختصر جواب دوں؟" میں نے کہا "اختصار ہی میں بلاغت ہوتی ہے۔ کہنے لگا "تو سنو، امام مالک تندرست ہیں اور بہت دولتمند ہو گئے ہیں!"

یہ سن کر مجھے شوق ہوا کہ فقر و فاقے میں تو دیکھ چکا ہوں، اب امام مالک کو مال و دولت میں بھی دیکھنا چاہیے۔ میں نے نوجوان سے کہا "کیا تمہارے پاس اتنا روپیہ ہے کہ میرے سفر کی ضرورتیں پوری ہو جائیں؟" اُس نے جواب دیا "آپ کی جدائی، عراق والوں پر عام طور سے اور مجھ پر خاص طور سے بہت شاق ہوگی، مگر میرے پاس جو کچھ ہے، اسے اپنا ہی سمجھ کے لے لیجئے!" میں نے کہا سب مجھے دے دوگے، تو تم خود کس طرح زندگی بسر کروگے؟ کہنے لگا "اپنی وجاہت و اثر سے" یہ کہہ کر اس نے مجھے بڑے غور سے دیکھا اور کہا "سب نہیں لیتے تو جتنا چاہیئے لے لیجئے!" میں نے ضرورت بھر لے لیا اور علاقہ ربیعہ کی راہ لی۔

**حجام کی بدسلوکی**

جمعہ کے دن میں حران پہنچا اور فضیلتِ غسل یاد آگئی۔ حمام گیا، مگر جب پانی انڈیلا تو خیال آیا، سر کے بال چکٹ کر الجھ گئے ہیں۔ حجام کو طلب کیا۔ تھوڑے بال کاٹنے پایا تھا کہ حمام میں شہر کا کوئی امیر آدمی آگیا اور حجام کو اس کی خدمت کے لئے یاد کیا گیا۔ حجام نے مجھے چھوڑ دیا۔ اور امیر آدمی کے پاس دوڑ گیا، پھر جب اُس سے چھٹی پائی، تو میرے پاس واپس آیا۔ میں نے حجامت درست کرانے سے انکار کر دیا، مگر جب حمام سے جانے لگا، تو میرے پاس جو دینار موجود تھے، ان میں سے اکثر حجام کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا "یہ لے لو، مگر خبردار! کبھی کسی پردیسی کو حقیر نہ سمجھنا!" حجام نے بڑی حیرت سے مجھے دیکھا۔ فوراً حمام کے دروازے پر ایک بھیڑ لگ گئی اور لوگ مجھے ملامت کرنے لگے کہ اتنی بڑی رقم حجام کو کیوں دے دی!

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ شہر کا ایک اور امیر آدمی، حمام سے نکلا۔ اس کے سامنے سواری حاضر کی گئی، مگر بھیڑ کے سامنے میں تقریر کر رہا تھا، اُس کے کان میں بھی پڑ گئی۔ سوار ہو چکا تھا، لیکن اتر پڑا اور مجھ سے کہنے لگا "آپ شافعی ہیں؟" میں نے اقرار کیا، تو امیر آدمی نے سواری کی رکاب میرے قریب کر دی اور عاجزی سے کہنے لگا "برائے خدا، سوار ہو جائیے!" میں سوار ہو گیا۔ غلام سر جھکائے آگے آگے چل رہا تھا، یہاں تک کہ امیر کا گھر آگیا۔

**امیر نے دولت پیش کی**

تھوڑی دیر میں خود امیر بھی آپہنچا اور بڑی بشاشت ظاہر کی پھر دسترخوان

بچھ گیا اور ہمارے ہاتھ دھلائے گئے، مگر میں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا۔ امیر کہنے لگا "کیوں کیا بات ہے؟" میں نے جواب دیا، "کھانا مجھ پر حرام ہے، جب تک یہ نہ بتادو کہ تم نے مجھے پہچانا کیسے" امیر نے کہا "بغداد میں آپ نے جو کتاب لکھ کر سنائی تھی، اس کے سننے والوں میں ایک میں بھی تھا اس طرح آپ میرے استاد ہیں" یہ سن کر میں نے کہا "علم دانشمندوں کا کبھی نہ ٹوٹنے والا رشتہ ہے" پھر میں نے ایسی خوش دلی سے کھانا کھایا کہ خدا جانتا ہے، اپنے جیسے اہل علم کے ساتھ کھانے ہی میں وہ خوشی نصیب ہو سکتی ہے!

میں تین دن اُس شخص کا مہمان رہا۔ چوتھے دن اس نے کہا "حرّان کے اطراف میں میرے چار گاؤں موجود ہیں، اور یہ گاؤں ایسے ہیں کہ پورے علاقے میں ان کی نظیر نہیں۔ خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ آپ یہاں رہ جائیں، تو سب گاؤں آپ کی خدمت میں ہدیہ ہیں!" میں نے جواب دیا "سب گاؤں مجھے دے دو گے، تو خود تمہاری گزر بسر کیسے ہوگی؟" کہنے لگا "آپ وہ صندوق دیکھتے ہیں (اور اُس نے صندوقوں کی طرف اشارہ کیا) ان میں چالیس ہزار درہم موجود ہیں۔ اس رقم سے میں کوئی تجارت کر لوں گا!" میں نے کہا "لیکن خود مجھے یہ منظور نہیں۔ میں نے اپنا وطن محض تحصیل علم کے لئے چھوڑا ہے نہ کہ دولت کمانے کے لئے!" وہ کہنے لگا "یہ تو سچ ہے، مگر مسافر کو روپیہ کی ضرورت ہوتی ہی ہے گاؤں نہ سہی، نقد ہی قبول کر لیجئے!"

اس پر میں نے چالیس ہزار کی وہ پوری رقم لے لی۔ اُسے خدا حافظ کہا اور حرّان سے اس حال میں روانہ ہوا کہ آگے پیچھے بوجھ لدے جا رہے تھے۔ رستے میں اصحابِ حدیث ملے، اِن میں احمد بن حنبل، سفیان بن عیینہ، اور اوزاعی بھی تھے۔ میں نے ہر ایک کو اُس قدر دیا، جتنا اس کے مقدر میں تھا۔

**امام مالک کی امارت** جب میں شہر رملہ پہنچا، تو میرے پاس اس چالیس ہزار میں سے صرف دس دینار باقی تھے۔ میں نے کرائے پر سواری لی اور حجاز کو روانہ ہوگیا۔ منزلوں پر منزلیں طے کرتا ہوا آخر ستائیسویں دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر (مدینہ) پہونچ گیا۔ نماز عصر کے بعد میرا داخلہ ہوا تھا

مسجد میں نماز پڑھی اب کیا دیکھتا ہوں، لوہے کی ایک کرسی مسجد میں رکھی ہے کرسی پر بیش بہا قباطی مصر کا تکیہ جما ہوا ہے اور تکیے پر لکھا ہے "لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ"!

میں ابھی یہ دیکھ ہی رہا تھا کہ مالک بن انس رضی اللہ عنہ "باب النبی" صلی اللہ علیہ وسلم سے آتے دکھائی دیے۔ پوری مسجد عطر سے مہک اٹھی امام مالک کے ساتھ چار سو یا اس سے بھی زیادہ کا مجمع تھا۔ چار آدمی ان کے جبّے کے دامن اٹھائے چل رہے تھے امام مالک اپنی مجلس میں پہونچے، تو بیٹھے ہوئے سب آدمی کھڑے ہو گئے۔

امام مالک کرسی پر بیٹھ گئے اور جراحِ عمد کا ایک مسئلہ پیش کیا۔ مجھ سے رہا نہ گیا، اور میں نے قریب کے آدمی کے کان میں کہا، اِس مسئلے کا یہ جواب ہے۔ اُس شخص نے میرا بتایا ہوا جواب اونچی آواز سے سنا دیا، مگر امام مالک نے اس کی طرف مطلق توجہ نہ کی اور شاگردوں سے جواب کے طالب ہوئے۔ شاگردوں کے سب جواب غلط تھے۔ امام مالک نے کہا "تم غلطی پر ہو۔ پہلے ہی آدمی کا جواب صحیح ہے!" یہ سن کر وہ جاہل بہت خوش ہوا۔ امام مالک نے دوسرا مسئلہ پیش کیا۔ جاہل میری طرف دیکھنے لگا۔ میں نے پھر جواب بتلا دیا اِس دفعہ بھی امام مالک کے شاگرد صحیح جواب نہ دے سکے اور اُس جاہل کی زبانی میرا ہی جواب ٹھیک نکلا!

جب تیسرے مسئلے پہ بھی یہی صورت پیش آئی، تو امام مالک اُس جاہل کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا "یہاں آؤ۔ وہ جگہ تمہاری نہیں ہے!" آدمی، امام مالک کے پاس پہنچا، تو انھوں نے سوال کیا "تم نے مؤطا پڑھی ہے؟" جاہل نے جواب دیا، نہیں امام مالک نے پوچھا "ابن جریج کے علم پر تمہاری نظر ہے؟" اس نے پھر کہا نہیں۔ امام مالک نے پوچھا "جعفر بن محمد صادق سے ملے ہو؟" کہنے لگا، نہیں۔ اب تو امام مالک کو تعجب ہوا۔ کہنے لگے "پھر یہ علم تمہیں کہاں سے ملا" جاہل نے جواب دیا "میری بغل میں ایک نوجوان بیٹھا تھا اور وہی مجھے ہر مسئلے کا جواب بتا رہا تھا!"

اب تو امام مالک نے میری طرف گردن پھیری دوسروں کی گردنیں بھی اٹھ گئیں اور امام مالک نے اُس جاہل سے کہا "جاؤ اور نوجوان کو میرے پاس بھیج دو" میں امام مالک کے پاس پہنچا اور

اُسی جگہ بیٹھ گیا، جہاں سے جا کر اٹھا تھا۔ وہ بڑے غور سے مجھے دیکھتے رہے، پھر فرمایا "شافعی ہو؟" میں نے عرض کیا، جی ہاں شافعی ہوں! امام مالک نے مجھے گھسیٹ کر سینے سے لگا لیا۔ پھر کرسی سے اُتر پڑے اور کہا "علم کا جو باب ہم شروع کر چکے ہیں، تم اُسے پورا کرو" میں نے حکم کی تعمیل کی اور چراغ جلنے کے چار سو مسئلے پیش کئے، مگر کوئی آدمی بھی جواب نہ دے سکا!

امام مالک کی سیر چشمی

اب سورج ڈوب چکا تھا۔ ہم نے مغرب کی نماز پڑھی اور امام مالک نے میری پیٹھ ٹھونکی۔ پھر اپنے گھر لے گئے۔ پرانے کھنڈر کی جگہ اب نئی عمارت کھڑی تھی۔ میں بے اختیار رونے لگا۔ یہ دیکھ کر امام مالک نے کہا "ابو عبداللہ تم روتے کیوں ہو؟ شاید سمجھ رہے ہو کہ میں نے دنیا کے لئے آخرت بیچ دی ہے!" میں نے جواب دیا "جی ہاں یہی اندیشہ دل میں پیدا ہوا تھا!" کہنے لگے "تمہارا دل مطمئن رہے! تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں! یہ جو کچھ دیکھ رہے ہو، ہدیہ ہے خراسان سے مصر سے، دنیا کے دور دور گوشوں سے ہدیوں پر ہدیے چلے آرہے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرما لیتے تھے اور صدقہ رد کر دیتے تھے۔ میرے پاس اِس وقت خراسان اور مصر کے اعلیٰ سے اعلیٰ کپڑوں کے تین سو خلعت موجود ہیں۔ غلام بھی اتنے ہی ہیں اور معاملہ ابھی ختم نہیں ہوا ہے۔ اب یہ سب میری طرف سے تمہارے لئے ہدیہ ہے! صندوقوں میں پانچ ہزار دینار رکھے ہیں اُس کی سالانہ زکاۃ نکالتا ہوں۔ اس میں سے بھی آدھی رقم تمہاری ہے!"

میں نے کہا "دیکھیے، آپ کے بھی وارث موجود ہیں اور میرے بھی وارث زندہ ہیں۔ آپ نے جو کچھ دینے کا وعدہ کیا ہے اُس کی تحریر ہو جانا چاہیے۔ تحریر سے میری ملکیت مسلّم ہو جائے گی اگر میں مر گیا تو اس سب کو آپ کے وارث نہ لے سکیں گے بلکہ میرے وارثوں کو مل جائے گا۔ اسی طرح خدا نخواستہ آپ کی وفات ہو گئی، تو بھی یہ آپ کے وارثوں کا نہیں، میرا ہو جائے گا!"

یہ سن کر امام مالک مسکرائے اور فرمایا "یہاں بھی علم ہی سے کام لیتے ہو؟" میں نے جواب دیا "علم کے استعمال کا اس سے بہتر موقعہ اور کون ہو سکتا ہے!" امام مالک نے رات ہی میں تحریر مکمل کر دی۔

امام مالک کا تقویٰ

صبح میں نے نماز، جماعت سے پڑھی اور مسجد سے ہم اِس حال سے گھر لوٹے کہ

میرا ہاتھ امام مالک کے ہاتھ میں تھا اور امام مالک کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا۔ دروازے پر کیا دیکھتا ہوں کہ خراسانی گھوڑے اور مصری خچر کھڑے ہیں، گھوڑوں کی کونچیں، کیا بتاؤں کیسی حسین تھیں، میرے منہ سے نکل گیا "ایسے خوبصورت پاؤں تو میں نے کبھی دیکھے نہیں!" امام مالک نے فوراً جواب دیا "یہ سب سواریاں بھی تمہارے لئے ہدیہ ہیں!" میں نے عرض کیا "کم سے کم ایک جانور تو اپنے لئے رہنے دیجئے۔" اس پر مالک نے جواب دیا "مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ اُس زمین کو میری سواری اپنی ٹاپوں سے روندے، جس کے نیچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں!"

یہ سن کر مجھے یقین ہو گیا کہ دولت کی اِس بہتات میں بھی امام مالک کا تقویٰ بدستور باقی ہے!

**وطن کو واپسی** تین دن امام مالک کے گھر میں قیام رہا۔ پھر میں مکہ کو روانہ ہو گیا، مگر اس حال سے کہ خدا کی بخشی ہوئی خیر و برکت اور مال و متاع کے بوجھ آگے آگے جا رہے تھے۔ میں نے ایک آدمی پہلے سے مکے بھیجدیا تھا کہ واپسی کی خبر پہنچادے، اسی لئے جب حدود حرم پر پہنچا تو بوڑھا کچھ عورتوں کے ساتھ دکھائی دیں۔ بوڑھا نے مجھے گلے لگایا۔ پھر ایک اور بڑھیا نے یہی کیا۔ میں اُس بی بی سے مانوس تھا اور اُسے خالہ کہا کرتا تھا۔ بڑھیا نے مجھے چمٹاتے ہوئے یہ شعر پڑھا:

مامك اجتاحت المنايا كل فؤاد عليك ام

(موت تیری ماں کو بہا نہیں لے گئی۔ ماں میں ہر دل تیرے لئے ماں ہی)

یہ پہلا بول تھا، جو مکے کی سرزمین پر میرے کانوں نے سنا۔ پھر میں نے آگے بڑھنا چاہا، مگر بوڑھا کہنے لگیں "کہاں؟" میں نے کہا "گھر چلیں۔" بوڑھا نے جواب دیا "ہیہات! کل تو مکے سے فقیر کی صورت میں گیا تھا اور آج امیر بن کے لوٹا ہے۔ تاکہ اپنے چچیرے بھائیوں پر گھمنڈ کرے!"

میں نے کہا "پھر تم ہی بتاؤ کیا کروں؟" کہنے لگیں "منادی کردے کہ بھوکے آئیں اور کھائیں، پیدل آئیں اور سواری لے جائیں، ننگے آئیں اور کپڑا پہن جائیں! اس طرح دنیا میں بھی تیری آبرو رہیگی اور آخرت کا ثواب اپنی جگہ رہے گا!"

میں نے بوڑھا کے حکم پر عمل کیا۔ اِس واقعہ کی شہرت دور دور پھیلی۔ امام مالک نے بھی سنا اور میری

ہمت افزائی کی کہلا بھیجا "جتنا دے چکا ہوں، اُتنا ہی ہر سال تمہیں بھیجتا رہوں گا!"

مکے میں میرا داخلہ اِس حال میں ہوا کہ ایک خچر اور پچاس دینار کے سوا اُس دولت میں سے میرے پاس کچھ باقی نہ تھا، جو ساتھ آئی تھی راہ میں اتفاق سے کوڑا میرے ہاتھ سے گر پڑا۔ ایک کنیز نے جس کی پیٹھ پر مشک تھی، لپک کے اٹھالیا اور میری طرف بڑھایا۔ میں نے اُس کے لئے پانچ دینار نکالے یہ دیکھ کر بوڑھا نے کہا "یہ تو کیا کر رہا ہے؟" میں نے کہا، عورت کو انعام دینا چاہتا ہوں۔ بوڑھا نے کہا "جو کچھ تیرے پاس ہے، سب دیدے!"

میں نے یہی کیا اور مکے میں پہلی رات بسر کرنے سے پہلے ہی میں مقروض ہو گیا، لیکن امام مالک رضی اللہ عنہ میرے پاس وہ سب بھیجتے رہے، جو مدینے میں اُنھوں نے مجھے دیا تھا۔ گیارہ برس یہ سلسلہ جاری رہا۔ پھر جب امام مالک کا انتقال ہو گیا، تو حجاز کی سرزمین مجھ پر تنگ ہو گئی اور میں مصر چلا آیا۔ یہاں خدا نے عبداللہ بن حکم کو میرے لئے کھڑا کر دیا اور وہ میری تمام ضرورتوں کے کفیل ہو گئے۔

یہ ہے میرے سفر کی روداد، اے ربیع تو اسے اچھی طرح سمجھ!

# اسماء الرجال

ذیل میں حروف کی ترتیب سے اُن دو سو مشاہیر اسلام کے حالات معتبر کتب تاریخ سے لکھے گئے ہیں جن کے اقوال خاص اہتمام سے اس کتاب میں نقل ہوئے ہیں۔ ہر نام کے ساتھ سنہ وفات درج کیا گیا ہے۔

## ب

ابراہیم بن ادہم۔ مشہور صوفی و زاہد۔ وطن بلخ ہے۔ والد بہت مالدار تھے مگر یہ خود سب چھوڑ کر علم و عبادت کے ہو رہے۔ محنت مزدوری سے روزی کماتے اور جہاد فی سبیل اللہ میں مشغول رہتے۔ ۱۶۱ھ

ابراہیم نخعی۔ ابراہیم بن یزید اکابر تابعین میں سے ہیں۔ علم حدیث میں بڑا مرتبہ رکھتے ہیں عراق کے فقیہ و امام تھے۔ وفات ہوئی تو امام شعبی پکار اٹھے "نخعی نے اپنے بعد اپنی نظیر نہیں چھوڑی۔ ۹۶ھ

ابن ابی حازم۔ عبدالعزیز نام۔ فقیہ و محدث۔ امام احمد نے فرمایا "امام مالک کے بعد مدینہ میں ان سے بڑا فقیہ کوئی نہ تھا۔ ۱۸۴ھ

ابن الاعرابی۔ محمد بن زیاد۔ لغت عرب کے علامہ ثعلب لکھتے ہیں محض اپنی یادداشت سے اتنا بہت علم لکھایا کہ کئی اونٹوں کے بوجھ برابر ہے۔ نہایت مفید تصانیف چھوڑ گئے۔ ۲۳۱ھ

ابن جریج۔ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج حجاز کے امام مکہ میں تصنیف کا سلسلہ انہی سے شروع ہوا۔ ۱۵۰ھ

ابن شبرمہ۔ عبداللہ نام قاضی تھے اور ثقہ محدث۔ ۱۴۴ھ

ابن شہاب زہری۔ محمد بن مسلم مشہور تابعی، فقیہ و محدث عمر بن عبدالعزیز نے فرمان جاری کیا تھا "ابن شہاب کے علم پر عمل کرو۔ اس لئے کہ ان سے بڑھ کر سنت کا جاننے والا کوئی نہیں!" حدیث کی تدوین سب سے پہلے انہی نے شروع کی۔ ۱۲۴ھ

ابن المقفعؔ۔ عبداللہ بن المقفع ایرانی الاصل ہے۔ خلیفہ سفاح کے چچا کے ہاتھ پر اسلام لایا اور اسی کا میر منشی رہا۔ عربی انشار پردازی کا امام ہے۔ غیر زبانوں سے قیمتی کتابیں ترجمہ کیں۔ کلیلہ دمنہ سب سے زیادہ مشہور ہے، جو سنسکرت کتاب پنج تنترا کا ترجمہ ہے۔ ۱۴۲ھ میں قتل کیا گیا۔

ابن ہبیرہ۔ نام عمر عہد اموی کا مشہور سپہ سالار اور مدبر۔ یزید بن عبدالملک نے عراق و خراسان کا گورنر بنایا۔ ۱۱۰ھ

ابوالاسود دؤلی، ظالم بن عمر۔ تابعی ہیں حضرت علی نے بصرے کا گورنر بنایا تھا اور حضرت ہی کی رہنمائی میں فن نحو کی انہوں نے بنیاد رکھی۔ نہایت فصیح و بلیغ اور دانش مند تھے ۶۹ھ

ابوامامہ، صدی بن عجلان صحابی ہیں۔ حضرت علی کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوئے ۸۱ھ

ابوایوب انصاری رضؓ۔ خالد بن زید جلیل القدر صحابی۔ ہجرت پر رسول صلعم مدینہ میں شروع شروع انہی کے گھر مہمان ہوئے۔ تمام غزوات میں شریک رہے۔ یزید بن معاویہ کی قیادت میں رومیوں سے جہاد کرنے گئے اور قسطنطنیہ کی شہر پناہ کے نیچے دفن ہوئے۔ ۵۲ھ

ابوبکر صدیقؓ۔ عبداللہ بن عثمان سب سے پہلے ایمان لائے۔ رسول صلعم کے خلیفۂ اول، انساب عرب کے عالم اور "عالم قریش" کے لقب سے ملقب۔ جاہلیت میں بھی شراب سے بچے رہے۔ مرتدین عرب کو پھر سے اسلام پر استوار کیا۔ فتوحات کا سلسلہ شروع کیا بارعب حلیم اور بہادر تھے مدت خلافت ... دو سال ساڑھے تین مہینے ۱۳ھ

ابوبکر بن عبدالرحمان جلیل القدر تابعی اور مدینہ کے فقہائے سبعہ میں سے ایک زہد کی

وجہ سے "راہبِ قریش" کہلاتے تھے۔ سنہ ۹۴ھ

ابو بکر بن عیاش۔ نہایت عابد و زاہد تھے اور حدیث کے ثقہ راوی۔ سنہ ۲۴۶ھ

ابو بکرہ، نفیع بن حارث ثقفی۔ صحابی ہیں۔ جنگِ جمل سے الگ رہے۔ "ابو بکرہ" کنیت اس لئے پڑی کہ قلعۂ طائف سے لٹک کر رسول صلعم کی خدمت میں پہنچے تھے۔ سنہ ۵۲ھ۔

ابو ثور۔ ابراہیم بن خالد۔ اصحاب امام شافعی میں سے ہیں۔ ابن حبّان کا قول ہے "فضل و تقویٰ اور علم و فقہ میں ابو ثور دنیا کے امام تھے"۔ متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ سنہ ۲۴۰ھ

ابو جحیفہ۔ وہب بن عبد اللہ۔ صحابی ہیں۔ حضرت علی کا ساتھ دیا۔ امیر المومنین نے کوفہ کا پولس کمشنر بنایا اور "وہب الخیر" کا لقب بخشا۔ سنہ ۶۴ھ

ابو جعفر محمد بن علی الرضیٰ بن موسیٰ کاظم فرقۂ امامیہ کے نزدیک نویں امام۔ اپنے جلیل القدر اسلاف کے سچے سپوت تھے۔ نہایت ذہین و فصیح۔ مدینے سے اپنے والد کے ساتھ بغداد گئے۔ مامون رشید نے کفالت و تربیت کی اور اپنی بیٹی سے شادی بھی کر دی۔ انہی کو جانشین بنانا چاہتا تھا۔ سنہ ۱۲۶ھ

ابو جعفر منصور عبد اللہ بن محمد بن علی بن عباس۔ دوسرا عباسی خلیفہ۔ خود عالم تھا اور علم و علماء کا سرپرست۔ بغداد آباد کیا۔ بڑا انشا پرداز تھا۔ عباسی خلافت کا علم بردار، ابو مسلم خراسانی اسی کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ سنہ ۱۵۸ھ

ابو جعفر طبری۔ محمد بن جریر طبری، شہرۂ آفاق مفسر و مورخ۔ ان کی "تاریخ طبری" اور "تفسیر طبری" سے کوئی صاحب علم مستغنی نہیں ہو سکتا۔ اور بھی مفید کتابوں کے مصنف ہیں۔ سنہ ۳۱۰ھ

ابو حنیفہ۔ نعمان بن ثابت۔ جلیل القدر امام۔ "امام اعظم" کے لقب سے ملقب گورنر عراق عمر بن ہبیرہ نے پھر خلیفہ منصور عباسی نے قاضی القضاۃ بنانے پر اصرار کیا، مگر از راہ تقویٰ انکار ہی کرتے رہے۔ اس پر قید کی کڑیاں خوشی خوشی جھیلیں۔ بحر العلوم تھے اور حجتِ قاطعہ کے مالک۔ امام مالک سے امام صاحب کی بابت سوال کیا گیا، تو فرمایا "میں نے ایسے شخص کو دیکھا ہے کہ اگر اس سے کہا جائے کہ اس ستون کو سونے کا ثابت کر دے، تو بے شک ثابت کر کے رہے گا!" امام شافعی کا قول ہے "فقہ میں سب لوگ، ابو حنیفہ کے دستِ نگر ہیں!" فصیح اللسان، اعلیٰ اخلاق، فیاض،

بردبار، بلند آواز تھے۔ پیدائش ۸۰ھ۔ وفات ۱۵۰ھ

ابوخالد والبی۔ ہرمز نام۔ حدیث کے مقبول راوی ہیں۔

ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی۔ اپنے عہد میں امام حدیث۔ طلب علم میں دنیا چھان ماری "سنن ابی داؤد" انہی کی کتاب ہے اور صحاح ستہ میں سے ایک ہے۔ اس میں ۴۸۰۰ حدیثیں اپنی محفوظ پانچ لاکھ حدیثوں سے منتخب کر کے جمع کی ہیں۔ ۲۷۵ھ

ابوالدرداء، عویمر بن مالک انصاری۔ شہرۂ آفاق صحابی۔ حضرت فاروق کے حکم سے امیر معاویہ نے انھیں دمشق کا قاضی بنایا تھا۔ ۳۲ھ

ابوذر غفاری، جندب بن جنادہ سابقون اولون میں سے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ چار کے بعد پانچویں مسلمان یہی تھے۔ تونگری کے سخت مخالف تھے اسی لیے حکومت وقت سے نہ بنی اور حضرت عثمان نے مدینہ کے باہر "ربذہ" میں نظر بند کر دیا۔ وفات کے وقت کفن کے دام بھی گھر میں نہ تھے ۳۲ھ

ابوالزناد، عبداللہ بن ذکوان جلیل القدر محدث۔ سفیان ثوری انھیں "امیر المومنین فی الحدیث" کہا کرتے تھے۔ عربیت کے عالم اور فصیح اللسان تھے۔ ۱۳۱ھ

ابوسعید خدری، سعد بن مالک انصاری، مشہور صحابی ہیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب رہتے تھے۔ بارہ غزوات میں شریک رہے۔ صحیحین میں ان سے ۱۱۷۰ حدیثیں مروی ہیں۔ ۷۴ھ

ابوالعباس احمد بن یحییٰ بن ثعلب شیبانی۔ نحو و لغت میں کوفہ کے امام۔ ثقہ راوی ہیں نہایت مفید کتابوں کے مصنف ہیں۔ ۲۹۱ھ

ابوالعباس۔ عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس۔ پہلا عباسی خلیفہ۔ بڑا خونریز تھا اسی لئے "سفاح" لقب پڑ گیا۔ اسلام میں سب سے پہلے اسی نے منصب وزارت قائم کیا اور اسی نے بیس لاکھ درہم انعام دیا۔ ادیب اور فصیح تھا۔ ۱۳۶ھ

ابوعُبید قاسم بن سلام۔ عربیت، حدیث اور علوم اسلامیہ کے امام۔ مفید کتابوں کے مصنف۔ نقل و روایت میں ثقہ۔ ۲۲۳ء

ابوالعتاہیہ، اسماعیل بن قاسم مشہور شاعر اور صاحبِ دیوان۔ پہلے گھڑے بیچا کرتا تھا، پھر شاعری شروع کی اور شاہی دربار میں پہونچ گیا۔ پھر دفعتاً شاعری چھوڑ دی اور خلیفہ مہدی نے قید کر دیا کہ شعر کہو ورنہ جیل میں سڑو۔ مجبوراً پھر شاعری شروع کر دی۔ ۲۱۱ھ

ابوعثمان نہدی، عبدالرحمان بن مُل۔ ثقہ راوی ہیں۔ بڑے عابد تھے۔ ۹۵ھ

ابوقِلابہ، عبداللہ بن زید۔ بلند پایہ محدث و فقیہ۔ حکام نے قاضی بننے پر مجبور کیا، تو اپنے وطن بصرے سے ملک شام بھاگ گئے۔ ۱۰۴ھ

ابوقیس، صِرمہ بن قیس انصاری۔ صحابی ہیں۔ جاہلیت میں راہب بن گئے تھے۔ حضرت ابن عباس، شعر کی طلب میں ان کے پاس حاضر ہوا کرتے تھے۔

ابومسعود۔ عقبہ بن عمرو انصاری۔ بیعتِ عقبہ میں، پھر بدر، اُحد اور تمام غزوات میں شریک رہے۔ حضرت علی کے طرف دار تھے۔ ۴۰ھ

ابوموسیٰ اشعری، عبداللہ بن قیس نہایت سربرآوردہ صحابی۔ جنگ صفین کے بعد حضرت علی اور امیر معاویہ کے مابین عمرو بن العاص کے ساتھ پنچ بنائے گئے، مگر دھوکہ کھایا اور حضرت علی کی معزولی کا اعلان کر دیا۔ عہد فاروقی میں بصرے کے گورنر رہے اور اصفہان و اہواز کے علاقے فتح کئے۔ بڑی خوش الحانی سے قرآن پڑھتے تھے۔ خود رسول اللہ نے اس بات کی تعریف کی ہے۔ ۴۴ھ

ابوہریرہ، عبدالرحمان بن صخر شہرہ آفاق صحابی اور ۵۳۷۴ حدیثوں کے راوی آٹھ سو سے زیادہ صحابہ و تابعین نے ان سے روایت کی ہے۔ ۵۹ھ

ابویوسف، یعقوب بن ابراہیم امام ابوحنیفہ کے شاگرد رشید اور خود امام۔ فقہ، تفسیر، مغازی اور ایام عرب کے علامہ۔ عباسی، خلفا مہدی، ہادی، ہارون الرشید کے زمانے میں قاضی رہے

اسلام میں سب سے پہلے انہی کو "قاضی القضاۃ" کہا گیا۔ ان کی کتاب "الخراج" بہت مشہور ہے۔ ۱۸۲ھ

ابی بن کعب، انصاری صحابی۔ اسلام سے پہلے یہودیوں کے حبر تھے۔ غزوات میں شریک رہے۔ حضرت فاروق کے ساتھ فلسطین گئے اور بیت المقدس کا صلح نامہ لکھا مصحف عثمانی کی تدوین میں شریک تھے۔ ۲۱ھ

احمد بن حنبل، والد کا نام محمد دادا کی طرف منسوب ہیں۔ اہل سنت کے ایک امام ہیں بغداد میں ولادت ہوئی۔ والد سرخس کے گورنر تھے۔ طلب علم میں بہت سفر کیا۔ حدیث میں ان کی "مسند" مشہور ہے اور وہ تیس ہزار حدیثوں کا مجموعہ ہے۔ خلیفہ معتصم نے خلق قرآن کے اقرار پر مجبور کیا، تو انکار کیا اور ہولناک شدائد میں عجیب صبر و استقلال کا ثبوت دیا۔ ۲۴۱ھ

احنف بن قیس، نام ضحاک جلیل القدر سردار اور دانش مند تھے۔ بردباری میں ضرب المثل تھے۔ حضرت علی کا ساتھ دیا لیکن حضرت معاویہ بھی بڑا لحاظ کرتے اور کہا کرتے "یہ بگڑ جائیں تو بے جانے بوجھے ایک لاکھ عرب بگڑ جائیں گے!" ۶۷ھ

اسامہ بن زید، حضور کے متبنیٰ حضرت زید کے صاحبزادے۔ حضور کو بہت عزیز تھے بیس برس کے نہیں ہوئے تھے کہ سپہ سالار بنا دیا۔ حضور کی آخری فوج کشی کے بھی قائد یہی تھے اس فوج میں حضرت فاروق اور حضرت صدیق بھی ان کے ماتحت تھے۔ ۵۴ھ

اسحاق بن ابراہیم، جلیل القدر محدث ہیں۔ ۲۱۶ھ

اسحاق بن اسماعیل طالقانی، ثقہ راوی ہیں صرف "جریر" سے سماع میں کلام کیا گیا ہے۔ ۲۳۰ھ

اسحاق بن راہویہ، امام احمد کے ہم پایہ حافظ حدیث و امام۔ امام بخاری کے شیخ۔ ۲۳۸ھ

اسماعیل بن اسحاق، ایسے خاندان کے چشم و چراغ، جس میں تین سو برس علم سرسبز رہا بغداد میں قاضی القضاۃ بنے۔ صاحب تصانیف ہیں۔ ۲۸۲ھ

اسماعیل بن یحییٰ مزنی، امام شافعی کے تلمیذ رشید۔ خود بھی مجتہد تھے اور بڑے عابد و زاہد ۲۶۴ھ

اَسْوَد بن ہلال، نہایت ثقہ راوی ہیں۔ ۸۴ھ

اَشْہَب بن عبدالعزیز قیسی۔ امام اور جلیل القدر محدث و فقیہ۔ ۲۰۴ھ

اَصْمَعی، عبدالملک بن قریب، لغت و ادب عربی کے شہرۂ آفاق امام۔ ۲۱۳ھ

اَعْمَش، سلیمان بن مہران۔ تابعی ہیں اور مشہور حافظ حدیث۔ ۱۴۷ھ

اَکْثَم بن صیفی، جاہلیت میں عرب کا حکیم اور مشہور سرپنچ۔ اسلام کا زمانہ پایا مگر مسلمان ہونے میں اختلاف ہے۔ ۹ھ

اُمّ الدَّرداء، حضرت ابوالدرداء کی بیوی۔ عقل و فہم، علم و فضل میں بلند پایہ تھیں۔ بیوہ ہوئیں تو حضرت معاویہ نے پیام دیا، مگر ان کی طرف سے انکار ہوا۔ ۸۱ھ

اُمِّ سَلمہ، ہند بنت سہیل۔ امہات المومنین میں سے ہیں۔ نہایت زیرک تھیں۔ ۶۲ھ

انس بن مالک، رسول اللہ صلعم کے خادم۔ جلیل القدر انصاری صحابی۔ ایک سو سال سے زیادہ عمر پائی۔ ۹۲ھ

اوزاعی، عبدالرحمٰن بن عمرو بن یُحمد۔ مشہور امام حدیث۔ کہا جاتا ہے، ستر ہزار فتوے اپنی زندگی میں دئے۔ ۱۵۷ھ

ایاس بن معاویہ، شہرۂ آفاق قاضی۔ ان کی ذہانت کے بکثرت واقعات، کتب ادب و تاریخ میں محفوظ ہیں۔ ۱۲۲ھ

ایوب سختیانی، ایوب بن ابی تمیمہ۔ تابعی ہیں اور بلند پایہ فقیہ و محدث۔ ۱۳۱ھ

ایوب بن قِرّیہ، مشہور عرب خطیب "قریہ" دادی کا نام ہے حجاج کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ ۸۴ھ

## ب

بُریدہ بن الحصیب۔ اکابر صحابہ میں سے ہیں۔ بدر سے پہلے اسلام لائے۔ رسول صلعم کی طرف سے اپنی قوم کے صدقات کے تحصیل دار تھے۔ ۶۳ھ

بقیہ بن ولید، مشہور حافظ حدیث۔ اپنے زمانہ میں شام کے محدث تھے۔ ۱۹۷ھ

بلال بن ابی بردہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری کے پوتے۔ بصرے کے امیر و قاضی تھے یوسف بن عمر ثقفی نے آکر معزول کیا اور قید خانہ میں ڈال دیا۔ وہیں مرے۔ ۱۲۶ھ

## ج

جابر بن زید، ابو الشعثا کنیت حضرت ابن عباس کے شاگرد۔ بحر العلوم تھے۔ وفات ہوئی تو قتادہ نے کہا "آج عراق کا عالم اٹھ گیا" ۹۶ھ

جابر بن عبداللہ، علماء صحابہ میں سے ہیں۔ انیس جنگوں میں شرکت کی۔ آخر عمر میں اپنا حلقہ، مسجد نبوی میں لگاتے اور لوگ آآکر علم حاصل کرتے۔ ۷۸ھ

جابر جعفی، جابر بن یزید۔ تابعی ہیں اور فقیہ۔ بہت بڑے عالم تھے۔ ۱۲۸ھ

جعفر بن برقان، ثقہ راوی ہیں، مگر ابن شہاب سے روایت میں بہک جاتے ہیں۔ ۱۵۰ھ

جعفر بن عون، ثقہ راوی حدیث۔ ۲۰۶ھ

جعفر محمد، امام جعفر صادقؒ امام باقر کے صاحبزادے۔ فرقہ امامیہ کے چھٹے امام جلیل القدر تابعی ہیں۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے ان سے علم حاصل کیا۔ ۱۴۸ھ

جعفر بن یحییٰ برمکی، ہارون رشید کا شہرہ آفاق وزیر پوری سلطنت پر چھا گیا تھا آخر ہارون رشید ہی کے ہاتھوں اپنے خاندان کے ساتھ قتل ہوا۔ نہایت ذی علم اور فیاض تھا ۱۸۷ھ

## ح

حجاج بن یوسف، خلیفہ عبدالملک بن مروان کا گورنر۔ بڑا ہی سفاک تھا حضرت عبداللہ بن زبیر کو قتل کیا۔ خانہ کعبہ کو لڑائی میں مسمار کیا۔ سندھ کو اسی کے حکم سے اس کے نوعمر رشتہ دار محمد بن قاسم نے فتح کیا۔ ۹۵ھ

حذیفہ بن الیمان، بہادر فاتح صحابی۔ منافقوں کے بارے میں رسول صلعم کے راز دار تھے

حضرت فاروق نے مدائن کا گورنر بنایا اور ہمیشہ احترام کرتے رہے۔ ۳۶ھ

حسن بن زیاد، امام ابوحنیفہ کے شاگرد۔ بڑے فقیہ تھے۔ قاضی بھی رہے۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ۲۰۴ھ

حسن بن علی، سبط رسول، جگر گوشۂ زہرا۔ اپنے والد حضرت علی کے بعد خلیفہ ہوئے مگر مسلمانوں کی خونریزی پسند نہ تھی۔ ایک معاہدہ کرکے خلافت، امیر معاویہ کے سپرد کر دی۔ ۵۰ھ

حسن بصری، حسن بن یسار۔ تابعی اور امام۔ علم و فضل، زہد و عبادت میں اپنی نظیر تھے۔ حجاج جیسے ظالم حاکم سے کبھی مرعوب نہ ہوئے۔ عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو درخواست کی، میرے لئے مددگار مہیا کیجئے۔ جواب دیا "دنیادار وں کو آپ قبول نہ کریں گے اور دین دار آپ کو قبول نہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنا مددگار بنائیے!" نہایت فصیح و بلیغ تھے۔ ۱۱۰ھ

حسّان بن عطیہ، ثقہ راوی حدیث اور فقیہ۔ بڑے عابد تھے۔ وفات ۱۲۰ھ کے بعد

حسین بن علی، رسولؐ کے نواسے۔ فاطمہ زہرا کے آنکھوں کے تارے۔ شہید کربلا۔ جرمن فلسفی، ماربین نے لکھا ہے "تاریخ میں حسین ہی ایسے شخص ہیں جنھوں نے اپنی اور اپنے پیاروں کی جان قربان کرکے، ایک عظیم سلطنت کا احیاء کیا۔ یہ جلیل القدر انسان جانتا تھا کہ بظاہر ناقابل تسخیر بنی امیہ کی بیخ کنی کس طرح ہو سکتی ہے، اور اس نے بیخ کنی کر دی۔ ۶۱ھ

حمّاد بن زید، مشہور حافظ حدیث اپنے زمانہ میں شیخ عراق تسلیم کئے جاتے تھے۔ ۱۷۹ھ

حماد بن سلیمان، مفتی اور بلند پایہ محدث و نحوی۔ بڑھاپے میں حافظہ بگڑ گیا تھا اسی لئے بخاری نے ترک کر دیا۔ مگر مسلم نے ان سے روایت کی ہے۔ ۱۶۷ھ

## خ

خارجہ بن زید، حضرت زید بن ثابت کے لڑکے۔ تابعی ہیں اور مدینہ کے فقہاء سبعہ میں سے ایک۔ ۹۹ھ

خالد بن یزید، حضرت معاویہ کے پوتے۔ علامۂ قریش۔ طب، نجوم، کیمیا میں ماہر تھے

کئی رسالے تصنیف کیے۔ عربی میں یونانی کتابوں کا ترجمہ انہی کے حکم سے شروع ہوا۔ ۸۵ھ

خلیل بن احمد، لغت و ادب کے امام۔ فن عروض کے موجد۔ سیبویہ کے استاد۔ فقر و فاقہ میں زندگی بسر کی۔ آخر عمر میں ایسا طریقہ ایجاد کرنا چاہا کہ علم حساب عوام کے لیے آسان ہو جائے۔ اسی فکر میں نماز پڑھنے گئے اور بے خیالی میں مسجد کے ستون سے ٹکرا کر مر گئے۔ ۱۷۰ھ

خولہ بنت حکیم، مشہور صحابیہ ہیں۔

## د

دعبل بن علی، ہجو گو شاعر۔ بہت عمر پائی۔ کہا کرتا تھا "پچاس برس سے پھانسی کا شہتیر کندھے پر اٹھائے پھر رہا ہوں، مگر اللہ کا کوئی بندہ مجھے لٹکا نہیں دیتا!" ۲۴۶ھ

## ر

رجا بن حیوہ، اپنے زمانہ میں شام کے سب سے بڑے عالم۔ عمر بن عبدالعزیز کے دوست و مصاحب تھے۔ ۱۱۲ھ

رؤبہ بن عجاج، امام شعر و لغت۔ فوت ہوا تو خلیل بن احمد نے کہا "آج ہم نے شعر و لغت اور فصاحت و بلاغت کو دفن کر دیا"۔ ۱۴۵ھ

## ز

زبیر بن عوام، مشہور صحابی حواری رسول۔ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ جنگ جمل کے موقعہ پر ابن جرموز نے دھوکہ دے کر شہید کر دیا۔ ۳۶ھ

زر بن حبیش، جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے پائے، مگر زیارت نبوی سے مشرف نہ ہوئے۔ حضرت ابن مسعود ان سے لغت عرب کے دقائق دریافت کیا کرتے تھے۔ ایک سو بیس سال عمر پائی۔ ۸۳ھ

زفر بن ھذیل، فقہ حنفی کے امام جامع علم و عبادت تھے۔ ۱۵۸ھ

زھری، دیکھو محمد بن شہاب۔

زیاد بن ابیہ، بڑا مقرر، بہادر، مدبر، فاتح تھا۔ حضرت کی شہادت کے بعد امیر معاویہ نے اپنا بھائی بنا لیا۔ کیونکہ حرامی پیدا ہوا تھا۔ ۵۳ھ

زید بن اسلم، بلند درجہ فقیہ و مفسر۔ ۱۳۶ھ

زید بن ثابت، مشہور انصاری صحابی۔ کاتب وحی۔ حضرت ابو بکر کے حکم سے قرآن جمع کیا۔ فوت ہوئے، تو حضرت ابو ہریرہ نے کہا "آج حبر امت چل بسا"۔ ۴۵ھ

زین العابدین، علی بن حسین علیہ السلام فرقۂ امامیہ کے نزدیک چوتھے امام۔ حلم و تقوی میں ضرب المثل تھے۔ فیاض ایسے تھے کہ ایک سو خاندانوں کی پرورش کرتے رہے وفات پر ہی یہ واقعہ لوگوں کو اور خود ان خاندانوں کو معلوم ہوا۔ ۹۴ھ

## س

سالم بن عبداللہ حضرت فاروق کے پوتے۔ جلیل القدر تابعی اور عالم۔ ۱۰۶ھ

سحنون بن سعید، نام عبدالسلام۔ قاضی تھے۔ بلاد مغرب میں کوئی عالم ان کا ہم پلہ نہ تھا۔ ۲۴۰ھ

سعد بن ابی وقاص، فاتح عراق و مدائن کسریٰ۔ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ خدا کی راہ میں سب سے پہلے تیر چلایا۔ حضرت عمر کے حکم سے کوفہ آباد کیا اور عراق کے گورنر رہے۔ ۵۵ھ

سعد بن معاذ، سورما انصاری صحابی جنگ بدر میں علم بردار تھے۔ جنگ خندق میں زخمی ہوئے اور جانبر نہ ہو سکے۔ صرف ۳۰ سال عمر پائی۔ ۵ھ

سعید بن جبیر۔ تابعیوں میں سب سے بڑے عالم۔ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر کے شاگرد۔ اہل کوفہ ابن عباس سے مسئلہ پوچھتے، تو فرماتے۔ "مجھ سے پوچھتے ہو، حالانکہ تم میں ابن جبیر موجود ہے"۔ حجاج کے ہاتھوں بڑی شان سے شہید ہوئے۔ ۹۵ھ

سعید بن مسیب، جلیل القدر تابعی۔ حدیث و فقہ، زہد و تقویٰ ان میں جمع تھے۔ مدینہ کے فقہاء سبعہ ایک تیل کی تجارت کرتے تھے۔ ۹۴ھ

سفیان ثوری، سفیان بن سعید "امیرالمومنین فی الحدیث" تسلیم کیے گئے۔ جامع علم و تقویٰ خلیفہ منصور نے عہدہ دینا چاہا تو کوفہ سے مکہ چلے گئے۔ پھر خلیفہ مہدی نے اصرار کیا تو بصرہ آکر موت تک روپوش رہے۔ سنہ ۱۶۱ھ

سفیان بن عُیَینہ، محدث مکہ اور جلیل القدر عالم۔ امام شافعی کا قول ہے "سفیان اور امام مالک نہ ہوتے، تو حجاز کا علم بھی رخصت ہو جاتا۔" سنہ ۱۹۸ھ

سلمان فارسی، مجوسی عالم تھے۔ طلب حق کی راہ میں نکلے، تو غلام بنا لیے گئے۔ اسلام لائے اور بڑا درجہ پایا۔ رسول اللہ کا ارشاد ہے "سلمان ہم اہل بیت میں سے ہیں" نہایت دانشمند تھے۔ متحدہ عرب کی فوج کشی ہوئی، تو مدینہ کے سامنے خندق کھودنے کی صلاح انھی نے دی تھی۔ مدائن کے گورنر رہے، مگر تنخواہ خیرات کر دیتے اور دست کاری سے پیٹ پالتے۔ سنہ ۳۵ھ

سلمان بن ربیعہ، کہا جاتا ہے، صحابی تھے۔ حضرت فاروق نے کوفے کا قاضی بنایا۔ خلافت عثمانی میں ارمینیا پر فوج کشی کی اور شہید ہو گئے۔

سلیمان بن اشعث، سجستانی۔ دیکھو ابو داؤد۔ جامع سنن ابی داؤد۔

سلیمان بن یسار، ام المومنین حضرت میمونہ کے پروردہ۔ مدینہ کے فقہاء سبعہ میں سے ہیں۔ سعید بن مسیب سے فتویٰ پوچھا جاتا، تو کہتے "سلیمان کے پاس جاؤ۔ وہی سب سے بڑے عالم ہیں" سنہ ۱۰۷ھ

سہیل بن سعد، مشہور انصاری صحابی ان سے صحیحین میں ۱۸۸ حدیثیں مروی ہیں سنہ ۹۱ھ

## ش

شافعی، محمد بن ادریس۔ اہل سنت کے ایک امام۔ شعر و ادب، فقہ و حدیث کے بحر زخار امام حنبل نے فرمایا "جس کسی کے ہاتھ میں دوات و کاغذ ہے، اس کے گلے میں شافعی کے احسان کا بھی طوق پڑا ہے" بیس برس کی عمر میں فتویٰ دینے لگے تھے۔ تیراندازی و شہسواری میں بھی طاق تھے۔ تصانیف میں کتاب "الام" بہت مشہور ہے۔ سنہ ۲۰۴ھ

شداد بن اوس، انصاری صحابی۔ بڑے عابد تھے۔ سنہ ۵۸ھ

شریح بن حارث، صدر اسلام کے مشہور ترین قاضی۔ چار خلفاء کے دوران حکومت
میں کوفے کے قاضی رہے۔ سنہ ۸۰ھ

شعبہ بن حجاج، جلیل القدر امام حدیث۔ فن جرح و تعدیل کے بانی۔ شعر و ادب کے
بھی علامہ تھے۔ سنہ ۱۶۰ھ

شعبی، عامر بن عبداللہ۔ حیرت انگیز حافظہ پایا تھا۔ عبدالملک بن مروان کے مصاحب
تھے۔ عمر بن عبدالعزیز نے قاضی بنایا۔ جلیل القدر محدث و فقیہ ہیں۔ سنہ ۱۰۳ھ

شہر بن حوشب، فقیہ و محدث۔ فوجی وردی پہنتے اور گانا بجانا سنتے۔ متروک الحدیث
ہیں۔ سنہ ۱۰۰ھ

## ط

طاؤس بن کیسان۔ اکابر تابعین میں سے ہیں۔ حدیث اور تفقہ فی الدین میں بلند
پایہ۔ حکام کے مقابلے میں نہایت دلیر تھے۔ سنہ ۱۰۶ھ

## ع

عاصم بن عمر، حضرت فاروق کے فرزند۔ نہایت خوب صورت تھے۔ عمر بن عبدالعزیز
کے نانا ہیں۔ سنہ ۷۰ھ

عائشہ بنت ابی بکر صدیق۔ حبیبۂ رسول اللہ۔ ان کے بارے میں سورۂ نور کی آیتیں
نازل ہوئیں۔ علم و فضل کا یہ حال تھا کہ اکابر صحابہ مسائل دین میں رجوع کرتے۔ جنگ جمل
انھی کی سربراہی میں لڑی گئی۔ سنہ ۵۸ھ

عبدالرحمان بن ابزی، حدیث کے ثقہ راوی۔ سنہ ۱۵۵ھ

عبدالرحمٰن بن عوف، سابقون اولون اور عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ تمام غزوات میں
شریک رہے۔ بہت دولت مند ہو گئے تھے، مگر بڑے فیاض بھی تھے۔ وفات کے وقت

جہاد کے لئے ایک ہزار سواروں کے خرچ اور پچاس ہزار اشرفیوں کی وصیت کی۔ ۳۲ھ

عبدالرحمان بن غنم۔ عہد نبوی میں پیدا ہوئے۔ حضرت فاروق نے شام بھیجا کہ لوگوں کو دین کی تعلیم دیں۔ جلیل القدر تابعی ہیں۔ ۷۸ھ

عبدالرحمن بن قاسم، حضرت صدیق کے پرپوتے۔ فقہ و حدیث اور جملہ علوم دین میں بہت بلند پایہ۔ ۱۲۶ھ

عبدالرحمان بن مہدی، امام حدیث۔ امام شافعی کا قول ہے "میں نہیں جانتا کہ دنیا میں ابن مہدی کی نظیر بھی ہوئی ہے" ۱۹۸ھ

عبدالعزیز بن ابی سلمہ، ماجشون کے لقب سے مشہور ہیں۔ جید محدث و فقیہ ۱۶۴ھ

عبدالعزیز بن محمد داروردی، مشہور محدث۔ ائمہ حدیث نے ان سے روایت لی ہے۔ ۱۸۶ھ

عبداللہ بن انیس، انصاری صحابی۔ بیعت عقبہ اور غزوۂ احد میں شریک ہوئے۔ ۵۴ھ

عبداللہ بن بریدہ۔ تابعی ہیں اور بڑے محدث۔ ۱۰۵ھ

عبداللہ بن جعفر۔ حضرت جعفر طیار کے صاحبزادے۔ ہجرت حبش کے زمانے میں حبش ہی میں پیدا ہوئے۔ فیاضی میں ضرب المثل تھے۔ ۹۰ھ

عبداللہ بن حارث بن جزء، صحابی ہیں۔ مصر کو وطن بنالیا تھا۔ ۸۶ھ

عبداللہ بن حسن، حضرت حسن کے پوتے۔ تابعی ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز بہت احترام کرتے تھے ۱۴۵ھ

عبداللہ بن الزبیر، مشہور صحابی۔ ہجرت کے بعد مدینے میں پہلے مسلم مولود۔ یزید کی وفات پر خلافت کا دعویٰ کیا اور تقریباً تمام اسلامی ممالک پر حاوی ہوگئے۔ مگر عبدالملک بن مروان کے سپہ سالار حجاج سے شکست کھائی اور شہید ہوگئے۔ ۷۳ھ

عبداللہ بن عباس، رسول صلعم کے ابن عم، حبر امت، مفسر قرآن، بحر العلوم، نہایت سربرآوردہ صحابی۔ حضرت فاروق کو ان کی دانش مندی پر بڑا بھروسہ تھا۔ ۶۸ھ

عبداللہ بن عمر، حضرت فاروق کے صاحبزادے، جلیل القدر صحابی۔ عالم، عابد، زاہد جہاد میں سرگرم رہے۔ ساٹھ سال فتوے دیے۔ ۷۳ھ

عبداللہ بن عمرو، فاتح مصر عمرو بن العاص کے فرزند۔ بہت بڑے صحابی۔ عابد و زاہد تھے۔ سریانی زبان جانتے تھے۔ حدیث نبوی لکھا کرتے تھے۔ ۶۵ھ

عبداللہ بن مبارک شیخ الاسلام، امام حدیث۔ تاجر بھی تھے اور مجاہد بھی۔ طلب علم میں بڑا سفر کیا۔ ۱۸۱ھ

عبداللہ بن مسعود، سابقون اولون میں ہیں۔ رسول صلعم سے بہت قربت تھی صحابہ میں علامہ مانے جاتے تھے۔ قد بہت ہی چھوٹا تھا۔ ۳۲ھ

عبداللہ بن وہب۔ فرقۂ خوارج کے ایک بانی و امام۔ نہایت ذی علم اور بہادر تھے فتوحات عراق میں شریک رہے۔ حضرت علی کا ساتھ دیا، مگر جنگ صفین کے بعد خارجی بن گئے لڑے اور مارے گئے۔ ۳۸ھ

عبدالملک بن مروان۔ زبردست اموی خلیفہ۔ بڑا عالم، بہادر اور مدبر تھا۔ حضرت معاویہ نے سولہ برس کی عمر میں مدینہ کا گورنر بنایا۔ اسی کے عہد میں سرکاری دفاتر، فارسی سے عربی میں منتقل ہوئے، دینار ڈھالے گئے، اور حرفوں کے لئے نقطے اور اعراب وضع ہوئے۔ ۸۶ھ

عبّاد بن العوام، محدث اور ثقہ راوی شیعیت کی طرف میلان تھا، اسی وجہ سے ہارون رشید نے قید کیا۔ ۱۸۵ھ

عبادہ بن الصامت، شہرۂ آفاق صحابی بیعت عقبہ میں شریک تھے۔ تمام غزوات میں شامل رہے۔ فلسطین کے پہلے قاضی مقرر ہوئے۔ ۳۴ھ

عباس بن عبدالمطلب، رسول صلعم کے عم بزرگوار، جاہلیت و اسلام میں سردار قریش عباسی خلفاء کے جد امجد۔ علانیہ اسلام لانے سے پہلے بھی مکہ میں اسلام کی سربلندی کے لئے ساعی رہے۔ حضرت فاروق اور حضرت عثمان خلیفہ ہونے پر بھی انہیں پیدل چلتے دیکھتے تو تعظیماً سواری سے اتر پڑتے۔ ۳۲ھ

عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، مدینہ کے سات فقہاء میں سے ایک جلیل القدر تابعی ایسے اچھے شاعر تھے کہ ابو تمام نے "حماسہ" میں ان کا کلام لیا ہے۔ ۹۸ھ

عبیداللہ بن عمر، حضرت فاروق کی نسل سے ہیں۔ مدینہ کے سات فقہاء میں شمار تھا بڑے

عالم اور معزز سردار تھے۔ (سنہ ۱۴۷ھ)

عتاب بن اُسید، عاقل، مدبر، شجاع صحابی۔ کم عمر ہونے پر بھی رسول صلعم نے مکہ کا گورنر بنایا تھا۔ سنہ ۱۳ھ

عدی بن حاتم، شہرۂ آفاق سخی، حاتم طائی کے بیٹے جلیل القدر صحابی۔ جاہلیت و اسلام میں اپنی قوم کے سردار رہے خود بھی بڑے فیاض تھے۔ خانہ جنگی میں حضرت علی کا ساتھ دیا۔ عقل و دانش میں ضرب المثل تھے۔ سنہ ۶۸ھ

عرباض بن ساریہ، صحابی ہیں، اصحاب صفہ میں سے۔ سنہ ۷۵ھ کے بعد فوت ہوئے۔

عروہ بن الزبیر، حضرت زبیر کے فرزند۔ مدینہ کے فقہاء سبعہ میں سے ایک۔ بحر العلوم تابعی نہایت صلح پسند تھے۔ سنہ ۹۳ھ

عطاء بن ابی رباح جلیل القدر تابعی اور فقیہ۔ مکہ کے محدث و مفتی۔ سنہ ۱۱۵ھ

عقبہ بن عمرو۔ دیکھو ابو مسعود صحابی۔

عکرمہ۔ حضرت ابن عباس کے مولیٰ اور مغازی کے سب سے بڑے عالم۔ ستر سے زیادہ تابعین کے شیخ شاعر کثیر اور یہ دونوں ایک ہی دن فوت ہوئے تو کہا گیا "سب سے بڑا شاعر اور سب سے بڑا عالم آج رخصت ہو گیا"۔ سنہ ۱۰۵ھ

علی بن ابی طالب، امیر المومنین۔ چوتھے خلیفۂ راشد۔ فصاحت و بلاغت، شجاعت، صلابت، علم و تقویٰ میں اپنی آپ نظیر۔ فضائل بیان کرنے کے لئے پوری ایک کتاب چاہیے۔ ابن ملجم خارجی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ سنہ ۴۰ھ

عمر بن خطاب، دوسرے خلیفہ راشد۔ نہایت بہادر، منتظم، مدبر، عادل تھے۔ سب سے پہلے "امیر المومنین" کے لقب سے ملقب ہوئے۔ بہت سے ممالک فتح کئے۔ بصرہ اور کوفہ دو اہم شہر آباد کئے۔ بیت المال قائم کیا۔ حساب کتاب کے باقاعدہ دفتر کھولے۔ بے شمار فضائل ہیں ایرانی غلام، ابو لؤلؤہ کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ سنہ ۲۳ھ

عمر بن عبد العزیز، حسن سیرت کی وجہ سے پانچویں خلیفہ راشد کہے گئے۔ نہایت عادل

عابد، زاہد تھے۔ مدت خلافت ڈھائی سال۔ ۱۰۱ھ

عمر بن عبداللہ بن ربیعہ، قریش کے سب سے بڑے غزل گو شاعر۔ بحری جہاد میں گئے، جہاز میں آگ لگ گئی اور یہ بھی جل گئے۔ ۹۳ھ

عمران بن حصین، انصاری صحابی۔ فتح مکہ کے دن قبیلہ خزاعہ کا جھنڈا انہی کے ہاتھ میں تھا حضرت عمر نے بصرہ بھیجا کہ مسلمانوں کو دین کی تعلیم دیں۔ صحابہ کی خانہ جنگی سے دور رہے ۵۲ھ

عمرو بن دینار، ثقہ راوی اور جید محدث۔ ۱۲۶ھ

عمرو بن العاص۔ مشہور صحابی اور فاتح مصر۔ جاہلیت و اسلام میں بہت بڑے مدبر مانے گئے، خانہ جنگی میں امیر المومنین کا ساتھ دیا اور اس صلہ میں حین حیات مصر کی حکومت حاصل کی ۴۳ھ

عمار بن یاسر، جلیل القدر صحابی۔ حضور صلعم کو بہت عزیز تھے۔ اسلام میں پہلی مسجد کے بانی ہیں جو "مسجد قبا" کہلاتی ہے۔ حضرت فاروق نے کوفہ کا گورنر بنایا۔ خانہ جنگی میں حضرت علی کا ساتھ دیا اور صفین میں شہید ہوئے۔ ۳۷ھ

عوف بن مالک اشجعی۔ صحابی ہیں۔ بڑے بہادر تھے۔ صحیحین میں ان سے ۶۷ حدیثیں مروی ہیں۔ ۷۳ھ

عون بن عبداللہ، خطیب، شاعر، راوی حدیث، عابد و زاہد۔ عمر بن عبدالعزیز کے مصاحب تھے۔ ۱۱۵ھ

(ف)

فراء یحییٰ بن زیاد۔ نحو، لغت اور فنون ادب کے امام۔ فقیہ و متکلم بھی تھے۔ ثعلب کا قول ہے "فراء نہ ہوتے، تو لغت عرب بھی نہ ہوتی" ۲۰۷ھ

فضیل بن عیاض، علم و عبادت ان میں جمع تھے۔ بہت بڑے بزرگ تھے، اکابر علماء نے ان سے استفادہ کیا ہے، خصوصاً امام شافعی نے۔ ۱۸۷ھ

ق

قاسم بن سلام، حدیث و فقہ و ادب کے علامہ۔ طرسوس کے اٹھارہ برس قاضی رہے

"غریب الحدیث" کے نام سے کتاب لکھی جس میں چالیس سال صرف ہوئے۔ ۲۲۴ھ

قاسم بن محمد، حضرت صدیق کے پوتے جلیل القدر تابعی مدینہ کے فقہاء سبعہ میں سے ہیں۔ ۱۰۶ھ

قتادہ بن دعامہ، مفسر و حافظ حدیث۔ امام حنبل کا قول ہے "بصرے میں قتادہ سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔ عربی زبان کے بھی علامہ تھے۔ ۱۱۸ھ

قرظہ بن کعب، انصاری صحابی۔ عراق کی فتوحات میں شریک رہے۔ وفات تقریباً ۵۰ھ

## ک

کمیل بن زیاد نخعی، حضرت علی کے اصحاب میں سے ہیں۔ جنگ صفین میں شریک تھے راوی حدیث ہیں۔ ۸۲ھ

## ل

لیث بن سعد، اپنے زمانہ میں مصر کے امام۔ امام شافعی نے فرمایا "لیث امام مالک سے بڑھ کر فقیہ ہیں مگر شاگردوں نے نہ ابھارا" ۱۷۵ھ

## م

مالک بن انس، امام دار ہجرت اور اہل سنت کے ایک بڑے امام۔ حکام سے دور رہتے تھے۔ خلیفہ منصور کے چچا نے خفا ہو کر شانے اکھڑوا ڈالے تھے۔ ہارون رشید نے حکم دیا کہ آکر حدیث سنائیں۔ نہیں گئے اور فرمایا "علم کے پاس طالبان علم آتے ہیں" آخر ہارون رشید کو خود حاضر ہونا پڑا۔ ان کی کتاب "موطا" مشہور ہے۔ ۱۷۹ھ

مالک بن دینار، مشہور محدث۔ نہایت پرہیزگار تھے۔ اجرت پر قرآن لکھتے اور زندگی بسر کرتے۔ ۱۳۱ھ

مامون رشید، عبداللہ بن ہارون رشید۔ ساتواں عباسی خلیفہ اپنے بھائی امین کے قتل کے بعد تخت پر بیٹھا۔ نہایت خوش اخلاق، بردبار، ذی علم اور سرپرست علوم و فنون تھا اس کے حکم سے یونانی کتابیں عربی میں ترجمہ ہوئیں۔ کرۂ زمین کی از سر نو پیمائش بھی کرائی۔ ۲۱۸ھ

محمد بن ابراہیم بن دینار، ثقہ محدث و فقیہ۔ ۱۸۲ھ

محمد بن اسحاق، قدیم ترین عرب مورخ۔ سیرۃ نبوی مرتب کی، جسے ابن ہشام نے روایت کیا ہے اور بھی کتابیں لکھیں۔ حافظ حدیث تھے۔ ۱۵۱ھ

محمد بن اسمٰعیل بخاری جلیل القدر امام۔ جامع صحیح بخاری، جسے امت نے "اصح کتاب بعد کتاب اللہ" مانا ہے۔ طلب حدیث میں دنیا چھان ماری۔ چھ لاکھ حدیثیں یاد تھیں صحاح ستہ میں ان کی "صحیح" کا مرتبہ سب سے اونچا ہے۔ ۲۵۶ھ

محمد بن حسن۔ جلیل القدر امام فقہ و اصول۔ امام ابو حنیفہ کے علوم انہی سے پھیلے۔ فقہ و اصول میں بہت سی کتابیں لکھیں، اور موطا مالک بھی اپنی روایت سے مرتب کی۔ ۱۸۹ھ

محمد بن حسن زبیدی، لغت و ادب کے علامہ۔ اندلس وطن ہے۔ وہاں کے خلیفہ، المستنصر کے ولی عہد کے اتالیق تھے۔ قرطبہ کے قاضی بھی رہے۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں ۳۷۹ھ

محمد بن الحنفیہ۔ حضرت علی کے صاحبزادے ماں کا نام خولہ بنت جعفر الحنفیہ بہت بڑے عالم تھے اور بڑی جسمانی قوت کے مالک۔ فرقہ کیسانیہ کا عقیدہ ہے کہ جبل رضوی پر زندہ موجود ہیں ۸۱ھ

محمد بن سیرین، تابعی ہیں اور امام فقہ و حدیث فن تعبیر رویا میں بہت ماہر تھے، پیشہ بزازی تھا ۱۱۰ھ

مُزنی، دیکھو اسمٰعیل بن یحییٰ۔

مَسروق بن اَجدَع، تابعی اور امام فقہ و حدیث۔ ۶۳ھ

مِسعر بن کِدام، ایسے ثقہ محدث تھے کہ "المُصحَف" (قرآن) کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ ۱۵۳ھ

مُطَرِّف بن عبد اللہ، الشخیر۔ ثقہ راوی، جید عالم، عابد و زاہد۔ ۹۵ھ

مُعاذ بن انس جُہنی، انصاری صحابی۔ خلافت عبد الملک تک زندہ رہے۔

معاذ بن جَبَل، جلیل القدر صحابی۔ رسول صلعم نے مرشد و قاضی بنا کر یمن بھیجا، فتوحات شام میں شریک رہے۔ سپہ سالار حضرت ابو عبیدہ نے وفات کے وقت اپنا جانشین بنایا حضرت فاروق کا قول ہے "عورتیں معاذ جیسا انسان پیدا کرنے سے عاجز ہیں!" اور "معاذ نہ ہوتے تو عمر کی ہلاکت یقینی تھی!" ۱۸ھ

مُعاوِیہ بن ابی سفیان، فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لائے۔ کاتب وحی رہے۔ شام کے

جہاد پر گئے اور حضرت فاروق نے آخر کار وہاں کا گورنر بنا دیا۔ حضرت عثمان کی شہادت پر حضرت علی سے لڑے اور حضرت حسن سے معاہدہ کرکے خود خلیفہ بن گئے۔ اپنے بیٹے کو ولی عہد بنا کر اسلام میں بادشاہی قائم کر دی۔ انہی کے زمانہ سے مسلمانوں نے بحری لڑائیاں شروع کیں۔ حلم و تدبر میں ضرب المثل تھے۔ حضرت فاروق انھیں دیکھتے، تو فرماتے "یہ عرب کا کسریٰ ہے" ۶۰ھ

مَعمَر بن راشد، بلند پایہ فقیہ و محدث۔ صنعاء (یمن) میں مدتوں رہے، پھر وطن لوٹنا چاہا لوگوں نے روکا۔ مگر نہ رکے، اس پر انھوں نے کہا "ہم آپ کے پیروں میں بیڑیاں ڈالے دیتے ہیں" شادی کر دی اور یہ صنعاء ہی کے ہو رہے! ۱۵۳ھ

مِقدام بن معدی کرب، صحابی ہیں۔ صحیحین میں ان سے ۴۲ حدیثیں مروی ہیں ۸۷ھ

مکحول بن شہراب، اپنے وقت میں شام کے فقیہ و محدث امام زہری نے فرمایا مکحول اپنے زمانے میں سب سے بڑے مفتی تھے" ۱۱۲ھ

منصور بن مُعتمر، کوفے کے جلیل القدر محدث۔ ۱۳۲ھ

میمون بن مہران، فقیہ و قاضی۔ عمر بن عبدالعزیز نے خراج کا تحصیل دار بنایا تھا۔ ۱۱۷ھ

## ن

نعمان بن مُرّہ۔ تابعی ہیں۔ بعضوں نے صحابی کہا ہے، مگر یہ غلط ہے۔

## و

واثلہ بن اسقع، صحابی ہیں، اصحاب صُفّہ میں سے ۸۳ھ

وکیع بن الجراح۔ اپنے زمانے میں عراق کے محدث۔ والد بیت المال کے ناظر تھے۔ اسی مناسبت سے ہارون رشید نے کوفے کا قاضی بنانا چاہا، مگر یہ نہ مانے۔ صائم الدہر تھے۔ امام احمد نے فرمایا "وکیع امام المسلمین ہیں" ۱۹۷ھ

وہب بن مُنبّہ، تابعین میں شمار ہے۔ مورخ ہیں اور اسرائیلیات کے عالم۔ ۱۱۰ھ

## ہ

ہارون رشید بن محمد مہدی، پانچواں عباسی خلیفہ۔ بڑا ذی علم اور فیاض تھا راتوں کو بغداد کی گلیوں میں پھر کر رعایا کی خبر گیری کرتا۔ شہنشاہ شارلیمان سے گہری دوستی تھی اور شہنشاہ قسطنطنیہ سے خراج لیتا تھا۔ خاندان وزارت البرامکہ کا قتل عام کیا جو سلطنت پر بالکل حاوی ہوگیا تھا۔ ۱۹۳ھ

ہشام بن عبدالملک، اموی خلیفہ بڑا منتظم اور کفایت شعار تھا۔ اس کا خزانہ تمام اگلے خلفاء کے خزانوں سے کہیں بڑا تھا۔ اسی کے عہد میں ترکوں سے ہولناک جنگ ہوئی اور انکا خاقان مارا گیا۔ ۱۲۵ھ

ہشام بن عروہ، حضرت زبیر کے پوتے جلیل القدر تابعی۔ بڑے بہادر تھے۔ ۱۴۶ھ

ہُشیم بن بَشیر، جلیل القدر محدث۔ امام احمد بن حنبل چار سال ان کی خدمت میں رہے۔ ۱۸۳ھ

## ی

یحییٰ بن خالد برمکی، ہارون رشید کا مربی و اتالیق۔ ہارون اسے "ابا" کہا کرتا تھا۔ خلیفہ ہوا تو سلطنت کے سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا۔ پھر جب برامکہ کا قتل عام کیا تو اسے بھی قید کر دیا۔ اور یہ قید ہی میں مرا۔ کتب ادب و تاریخ اس کے تذکرے سے معمور ہیں۔ ۱۹۰ھ

یحییٰ بن سعید، قاضی اور بہت بڑے محدث۔ ابن شہاب زہری کے ہم پلہ مانے گئے ہیں۔ ۱۴۳ھ

یحییٰ بن معین، حافظ و امام حدیث، اسماء الرجال کے علامہ۔ امام احمد نے فرمایا "یحییٰ کو ہم سب سے زیادہ رجال کی پرکھ تھی" خود کہا کرتے تھے "اپنے قلم سے ایک لاکھ حدیثیں لکھ چکا ہوں" ۲۳۳ھ

یزید بن ابی حبیب، فقیہ اور ثقہ راوی حدیث۔ ۱۲۸ھ

یوسف بن یعقوب بن ماجشون۔ حافظ حدیث "سنن" کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی تھی۔ بصرۃ اور واسط کے قاضی رہے۔ ۲۹۷ھ

یونس بن حبیب، امام نحو۔ سیبویہ، کسائی، فراء وغیرہ ائمہ لغت و ادب کے شیخ تھے مفید کتابوں کے مصنف۔ ۱۸۲ھ